إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَام

الحمد للہ کہ این رسالہ مصنفہ افضل العلما جناب حافظ مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

تکمیل الیقین

مع

تعلیم الدّین

یعنی

خلاصہ سائنس اور اسلام

بعد نظر ثانی و اضافہ و ترمیم حضرت مولف دامت برکاتہم

حسب الارشاد جناب مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب مقیم گنگوہ

سنہ ۱۳۲۱ھ

در بلالی دخانی پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ طبع گردید

قیمت فی جلد عہ

فہرست مضامین

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

الحمد للہ کہ این رسالہ مصنفہ افضل العلماء جناب حافظ مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

تعلیم الدین

مع

تکمیل الیقین

یعنے

خلاصہ سائنس اور اسلام

بعد نظر ثانی و اضافہ و ترمیم حضرت مؤلف دامت برکاتہم باہتمام منشی محمد بلال کرم بخش

در مطبع بلالی حلیہ طبع پوشید

ایک اثر مخالفین پر یہ ہوا کہ اسلام پر تعلیم کے ناکافی ہونے کا دھبہ لگایا ایک اثر نو تعلیم یافتہ جوانوں پر یہ ہوا کہ بوجہ ناحقیقت شناسی کے یہ شبہ اُن کے دل میں جم گیا اور اپنے کو بعض اُمور میں تہذیب جدید کا محتاج سمجھا اور زبان سے یا دل سے یا طرز عمل سے غیر طریقوں کو اپنے طریقے پر ترجیح دینے لگے اور بہت سے عقاید اسلام پر خود ہنسنے لگے۔ ایک اثر عوام پر یہ ہوا کہ نماز روزہ میں تو علما سے رجوع کرنے کو ضروری سمجھے اور معاملات و معاشرت میں اپنے کو خود مختار جان لیا اسی وجہ سے علماء سے کبھی اپنے مقدمہ یا تجارت کے متعلق رائے نہیں لی جاتی نہ توحید و رسالت کی مباحث و احکام کی تحقیق کی جاتی ہے یہانتک کہ بعض اعمال سے شرک فی الالوہیۃ یا شرک فی النبوۃ لازم آجاتا ہے بالخصوص مستورات کو ایک اثر اہل علم پر یہ ہوا کہ شب و روز اعمال و عبادات کے مسائل کی استذکار و استحضار میں شغل و اہتمام رہتا ہے نہ معاملات کی تحقیق نہ اخلاق و آداب کا لحاظ نہ اصلاح نفس و قلب کی کوشش حتیٰ کہ ترقی علم کے ساتھ ہی عجب و کبر و حرص و حب دنیا و غفلت کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ایک اثر درویشوں پر یہ ہوا کہ شریعت و طریقت کو جدا جدا سمجھے اور حقیقت کو اصل مقصود اور شریعت کو انتظامی قانون اعتقاد کر لیا علماء سے نفور ہو گئے واردات و احوال کو منتہے معراج خیال کیا خیالات کو مکاشفات اور مکاشفات کو فوق الیقینیات یقین کیا نہ اسکو میزان شرع میں وزن کرنے کی ضرورت نہ علما سے پیش کرنے کی حاجت غرض ہر طبقے کے لوگوں کو کم و بیش اس خیال باطل کا اثر و ضرر پہنچا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ حالانکہ جس نے کتاب و سنت کو ذرا بھی طلب و التفات کی نگاہ سے دیکھا ہوگا وہ ان سب امور کی تعلیم کو کھلے کھلے الفاظ میں پاویگا اور شریعت مطہرہ کو کافی و وافی اور دوسری کتب و حکم و قوانین و تعالیم سے مستغنی کرنے والا دیکھیگا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں یوں نہ فرماتے اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝ ونحو ذلک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے (کہ بعضی باتیں یہود کی ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اگر آپ کی اجازت ہو کچھ لکھ لیا کریں) جواب میں

ہے ارشاد فرماتے اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً
الحديث رواه احمد اور یہ تو ایسی کھلی بات ہے جسکے ثابت کرنے کی کچھ حاجت نہیں آخر جس
قرآن میں يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ مذکور ہے اُسی قرآن میں فَانْكِحُوْا
مَا طَابَ لَكُمْ الآيہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الآيہ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الآية لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ الآية وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا الآية مَنْ
يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً الآيہ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ الآيہ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا الآيہ
وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ الآيہ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا الآيہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ الآيہ لَا يَسْخَرْ
قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ الآيہ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ الآية وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا الآيہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ
الآيہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ الآيہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ الآيہ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ الآيہ اَلَّذِيْنَ
هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ الآيہ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ الآيہ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ
خُشُوْعًا الآيہ وغیرہا من آیات المعاملات والمعاشرات والمقامات بھی تو مذکور ہیں اسیطرح کتب حدیث کی
فہرست اُٹھا کر ملاحظہ کریجیے جہاں کتاب الایمان کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ نظر آویگا اُسکے نیچے ہی
کتاب البیوع کتاب النکاح والطلاق کتاب الاداب کتاب الرقاق بھی ملاحظہ سے گذرے گا
پھر اس خیال کی گنجایش کہاں ہو کہ اسلام نے صرف عقائد و اعمال سکھلائے ہیں اور معاملات و معاشرت
و تصوف نہیں بتلایا بلکہ منصف کو اسی مقام پر یقین آگیا ہوگا کہ اسلام نے پانچوں چیزیں تعلیم کی ہیں
اور ہمکو کسی کا محتاج نہیں چھوڑا بلکہ غیر قوموں میں بھی جو منصف مزاج لوگ ہیں وہ اسلام سے مقتبس ہونیکے
خود معترف ہیں غرض جب دیکھا گیا کہ یہ خیال عالمگیر ہو رہا ہے اور ہر طبقے کے لوگوں کو اس سے مضرتیں
پہنچتی ہیں اسلامی ہمدردی نے تقاضا کیا کہ اس غلطی کی اصلاح کی جاوے اور ایک ایسا رسالہ
لکھا جاوے جس میں بقدر ضرورت اختصار کے ساتھ پانچوں مضامین کو کتاب و سنت سے منتخبا
وملتقطا کرکے جمع کیا جاوے یوں تو اس رسالہ سے سب اہل اسلام کو نفع پہنچانا مقصود ہے مگر
بالخصوص درویشی کی راہ چلنے والوں کی دلسوزی زیادہ مدنظر ہے آپ ہر مسلمان کو عموماً اور

ہر درویش کو خصوصاً اسکا مطالعہ کرنا بلکہ تھوڑا تھوڑا وظیفہ مقرر کر لینا ضرور ہے کیونکہ مقصود درویشی کا یہی ہے کہ محبوب حقیقی راضی ہو جاوے اور طریقہ حصول رضا کا اطاعت و امتثال امر ہے پس جب محبوب حقیقی کا امر تمام حالات کے ساتھ متعلق ہے تو رضامندی اُسی وقت ممکن ہے جب ہر حالت میں اُس کا امر مانا جاوے اسلئے طالب حق کو ضرور ہے کہ اول اپنے عقاید موافق اہل سنت وجماعت کے درست کر لے پھر اعمال مفروضہ نماز و روزہ وغیرہما کے احکام سیکھ کر اُن کا پابند ہو اور حرام و حلال کے مسائل سے واقف ہو تا کہ اکل حلال سے نورانیت قلب پیدا ہو اور طرز معاشرت سے مطلع ہونا کہ اہل حقوق کے حقوق تلف نہ ہو جاویں کیونکہ اتلاف حقوق ظلم ہے اور ظالم پر لعنت ہوتی ہے پھر لعنت ورحمت جمع کیسے ہو گی اور رضا بدون رحمت کے ہوتی نہیں ان سب مراحل کو طے کر کے اب اس راہ باریک میں قدم رکھے ایسا شخص انشاء اللہ تعالیٰ کبھی گمراہ نہ ہو گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقصود حقیقی تک پہنچے گا اب خدا کے نام پر مقصود کو شروع کرتے ہیں اور بنظر تعدد مضامین اسکو پانچ حصوں پر منقسم کرتے ہیں **عقائد و تصدیقات** - **اعمال و عبادات** - **معاملات و سیاسات** - **آداب و معاشرت** - **سلوک مقامات** - یا الٰہی اس نادان کی مدد فرما اور خطا و لغزش و ریا سے بچا آمین وبہ نستعین

عقائد و تصدیقات

عقیدہ [1] تمام عالم پہلے بالکل ناپید تھا پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا **عقیدہ** [2] اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اُسنے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ کوئی اُس کے مقابل کا نہیں **عقیدہ** [3] وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا **عقیدہ** [4] کوئی چیز اسکے مانند نہیں اور سب سے نرالا ہے **عقیدہ** [5] وہ زندہ ہے ہر چیز پر اسکو قدرت ہے کوئی چیز اُس کے علم سے پوشیدہ نہیں وہ سب کچھ دیکھتا ہے سنتا ہے وہ جو چاہے کرتا ہے کلام فرماتا ہے وہی پوجنے کے قابل ہے اسکا کوئی ساجھی نہیں اپنے بندوں پر مہربان ہے بادشاہ ہے وہ سب عیبوں سے پاک ہے وہی اپنے بندوں کو

سب آفتوں سے بچاتا ہے وہی عزت والا ہے بڑائی والا ہے پیدا کرنے والا ہے گناہوں کا بخشنے والا ہے زبردست ہے بہت دینے والا ہے روزی پہنچانیوالا ہے جس کی روزی چاہے تنگ کردے جسکی روزی چاہے فراخ کردے جسکو چاہے پست کردے جسکو چاہے بلند کردے جسکو چاہے عزت دے جسکو چاہے ذلت دے انصاف والا ہے بردباری اور برداشت والا ہے خدمت کی قدر دانی کرنیوالا ہے دعا کا قبول کرنیوالا ہے سمائی والا ہے اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں وہ سب کا کام بنانے والا ہے اُسی نے پہلے سب کو پیدا کیا وہی قیامت میں دوبارہ پیدا کریگا وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے اُسکو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں اور اُس کی ذات کی باریکی کوئی نہیں جانتا گنہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے جو سزا کے قابل ہیں اُنکو سزا دیتا ہے وہی ہدایت کرتا ہے نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں وہی سب چیزوں کو تھامے ہوئے ہے اسی طرح تمام صفتیں کمال کی اُسکو حاصل ہیں عقیدہ ۶ مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے اور قرآن و حدیث میں بعضی جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے یا تو اُن کے معنی کو اللہ کے سپرد کریں کہ وہی اسکی حقیقت جانتا ہے اور ہم بے کھود کرید کئے ہوئے ایمان اور یقین کرتے ہیں اور یہی بات بہتر ہے اور یا کچھ مناسب معنی اُسکے لگا لئے جاویں جس سے وہ سمجھ میں آجاوے عقیدہ ۷ عالم میں جو کچھ بھلا بُرا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اسکے ہونے کے آگے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اسکو پیدا کرتا ہے تقدیر اسی کا نام ہے اور بُری باتوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں اُن کو ہر کوئی نہیں جانتا عقیدہ ۸ بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں عقیدہ ۹ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے کسی کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہو سکے عقیدہ ۱۰ کوئی چیز خدا کے ذمے ضرور نہیں وہ جو کچھ مہربانی کرے اُسکا فضل ہے عقیدہ ۱۱ بہت سے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ بتلانے آئے اور وہ

سب گناہوں سے پاک ہیں گنتی اُنکی پوری طرح اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اُنکی سچائی بتلانے کو اللہ
تعالیٰ نے اُنکے ہاتھوں ایسی نئی نئی مشکل مشکل باتیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے ایسی
باتوں کو معجزہ کہتے ہیں ان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب کے بعد حضرت
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی درمیان میں ہوئے اُن میں بعضے بہت مشہور ہیں
حضرت نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام اسحٰق علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام
یوسف علیہ السلام داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام ایوب علیہ السلام موسےٰ علیہ السلام
ہارون علیہ السلام زکریا علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام عیسےٰ علیہ السلام الیاس علیہ السلام الیسع
علیہ السلام یونس علیہ السلام لوط علیہ السلام ادریس علیہ السلام ذوالکفل علیہ السلام صالح علیہ السلام
ہود علیہ السلام شعیب علیہ السلام عقیدہ پیغمبروں میں بعضوں کا رتبہ بعضوں سے بڑا ہے
سب میں زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے بعد کوئی
نیا پیغمبر نہیں آسکتا قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہونگے آپ سب کے پیغمبر ہیں عقیدہ ہمارے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکے سے بیت المقدس میں اور
وہاں سے ساتوں آسمان پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ کو منظور ہوا پہنچایا اور پھر مکے میں پہنچا دیا
اسکو معراج کہتے ہیں عقیدہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات نور سے پیدا کر کے اُن کو ہماری نگاہوں سے
پوشیدہ کیا ہے اُن کو فرشتے کہتے ہیں اُن کا مرد یا عورت ہونا کچھ نہیں بتلایا گیا بہت سے کام اُنکے
سپرد ہیں وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اُنمیں چار فرشتے بہت مشہور ہیں
حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام حضرت اسرافیل علیہ السلام حضرت عزرائیل
علیہ السلام عقیدہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات آگ سے پیدا کر کے اُن کو ہماری نظروں سے پوشیدہ
کیا ہے اُن کو جن کہتے ہیں اُن میں نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں اُن کی اولاد بھی ہوتی ہے اُن سب
میں زیادہ مشہور شریر ابلیس یعنی شیطان ہے عقیدہ مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور
گناہوں سے بچتا ہے اور دُنیا سے محبت نہیں رکھتا اور پیغمبر صاحب کی ہر طرح خوب تابعداری

کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہوجاتا ہے ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ظہور میں آتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہوسکتیں ایسی باتوں کو کرامت کہتے ہیں عقیدہ ولی کتنے ہی بڑے درجے کو پہنچ جاوے مگر نبی کے برابر نہیں ہوسکتا عقیدہ خدا کا کیسا ہی پیارا ہوجاوے مگر جب تک ہوش و حواس درست ہیں شرع کا پابند رہنا فرض ہے نماز و روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی جو گناہ کی باتیں ہیں وہ اسکے لئے درست نہیں ہوجاتیں عقیدہ جو شخص شرع کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہوسکتا اگر اسکے ہاتھ سے کوئی اچنبھے کی بات دکھلائی دے یا وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی دھندا ہے اُس سے اعتقاد درست نہیں عقیدہ ولی لوگوں کو بعضی باتیں بھید کی سوتے یا جاگتے میں معلوم ہوجاتی ہیں اُسکو کشف و الہام کہتے ہیں اگر وہ شرع کے موافق ہے قبول ہے اور اگر خلاف ہے تو رد ہے عقیدہ اللہ و رسول نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتلادیں اب کوئی نئی بات نکالنا دین میں درست نہیں ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں بدعت بہت بڑا گناہ ہے البتہ بعض باریک باتیں دین کی جو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتیں پکے پکے اگلے عالموں نے اپنے علم کے زور سے قرآن و حدیث سے سمجھ کر دوسروں کو بھی بتلادیں ایسے لوگ مجتہد کہلاتے ہیں مجتہد بہت ہوئے چار انمیں بہت مشہور ہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمدؒ جسکو جس مجتہد سے زیادہ اعتقاد ہوا اُسکی پیروی کرلی ہندوستان میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی

کرنے والے زیادہ ہیں وہ حنفی کہلاتے ہیں اسی طرح نفس کے سنوارنے کے طریقے قرآن وحدیث کے
موافق ولی لوگوں نے اپنے دل کی روشنی سے سمجھ کر بتلائے ایسے لوگ شیخ کہلاتے ہیں شیخ بہت ہوئے
مگر انہیں چار زیادہ مشہور ہیں خواجہ معین الدین چشتی حضرت غوث الاعظم عبدالقادر شیخ شہاب الدین
سہروردی خواجہ بہاء الدین نقشبند جس مجتہد اور شیخ سے اعتقاد ہو اسکی پیروی کرکے دوسروں کو
برا سمجھنا درست نہیں اور پیروی مجتہد اور شیخ کی اسی وقت تک ہے جبتک انکی بات خدا ورسول
کے خلاف نہو اور اگر ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہو اسمیں پیروی نہیں **عقیدہ** اللہ تعالیٰ نے بہت سی
چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے جبریل علیہ السلام کی معرفت بہت سے پیغمبروں پر اتاریں تاکہ وہ
اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں بتلائیں انمیں چار کتابیں بہت مشہور ہیں توریت حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو ملی زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید ہمارے پیغمبر
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن مجید آخری کتاب ہے اب کوئی کتاب آسمان سے نہ آویگی قیامت تک
قرآن کا حکم چلتا رہیگا دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا
اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اسکو کوئی نہیں بدل سکتا **عقیدہ** ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کو
جس جس مسلمان نے دیکھا اسکو صحابی کہتے ہیں ان کی بڑی بڑی بزرگیاں آئی ہیں ان سب سے
محبت اور اچھا گمان رکھنا چاہئے اگر کوئی لڑائی جھگڑا انکا سننے میں آوے اس کو بھول چوک سمجھے
ان کی برائی نہ کرے ان سب میں سب سے بڑھکر چار صحابی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ
عنہ یہ پیغمبر صاحب کے بعد انکی جگہ بیٹھے اور دین کا بندوبست کیا اس لئے یہ اول خلیفہ کہلاتے ہیں
تمام امت میں یہ سب سے بہتر ہیں ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔
انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تیسرے خلیفہ ہیں ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ یہ چوتھے خلیفہ ہیں **عقیدہ** پیغمبر صاحب کی اولاد اور بیبیاں سب تعظیم کے لائق ہیں۔ اولاد میں
سب سے بڑا رتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا اور بیبیوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے **عقیدہ** ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کو سب

باتوں میں سچا سمجھے اور اُن کو مان لے اللہ و رسول کی کسی بات میں بھی شک کرنا یا اُسکو جھٹلانا یا اُس میں عیب نکالنا یا اُسکے ساتھ مذاق اُڑانا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے عقیدہ قرآن و حدیث کے کھلے کھلے مطلب کا نہ ماننا اور ایچ پیچ کر کے اپنے مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بددینی کی بات ہے عقیدہ گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے عقیدہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک اُسکو بُرا سمجھے اُس سے ایمان نہیں جاتا البتہ کمزور ہو جاتا ہے عقیدہ اللہ تعالی سے نڈر ہو جانا یا نا امید ہو جانا کفر ہے عقیدہ کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اُسکا یقین کرنا کفر ہے البتہ نبیوں کو وحی سے اور ولیوں کو کشف اور الہام سے اور عام لوگوں کو نشانیوں سے کوئی بات معلوم ہو سکتی ہے عقیدہ کسی کا نام لیکر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت جھوٹوں پر لعنت مگر جنکا نام لے کر اللہ و رسول نے لعنت کی ہے یا اُن کے کفر کی خبر دی ہے اُنکو کافر ملعون کہنا گناہ نہیں عقیدہ جب آدمی مرجاتا ہے اگر گاڑا جاوے تو گاڑنے کے بعد اور اگر نہ گاڑا جاوے تو جس حال میں ہو اُسکے پاس دو فرشتے جنمیں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں آکر پوچھتے ہیں تیرا پروردگار کون ہے تیرا دین کیا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں اگر مُردہ ایماندار ہوا تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے پھر اُسکے لئے سب طرح کی چین ہے اور نہیں تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں پھر اُسپر بڑی سختی ہوتی ہے اور بعضوں کو اللہ تعالی اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے مگر یہ باتیں مُردے کو معلوم ہوتی ہیں ہم لوگ نہیں دیکھتے جیسا سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اُسکے پاس بیٹھا ہوا بیخبر ہے عقیدہ مُردے کے لئے دعا کرنے سے کچھ خیر خیرات دیکر بخشنے سے اُسکو ثواب پہنچتا ہے اور اس سے اُسکو بڑا فائدہ ہوتا ہے عقیدہ اللہ و رسول نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتلائی ہیں سب ضرور ہونے والی ہیں امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے بادشاہی کرینگے کانا دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچاویگا اُسکے مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُترینگے اور اُسکو مار ڈالینگے یاجوج و ماجوج بڑے زبردست آدمی ہیں وہ تمام زمین پر پھیل پڑینگے

پھر وہ خدا کے قہر سے ہلاک ہونگے ایک عجیب طور کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کریگا مغرب کی طرف سے آفتاب نکلیگا قرآن مجید اٹھ جاویگا اور چند روز میں تمام مسلمان مرجاوینگے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جاویگی اور بہت باتیں ہونگی عقیدہ جب ساری نشانیاں پوری ہوجاینگی اب قیامت کا سامان شروع ہوگا حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے یہ صور ایک بہت بڑی چیز سینگ کی شکل ہے اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوینگے تمام مخلوقات مرجاوینگے اور جو مرچکے ہیں اُن کی روحیں بیہوش ہوجاویں گی مگر اللہ تعالیٰ کو جنکا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے ایک مدت اسی کیفیت پر گذرجائیگی عقیدہ پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام عالم دوبارہ پیدا ہوجاوے دوسری بار پھر صور پھونکا جاویگا اُس سے پھر سارا عالم موجود ہوجاویگا مُردے زندہ ہوجاوینگے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہونگے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جاوینگے آخر ہمارے پیغمبر صاحب سفارش کرینگے سب بھلے بُرے عمل تولے جاینگے اُن کا حساب ہوگا مگر بعضے بدون حساب جنت میں جاوینگے نیکوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جاویگا پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلاوینگے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا پلصراط پر چلنا ہوگا جو نیک لوگ ہیں وہ اُس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جاوینگے جو بد ہیں وہ اُس پر سے دوزخ میں گر پڑینگے عقیدہ دوزخ پیدا ہوچکی ہے اور اُس میں سانپ بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہونگے خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہینگے اور انکو موت بھی نہ آئیگی عقیدہ بہشت بھی پیدا ہوچکی ہے اور اُس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا

اور وہ اُس میں ہمیشہ رہینگے نہ اُس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مرینگے عقیدہ اللہ کو اختیار ہے کہ چھوٹے
گناہ پر سزا دیدے یا بڑے گناہ کو محض اپنی مہربانی سے معاف کردے اور بالکل اُسپر سزا نہ دے عقیدہ
جن لوگوں کا نام لے کر اللہ و رسول نے اُنکا بہشتی ہونا بتلادیا ہے اُن کے سوا کسی کے بہشتی ہونے
کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اللہ کی رحمت سے امید
کرنا ضروری ہے عقیدہ بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہشتیوں کو نصیب
ہوگا اُسکی لذت میں تمام نعمتیں ہیچ معلوم ہونگی عقیدہ دنیا میں جاگتی ہوئی ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ
کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے عقیدہ عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا بُرا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ
ہوتا ہے اُسی کے موافق جزا و سزا ہوتی ہے۔

فصل

قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا
تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا
مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ
خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ ان آیتوں سے بدعت اور
شرک اور رسوم جہل و اطاعت و موافقت شیطان کی بُرائی صاف صاف معلوم ہوئی چونکہ ان امور کے
ارتکاب سے توحید و رسالت کے عقیدہ میں خلل اور ایمان میں ظلمت و کدورت آجاتی ہے اس لئے
بعد ذکر عقاید اسلام کے مناسب ہوا کہ بعضے بُرے عقیدے اور بُری رسمیں اور بعضے بڑے بڑے گناہ
جو بکثرت رائج ہیں بیان کئے جاویں تاکہ لوگ آگاہ ہوکر اُن سے بچیں ان میں بعضی باتیں بالکل کفر
و شرک ہیں بعضی قریب کفر و شرک کے بعضی بدعت ضلالت بعضی مکروہ و معصیت غرض سب سے

اور زمان آخرت اسکی نہیں آتا ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

بچنا ضروری ہے پھر جب ان چیزوں کا بیان ہو چکے گا جن سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے اُسکے بعد ایمان کے شعبوں کا اجمالاً ذکر ہوگا کیونکہ ان سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے پھر گناہوں سے جو دنیا کا نقصان اور طاعات سے جو دنیا کا نفع ہوتا ہے اُسکو اجمالاً ذکر کرینگے جو دنیا کے نفع و نقصان کا لوگ زیادہ لحاظ کرتے ہیں شاید اسی خیال سے کچھ عمل کی توفیق اور گناہ سے پرہیز ہو۔ چونکہ سب کو دلائل لکھنے کی اس مختصر میں گنجایش نہ تھی اسلئے شہرت پر قلم انداز ہوئے۔

اشراک فی العلم

کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد کرنا کہ ہمارے سب حال کی اُسکو ہر وقت خبر ہے نجومی پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا یا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اُسکو یقینی سمجھنا یا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اُسکو خبر ہوگئی۔ کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف

کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا۔ کسی سے مرادیں مانگنا روزی اولاد مانگنا

اشراک فی العبادة

کسی کو سجدہ کرنا کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا کسی کے نام کی منت ماننا کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا خدا کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے قول یا رسم کو ترجیح دینا کسی کے روبرو جھکنا یا نقش دیوار کی طرح کھڑا رہنا جھنڈیں نکالنا تعزیہ علم وغیرہ رکھنا توپ پر بکرا چڑھانا کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا کسی کی دوہائی دینا کسی جگہ کعبے کا سا ادب و عظمت کرنا۔

اشراک فی العادة

کسی کے نام پر بچے کے کان ناک چھیدنا بالی پہنانا کسی کے نام کا پیسہ بازو پر باندھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا سہرا باندھنا چوٹی رکھنا بدھی پہنانا فقیر بنانا علی بخش حسین بخش وغیرہ نام رکھنا کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا کسی جانور پر کسی کا نام لگا کر اُسکا ادب کرنا محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا لال کپڑا نہ پہننا۔ بی بی کی صحنک مردوں کو نہ کھانے دینا عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا اچھی بُری

تاریخ اور دن کا پوچھنا نجومی رمال یا جسپر جن چڑھا ہو اُس سے کچھ باتیں پوشیدہ پوچھنا شگون لینا کسی مہینے کو منحوس سمجھنا کسی بزرگ کا نام بطور وظیفے کے جپنا یوں کہنا کہ اللہ و رسول چاہیگا تو فلانا کام ہوجاوے گا یا یہ کہیں کہ اوپر خدا نیچے تم کسی کے نام کی قسم کھانا کسی کو شاہنشاہ یا خداوند خدا ایگاں کہنا تصویر رکھنا خصوصًا کسی بزرگ کی تصویر برکت کیلئے رکھنا اور اُسکی تعظیم کرنا۔

بدعات القبور

قبروں پر دھوم دھام سے میلا کرنا کثرت سے چراغ جلانا عورتوں کا وہاں جانا چادریں ڈالنا پختہ بنانا بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا قبر کو بوسہ دینا یا طواف و سجدہ کرنا دین و دنیا کے ضروری کاروبار حرج کر کے درگاہوں کی زیارت کے لئے سفر و اہتمام کرنا وہاں گانا بجانا اونچی اونچی قبریں بنانا اُنکو منقش بنانا اُن پر پھول ہار ڈالنا اُس کی طرف نماز پڑھنا اسپر عمارت بنانا پتھر وغیرہ لکھ کر وہاں لگانا چادر شامیانہ نقارہ کھانا مٹھائی وغیرہ چڑھانا عرس کرنا یا عرسوں میں شریک ہونا

بدعات الرسوم

تیجا چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا باوجود ضرورت کے عورت کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھنا نکاح ختنہ بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت بھی نہ ہو مگر ساری خاندانی رسمیں بجالانا خصوصًا ناچ رنگ وغیرہ کرنا ہولی و دوالی کی رسمیں کرنا مرد کا مسی مہندی سُرخ کپڑے یا کثرت سے انگوٹھیاں چھلے پہننا سلام کی جگہ بندگی کورنش وغیرہ کہنا دیور جیٹھ پھوپھی زاد خالہ زاد بھائی کے روبرو بے محابا عورت کا آنا گگرا دریا سے گاتے بجاتے لانا راگ باجا سُننا بالخصوص اُسکو عبادت سمجھنا نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو کافی سمجھنا کسی کے نسب میں کسر ہو اسپر طعن کرنا پیشے کو ذلیل سمجھنا سلام کو بے ادبی سمجھنا یا خط میں بعد آداب کے آداب عبودیت لکھنا کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات باتیں ہندوؤں کی رسمیں کرنا دولھہ کو خلاف شرع پوشاک پہنانا آتشبازی ٹٹیاں وغیرہ کا سامان کرنا فضول آرایش کرنا بہت سی روشنی مشعلیں لیجانا دولھہ کا گھر کے اندر عورتوں کے درمیان جانا چوتھی کھیلنا مہر زیادہ مقرر کرنا کنگنا سہرا باندھنا غمی میں چلا کر رونا منہ اور سینا پیٹنا بیان کر کر رونا

استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا برس روز تک یا کم و بیش اُس گھر میں اچار نہ پڑنا کوئی خوشی کی تقریب نہ ہونا
مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا حد سے زیادہ زیب و زینت میں مشغول ہونا سادی وضع
کو معیوب جاننا مکان میں تصویریں لگانا مرد کو لباس ریشمی استعمال کرنا خاصدان عطردان وغیرہ چاندی
سونے کے استعمال کرنا عورت کو بہت باریک کپڑا پہننا یا بجتا زیور پہننا کفار کی وضع اختیار کرنا
میلوں میں جانا دھوتی لنہگا پہننا لڑکوں کو زیور پہنانا داڑھی منڈانا یا کٹانا یا چڑھانا شیطان کی
کھڈی یا چندیا کھلوانا مونچھ بڑھانا ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو
مردوں کی وضع اختیار کرنا محض زیب و زینت کے لئے دیوار گیری چھت گیری لگانا سیاہ خضاب
شگون ٹوٹکہ کرنا کسی چیز کو منحوس سمجھنا خدائی رات کرنا بدن گودنا سفید بال نوچنا شہوت سے گلے
لگنا یا ہاتھ ملانا کسم زعفران کا کپڑا مرد کو پہننا شطرنج گنجفہ وغیرہ کھیلنا خلاف شرع جھاڑ پھونک کرنا اور
اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں بطور نمونہ کے چند امور کا بیان کر دیا ہے اور انکو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے ۱۲

بعض کبائر

شرک خدا سے کرنا خون ناحق کرنا ماں باپ کو ایذا دینا عورت سے زنا کرنا یتیموں کا مال کھانا کسی عورت کو
جھوٹ تہمت زنا کی لگانا دو چند کافروں کی جنگ سے بھاگنا شراب پینا ظلم کرنا کسی کو پیچھے بدی سے یاد کرنا
کسی کے حق میں گمان بد کرنا اپنے تئیں غیروں سے اچھا جاننا خدا سے خوف نہ کرنا خدا کی رحمت سے
ناامید ہونا کسی سے وعدہ کر کے وفا نہ کرنا ہمسایے کی بہو بیٹی پر نظر بد کرنا کسی کی امانت میں خیانت کرنا
خدا کا کوئی فرض مثل نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج ترک کرنا قران شریف پڑھ کر بھلانا سچی گواہی چھپانا جھوٹی
گواہی دینا جھوٹ بولنا خصوصًا جھوٹی قسم کھانا جس سے کسی کا مال یا جان یا حرمت جاتی رہے
خدا کے سوا اور کسی کے نام کی قسم کھانا سوا سے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرنا جمعہ کی نماز ترک کرنا
ہمیشہ نماز ترک کرنا مسلمانوں کو کافر کہنا کسی کا گلہ سننا چوری کرنا ظالموں کی خوشامد کرنا بیاج یا رشوت
لینا جھوٹے مقدمے فیصل کرنا سودا لیتے دیتے کم تولنا مول چکا کر پیچھے زبردستی سے کم دینا لڑکوں سے
بُرا کام کرنا حیض کی حالت میں اپنی بی بی سے صحبت کرنا اناج کی گرانی سے خوش ہونا کسی غیر عورت

کے پاس تنہا بیٹھنا جانوروں سے جماع کرنا جوا کھیلنا کافروں کی رسمیں پسند کرنا نجومی کی باتوں کو سچا جاننا اپنی عبادت یا تقوی کا دعوی کرنا مُردے پر پیٹنا پکار کر رونا کھانے کو بُرا کہنا ناچ دیکھنا لوگوں کے دکھانے کو عبادت کرنا نفس کے خوش کرنے کو راگ باجا سننا کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا قدرت ہونے پر نصیحت ترک کرنا کسی سے مسخرگی کر کے بے حرمت کرنا کسی کا عیب ڈھونڈنا وغیرہ

شعب ایمانیہ

خدا پر ایمان لانا اُسکے غیر کو حادث جاننا اُسکے ملائکہ پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُسکے رسولوں پر اور تقدیر پر اور قیامت پر ایمان لانا حق تعالی سے محبت رکھنا اَوروں سے محبت یا بغض اللہ ہی کیواسطے رکھنا بلا دخل نفسانیت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا آپ کی تعظیم کا معتقد رہنا اور درود پڑھنا اسی تعظیم میں داخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اعمال کو خالص اللہ ہی کے واسطے کرنا اور ترک ریاء نفاق اخلاص ہی میں داخل ہے خدا سے خوف رکھنا اور اُس کی رحمت کا امیدوار رہنا اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنا اور احسانات ربانی کا شکر ادا کرنا اور عہد کو پورا کرنا اور ترک شہوت اور ہجوم مصائب میں صابر رہنا اور قضائے ربانی سے راضی رہنا اور تواضع اور فروتنی اختیار کرنا حیا کرنا اور توقیر بزرگ کی اور ترحم خورد پر اور گھمنڈ اور پندار کا ترک کرنا اور حسد اور کینہ کا ترک کرنا اور غضب ترک کرنا درحقیقت تواضع میں داخل ہے اور توحید ربانی کا ناطق رہنا یعنے لا الہ الا اللہ پڑھتے رہنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا کمتر رتبہ تلاوت کا دس آیتیں ہیں اور متوسط رتبہ سو آیتیں اور اس سے زیادہ تلاوت کرنا اعلی رتبے میں داخل ہے اور علم دین حاصل کرنا اور غیر کو علم سکھانا اور دعا کرنا اور ذاکر رہنا اور استغفار ذکر ہی میں داخل ہے اور لغو سے دور رہنا اور حسی اور حکمی طہارت کرنا اور پرہیز کرنا نجاستوں سے تطہیر ہی میں داخل ہے اور ستر کو چھپا رکھنا اور فرض اور نفل نماز پڑھنا اور اسی طرح فرض زکوۃ نفل صدقہ ادا کرنا اور لونڈی غلام کو آزاد کرنا اور سخاوت کرنا اور کھانا کھلانا اور ضیافت کرنا سخاوت ہی میں داخل ہے اور فرض و نفل روزہ رکھنا اور اعتکاف کرنا اور شب قدر کو تلاش

کرنا اور حج اور عمرہ اور طواف بیت اللہ کا کرنا اور فرار بالدین یعنی ایسے ملک اور صحبت کو چھوڑنا جہاں اپنا دین نہ قائم رہ سکے اور اسی میں ہجرت بھی داخل ہے اور نذر اللہ کو پورا کرنا اور قسم کو قائم رکھنا اور قسم وغیرہ کے کفاروں کو ادا کرنا نکاح کر کے پارسائی حاصل کرنا اور عیال کے حقوق کو ادا کرنا اور ماں باپ سے احسان اور سلوک کرنا اور اولاد کو تربیت کرنا اور ناتہ داروں کا حق ادا کرنا۔ اور لونڈی غلاموں کو مالکوں کی اطاعت کرنا۔ اور مالکوں کو لونڈی غلاموں پر مہربانی اور شفقت کرنا اور انصاف کے ساتھ حکومت پر قائم رہنا۔ اور جماعت مسلمین کا تابع رہنا۔ اور مسلمان حاکموں کی اطاعت کرنا۔ اور خلق میں اصلاح کرتے رہنا اور خوارج اور باغیوں سے قتال کرنا اصلاح بین الناس میں داخل ہے۔ اور امر نیک پر مدد کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اسی میں داخل ہے۔ اور حدود کو جاری رکھنا اور بشرط پائے جانے شرط کے اشاعت دین کرنا اور مرابطہ یعنی سرحد دار الاسلام کی محافظت کرنا اسی میں داخل ہے۔ اور امانت کا ادا کرنا اور خمس کا دینا ادائے امانت میں داخل ہے۔ اور قرض کسی حاجتمند کو دینا۔ اور پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا اور معاملہ اچھا رکھنا اور اپنا حق لینے میں سختی نہ کرنا حسن معاملہ میں داخل ہے۔ مال کا جمع کرنا حلال سے اور مال کا صرف کرنا اپنے موقع پر۔ اور ترک تبذیر و اسراف یعنی خلاف شرع بیہودہ طور پر مال کو برباد نہ کرنا انفاق فی الحق میں داخل ہے۔ اور سلام کا جواب دینا۔ اور چھینکنے والے کو دعائے خیر دینا۔ اور لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا۔ اور لہو و لعب سے پرہیز کرنا اور تکلیف کی چیز کو راہ سے ہٹا دینا۔

معاصی کے بعضے دنیوی نقصانات

علم سے محروم رہنا۔ رزق کم ہو جانا۔ خدائے تعالیٰ سے وحشت ہونا۔ آدمیوں سے وحشت ہونا خصوص نیک آدمیوں سے۔ اکثر کاموں میں دشواری پیش آنا۔ قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہونا۔ دل اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہو جانا۔ طاعت سے محروم رہنا۔ عمر گھٹنا۔ معاصی کا سلسلہ چلنا۔ ارادہ توبہ کا کمزور ہو جانا۔ چند روز میں معصیت کی برائی دل سے نکلجانا۔ دشمنان خدا کا وارث بننا افعال شنیعہ میں خدائے تعالیٰ کے نزدیک خوار ہو جانا۔ دوسری خلوق کو اسکا ضرر پہنچنا۔ اور اس وجہ سے انکا اس پر لعنت کرنا۔ عقل میں فتور ہو جانا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسپر لعنت ہونا۔ فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جانا۔ پیداوار وغیرہ میں کمی ہونا۔ حیا و غیرت کا

جاتا رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اسکے دل سے نکل جانا نعمتوں کا سلب ہونا۔ بلاؤں کا ہجوم ہونا۔ مدح و شرف کے القاب سلب ہو کر بجائے اُسکے مذمت اور ذلت کے خطاب ملنا شیاطین کا مسلط ہوجانا قلب کا پریشان رہنا مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا خدائے تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ مرنا۔

طاعات کے بعضے دنیوی منافع

رزق بڑھنا۔ طرح طرح کی برکت ہونا تکلیف و پریشانی دور ہونا مقاصد میں آسانی ہونا۔ زندگی بالطف ہونا۔ بارش ہونا ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا۔ اللہ تعالیٰ کا حامی و مددگار رہنا۔ فرشتوں کو حکم ہونا کہ ان کے قلوب کو قوی رکھو۔ سچی عزت ملنا مراتب بلند ہونا۔ دلوں میں محبت پیدا ہوجانا قرآن کا اسکے حق میں شفا ہونا مالی نقصان کا نعم البدل ملنا۔ روز بروز نعمت میں ترقی ہونا۔ مال بڑھنا قلب میں راحت و اطمینان پیدا ہونا۔ آئندہ نسل میں یہ نفع پہنچنا۔ زندگی میں غیبی بشارتیں نصیب ہونا مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا۔ حاجات میں مدد ملنا۔ تردوات کا رفع ہوجانا۔ حکومت باقی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کا غصہ فرو ہوجانا۔ عمر بڑھنا۔ افلاس و فاقہ سے بچنا۔ تھوڑی چیز میں زیادہ برکت ہونا

اعمال و عبادات

عمل[1] وضو اچھی طرح کرو گو کسی وقت نفس کو ناگوار ہو۔ عمل[2] ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرو عمل[3] تازہ وضو بہتر ہے اگرچہ پہلے سے وضو ہو عمل[4] مذی سے غسل واجب نہیں پیشاب کی طرح دھو کر وضو کرنا چاہئے عمل[5] وہم و شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جبتک یقیناً کوئی امر وضو توڑنیوالا واقع نہو عمل[6] اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا نماز کی ہیئت پر سو رہنے سے عمل[7] پیشاب پاخانہ کیوقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت مت کرو داہنے ہاتھ سے استنجا مت کرو تین کلوخ سے بلا ضرورت کم مت لو لید ہی اور ہڈی اور کوئلہ سے استنجا مت کرو عمل[8] پیشاب سے احتیاط نہ کرنے سے عذاب قبر ہوتا ہے عمل[9] سڑک پر یا سایہ میں پاخانہ مت پھرو عمل[10] پاخانہ میں جاتے وقت انگوٹھی جس میں اللہ رسول کا نام لکھا ہو باہر اتار دو عمل[11] میدان میں ایسی جگہ پاخانہ کو بیٹھو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اور دامن اُس وقت اٹھاؤ جب زمین سے قریب ہوجاؤ عمل[12] پیشاب ایسی جگہ کرو جہاں سے چھینٹ نہ آڑے اور کسی سوراخ میں پیشاب مت کرو شاید اُس میں سے کوئی موذی چیز نکل کر تم کو ایذا پہنچاوے عمل[13] پاخانہ پھرتے وقت پشت پر کوئی آڑ ہونا چاہئے اگر اور کچھ نہ ہو

تورت کا ڈھیر ہی لگالے عمل غسلخانہ میں پیشاب مت کرو اور پاخانہ تو اور بھی بیہودہ بات ہے عمل پاخانہ پھرتے وقت باتیں مت کرو عمل جب پاخانے میں جانے لگو یہ پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ جب نکل آؤ یہ پڑھو غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ عمل کلوخ کے بعد پانی سے بھی استنجا کرو عمل پیشاب کھڑے ہو کر مت کرو عمل حتے الامکان ہر نماز کے وقت مسواک کرو عمل جب سو کر اٹھو جب تک ہاتھ اچھی طرح نہ دھو لو پانی کے اندر نہ ڈالو عمل وضو میں ایڑی پر پانی پہنچانے کے لئے زیادہ اہتمام کرو عمل وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو اور داڑھی میں بھی خلال کرو عمل وضو میں اس طرح کے وہم مت کرو کہ خدا جانے پانی ناپاک تو نہیں فلاں عضو پر پانی پہنچا یا نہیں تین دفعہ دھو چکا ہوں یا نہیں عمل وضو میں پانی مت ضائع کرو عمل اگر انگوٹھی پہنے ہو اسکو ہلا لیا کرو عمل غسل اس طرح کرو پہلے دونو ہاتھ پاک کر لو پھر جو نجاست بدن پر لگی ہو اسکو دور کرو پھر وضو کرو پھر تین بار سر و حضو[?] پھر تمام بدن پر پانی ڈالو عمل غسل کے بعد پھر وضو کرنے کی ضرورت نہیں عمل حالت جنابت میں اگر سونا یا کھانا کھانا چاہے یا بی بی کے پاس دوبارہ جانا چاہے بہتر ہے کہ استنجا اور وضو کر لے لیکن اگر وضو نہ کیا تب بھی کوئی گناہ نہیں عمل جو پانی بہتا نہ ہو گو کتنا ہی زیادہ ہو بلا ضرورت اُس میں پیشاب نہ کرے عمل جو پانی دھوپ سے گرم ہو گیا ہو اُسکے استعمال سے اندیشہ برص کی بیماری کا ہے عمل جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے اور مُردے کو نہلا کر غسل کر لینا بہتر ہے

باب الصلوٰة

عمل نماز اچھے وقت پڑھو رکوع سجدہ اچھی طرح کرو خشوع و خضوع جسقدر ہو سکے بجا لاؤ عمل جب بچہ سات برس کا ہو جاوے اُسکو نماز کی تاکید کرو اور جب دس برس کا ہو جاوے تو مار کر پڑھواؤ عمل نماز خوب پابندی سے پڑھو عمل عشا سے پہلے سو مت اور عشا کے بعد باتیں مت کرو جلدی سے سو رہو تاکہ تہجد یا صبح کی نماز خراب نہ ہو عمل عصر کا وقت بہت نازک ہے اسکو تنگ مت کرو سویرے نماز پڑھ لیا کرو عمل اگر اتفاق سے سو گیا یا بھول گیا اور نماز قضا ہو گئی تو جس وقت آنکھ کھلے یا یاد آوے فوراً قضا پڑھ لے اُسکو دوسرے وقت پر نہ ٹالے البتہ اگر مکروہ وقت ہو تو اسکو گذر جانے دے عمل اذان کے بعد لوگوں کو مت بلاؤ اذان بلانے ہی کیواسطے

ہے البتہ سوتے ہوئے کو جگا دینا مضائقہ نہیں عمل ۳۹ بہتر یہ ہے کہ جو شخص اذان کہے اُسی کو تکبیر کہنے دیں
اُسکو ناراض کر کے دوسرا شخص تکبیر نہ کہنے لگے عمل ۴۰ سات برس تک اذان کہنے پر رہائی دوزخ کا وعدہ
آیا ہے عمل ۴۱ اذان اور تکبیر کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے عمل ۴۲ نماز کے لیئے دوڑ کر مت چلو سانس پھولنے
سے سکون قلب نہ رہیگا عمل ۴۳ جتنی دور سے مسجد میں نماز پڑھنے آوٴگے اُسیقدر ثواب زیادہ ملیگا عمل ۴۴
جب مسجد میں جانے لگو داہنا پاؤں پہلے نکالو اور یہ پڑھو اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب نکلنے لگو
بایاں پاؤں پہلے نکالو اور یہ پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ عمل ۴۵ مسجد میں جاکر بہتر ہے کہ دو رکعت
تحیۃ المسجد پڑھے بشرطیکہ مکروہ وقت نہو عمل ۴۶ مسجد میں شور و غل مت کرو کوئی بدبودار چیز مثل حقہ تمباکو لہسن
پیاز خام مولی کھاکر پی کر مت جاؤ وہاں تھوکنے کی احتیاط رکھو وہاں ریح مت نکالو فرشتوں کو تکلیف
ہوتی ہے کوئی چیز وہاں بیچو نہیں خرید و نہیں اُس میں خرافات اشعار مت پڑھو کسی کو مار پیٹ کی سزا مت دو
شاید پیشاب وغیرہ خطا ہو جاوے دنیا کی باتیں مت کرو عمل ۴۷ ایسے کپڑے سے یا ایسی جگہ میں نماز پڑھنا اچھا
نہیں کہ اُس کے نقش و نگار سے دل بارہ باٹ ہو جاوے عمل ۴۸ نماز کے روبرو کوئی آڑ ہونا ضرور ہے اگر کچھ نہ
ہو ایک لکڑی یا کوئی اونچی چیز رکھ لے اور اُس چیز کو داہنے یا بائیں ابرو کے مقابل رکھے تاکہ مشابہت
بُت پرستوں کے ساتھ نہ ہو جاوے عمل ۴۹ اگر امام ہو بہت ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ مقتدی ہر قسم کے ہیں کسی کو
تکلیف نہ ہو جسکی وجہ سے جماعت سے نفرت ہو جاوے عمل ۵۰ نماز میں رکوع و سجدہ اور تمام ارکان اطمینان
سے ادا کرو عمل ۵۱ نماز میں دامن سمیٹنا یا بال سنوارنا بُری بات ہے عمل ۵۲ نماز میں ہاتھ کے سہارے سے
مت اُٹھو عمل ۵۳ فرض پڑھ کر بہتر ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنن و نوافل پڑھے عمل ۵۴ نماز میں ادھر اُدھر
مت دیکھو اوپر نگاہ مت اُٹھاؤ حتی الوسع جمھائی کو روکو بار بار کنکر یاں مٹی برابر مت کرو پھونک مت مارو نماز
کے واسطے جاتے ہوئے بھی کوئی حرکت خلاف نماز مت کرو نگاہ سجدہ کی جگہ رکھو عمل ۵۵ جماعت کے ساتھ

نماز پڑھو جماعت چھوڑنے پر بڑی وعید آئی ہے البتہ کوئی توی عذر ہو تو جماعت معاف ہوجاتی ہے۔ عمل جب بھوک کا بہت غلبہ ہو یا پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو تو پہلے فراغت کرلو پھر نماز پڑھو عمل اگر امام ہو تو دعا میں سب مقتدیوں کو شریک کرلو یعنی سب کے لئے دعا کرو عمل جب مسجد میں اذان ہوجاوے وہاں سے ہرگز مت جاؤ البتہ اگر کسی مختصر ضرورت سے جاکر مثلاً پھر لوٹ آؤ مضائقہ نہیں عمل صف کو خوب سیدھی کرو اور خوب ملکر کھڑے ہو اور پہلے اول صف پوری کرلو پھر دوسری پھر تیسری اور امام کے دونوں طرف برابر مقتدی ہونا چاہئے عمل اگر اکثر مقتدی کسی وجہ معقول سے امام سے ناخوش ہوں اسکو امامت کرنا چاہئے عمل امامت میں بہانہ مت کرو کہ ہر شخص دوسرے پر ٹالے اور اپنی جان بچاوے یہ علامات قیامت سے ہے عمل اگر امام ہو مقتدیوں سے اونچی جگہ مت کھڑے ہو عمل امام سے پہلے رکوع سجدہ یا اور کوئی فعل مت کرو عمل اگر جماعت میں ایسے وقت آؤ کہ امام مثلاً سجدہ یا قعدہ میں ہو تو اسکے کھڑے ہونے کا انتظار مت کرو فوراً شریک ہوجاؤ عمل تہجد پڑھنے کی کوشش کرو اسکی بڑی فضیلت ہے عمل نوافل و وظائف کی اتنی کثرت مت کرو جسکا نباہ نہ ہوسکے عمل جب نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ یا نیند زور کی آنے لگے تو ذرا آرام لے لو پھر نماز میں مشغول ہو عمل جب بستر پر سونے کے لئے لیٹو وضو کرلو اور اللہ اللہ کرتے سوجاؤ عمل گھر میں بھی کچھ نفلیں پڑھنے کا معمول رکھو عمل جمعے کے روز درود شریف کی کثرت کرو عمل جمعے میں نہا دھو کر کپڑے بدل کر خوشبو لگا کر سویرے جاؤ اور لوگوں کی گردن پر سے مت پھاندو کسی کو اٹھا کر اسکی جگہ مت بیٹھو زبردستی دو آدمیوں کے بیچ میں گھسکر مت بیٹھو خطبے میں باتیں مت کرو ایسی طرح مت بیٹھو کہ نیند آوے اگر نیند غالب ہو جگہ بدل ڈالو عمل جب سورج یا چاند کو گہن لگے اسوقت نماز پڑھو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو خیرات کرو استغفار کرو اگر غلام پاس ہو اسکو آزاد کرو عمل عیدگاہ میں ایک راستے سے جاؤ دوسرے سے آؤ عمل جس شخص کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو مستحب ہے کہ

۵۷ من رای ہلال ذی الحجۃ واراد ان یضحی فلا یاخذ من شعرہ ولا من اظفارہ ۱۲ مسلم

بقر عید کا چاند دیکھ کر خط و ناخن نہ بنوا دے جب تک قربانی نہ کرلے عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے بھی قربانی کیا کرو تو اچھا ہے اس سے محبت بڑھتی ہے عمل تازہ بارش میں برکت ہوتی ہے اُسکو اپنے بدن پر لینا بہتر ہے عمل استسقا کے لئے اگر نکلیں میلے کچیلے کپڑے ہوں عاجزی زاری کرتے ہوئے جاویں

کتاب الجنائز

عمل جب آدمی مرنے لگے اُسکے پاس بیٹھ کر باواز بلند کلمہ توحید پڑھنے ہو عمل کفن نہ بالکل کم قیمت نہ بہت بیش قیمت متوسط درجے کا دو عمل اگر بڑی مصیبت صدمہ یاد آجاوے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھو جیسا ثواب پہلے ملا تھا ویسا ہی پھر ملے گا عمل رنج کی کیسی ہی خفیف بات ہو اُسپر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھو تو ثواب ملیگا عمل گاہ بگاہ مقابر میں جایا کرو اس سے دُنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے خصوصًا والدین کی قبر پر جمعے کو جانا بہتر ہے

کتاب الزکوٰۃ والصدقہ

عمل زکوٰۃ پیشگی بھی دینا درست ہے عمل پہننے کے زیور اور گوٹے ٹھپے میں بھی زکوٰۃ ہے عمل زکوٰۃ حتے الامکان ایسے لوگوں کو دو جو مانگتے نہیں آبرو لئے گھر میں بیٹھے ہیں عمل تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ جو توفیق ہو دیدو عمل یوں نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دیکر تمام حقوق سے سبکدوش ہو گئے مال میں اور بھی حقوق ہیں جو وقوع ضرورت کے وقت ادا کرنے پڑتے ہیں عمل عزیز قریب کو صدقہ دینے سے دو ثواب ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحم عمل اگر پڑوسی غریب ہوں تو شوربا بڑھا دیا کرو اور اُن کو بھی پہنچایا کرو عمل سائل کو کچھ دیدیا کرو خواہ کتنا ہی قلیل ہو عمل بی بی شوہر کے مال سے محتاج کو اتنا دے سکتی ہے جسمیں اگر شوہر کو اطلاع ہو تو اُسکو ناگوار نہ ہو عمل جو چیز کسی کو خیرات دو اور وہ اُس کو فروخت کرتا ہو تو بہتر ہے کہ تم اُسکو اُس سے مت خریدو شاید تمہاری رعایت کرے تو گویا یہ ایک طرح کا صدقے کو واپس کرنا ہے

کتاب الصوم

عمل[۹۳] روزے میں فحش بات مت کرو شور و غل مت مچاؤ جو کوئی لڑے بھی کہدو کہ میاں ہمارا روزہ ہے ہم کو معاف کرو عمل[۹۴] چاند دیکھ کر ہرگز اٹکل مت کرو کہ یہ فلاں دن کا ہے اُسکے حساب سے آج فلاں تاریخ ہے جب لوگوں نے دیکھا ہو جب ہی سے حساب شروع ہوگا عمل[۹۵] عورت نفل روزہ بدون اجازت شوہر کے نہ رکھے جبکہ وہ گھر پر موجود ہو عمل[۹۶] کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرو عمل[۹۷] اگر روزے میں کوئی دعوت کرے اُسکا جی خوش کرنے کو اُسکے گھر چلے جاؤ اور وہاں جا کر اُسکے لئے دعا کرو اور اگر روزہ نہ ہو تو کھانا بھی کھالو عمل[۹۸] جب رمضان شریف کے دس دن باقی رہ جاویں عبادت میں کسی قدر زیادہ کوشش کرو۔

باب تلاوۃ القرآن

عمل[۹۹] اگر قرآن شریف اچھی طرح نہ چلے گھبرا کر چھوڑ مت دو پڑھے جاؤ ایسے شخص کو دوہرا ثواب ملتا ہے عمل[۱۰۰] سوتے وقت قل ہو اللہ قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں دم کر کے جہاں تک ہاتھ پہنچیں بدن پر پھیر کر سو رہا کرو تین بار اسی طرح کرو عمل[۱۰۱] اگر قرآن پڑھا ہو اُسکو ہمیشہ پڑھتے رہو ورنہ اُسکو بھول جاؤ گے اور سخت گنہگار ہوگے عمل[۱۰۲] جب تک جی لگے قرآن پڑھو جب طبیعت الجھنے لگے موقوف کر دو مگر یہ اُس شخص کیلئے ہے جو تلاوت کا عادی ہو ورنہ خلاف عادت کام کرنے سے ضرور طبیعت گھبراتی ہے اسکا خیال نہ کرے اور بتکلف عادت ڈالے جب عادت ہو جاوے پھر اُسکے لئے وہی حکم ہے جو اوپر گذرا عمل[۱۰۳] قرآن مجید اس طرح پڑھو کہ تمہارے لہجے سے معلوم ہو کہ یہ خدا تعالیٰ سے ڈر رہا ہے بڑی خوش آوازی یہ ہے۔

باب الدعاء والذکر والاستغفار

عمل[۱۰۴] دعا میں ان امور کا لحاظ رکھو خوب شوق و رغبت سے مانگو گناہ کی چیز مت مانگو اگر قبولیت میں دیر ہو تنگ ہو کر چھوڑ مت دو قبولیت کا یقین رکھو عمل[۱۰۵] غصے میں آکر اپنے مال اولاد و جان وغیرہ کو بد دعا مت دو کہ شاید وہ قبولیت کی گھڑی ہو اور اُسی طرح ہو جاوے عمل[۱۰۶] جب کہیں بیٹھو لیٹو دنیا کی باتیں کرو [illegible]

اللہ ورسول کا ذکر درود شریف تھوڑا ہی سہی ضرور کیا کرو مجلس خالی نہ رہنے پائے ورنہ وہ مجلس وبال ہے
عمل اکثر اوقات عقد انامل سے شمار وظیفہ کی رکھو تسبیح بھی جائز ہے عمل استغفار کی کثرت رکھو سب
مشکلیں اس سے آسان ہونگی اور جہان سے شان گمان نہ ہوگا روزی ملیگی عمل اگر شامت نفس سے
گناہ ہوجاوے تو یہ سمجھ کر توبہ میں دیر مت لگاؤ کہ شاید ہماری توبہ قایم نہ رہے اور پھر گناہ ہوجاوے بلکہ
فوراً توبہ صدق دل سے کرو اگر اتفاقاً توبہ ٹوٹ جاوے پھر توبہ کرلو عمل بعضی دعائیں خاص حالات و
خاص اوقات کی مذکور ہوتی ہیں سوتے وقت یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی
جاگتے وقت یہ پڑھو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ صبح کو یہ دعا پڑھو
اَللّٰھُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ نَحْیٰی وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ النُّشُوْرُ اور شام کو یہ دعا
پڑھو اَللّٰھُمَّ بِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْیٰی وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ النُّشُوْرُ بی بی کے پاس
جانے وقت یہ دعا پڑھو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا لشکر کفار پر بددعا کرنا
ہو یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اَللّٰھُمَّ اھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ کسی کے
مہمان ہو کھانے پینے سے فارغ ہو کر میزبان کے لئے یوں دعا کرو اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ
وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ
رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰہُ کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھو تم کو اللہ تعالیٰ اُس مصیبت سے محفوظ رکھیں گے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا جب کوئی تم سے
رخصت ہونے لگے اُس سے اس طرح کہو اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ کسی کو
نکاح کی مبارکبادی دو اس طرح کہو بَارَكَ اللّٰہُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَیْكَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ جب کوئی
مصیبت آوے یہ پڑھو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

باب الحج والزیارۃ

عمل جسکو حج کرنا ہو جلد ہی چل دینا چاہئے خدا جانے کیا موانع پیش آجاویں عمل کافی خرچ لیکر
حج کو جانا چاہئے عمل حج کرکے اگر استطاعت ہو مدینۂ طیبہ جاکر روضۂ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہو

عمل اگر اسقدر روپیہ پاس ہے کہ حج کر سکتے ہو مگر مدینہ منورہ نہیں جا سکتے تو حج فرض ادا کرنا پڑیگا پھر جب وسعت ہو مدینہ طیبہ چلے جاؤ یہ نہیں کہ حج بھی نہ کرو عمل حاجی جبتک اپنے گھر نہ آوے اسکی دعا قبول ہوتی ہے اگر اُس سے ملاقات ہو اسکو سلام کرو اُس سے مصافحہ کرو اپنے لیئے دعا استغفار کراؤ۔

یمین و نذر

عمل غیر اللہ کی قسم کبھی مت کھاؤ جیسے بیٹے کی باپ کی یا اور کسی مخلوق کی اور جس شخص کو ایسی عادت پڑگئی ہو اور مُنہ سے نکل جاتا ہو تو فوراً کلمہ پڑھے عمل اس طرح کبھی قسم مت کھاؤ کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو بے ایمان ہو جاؤں اگرچہ سچی ہی ہو اور جھوٹ میں ایسی قسم تو اور بھی غضب ہے عمل اگر غصے میں ایسی قسم مُنہ سے نکل گئی جسکے پورا کرنے میں کوئی بات خلاف شرع لازم آتی ہے مثلاً یہ کہ باپ سے نہ بولوں گا یا مانند اسکے ایسی قسم کو توڑ دو اور کفارہ دو اور یہ خیال نہ کرو کہ قسم توڑنے سے گناہ ہوگا کیونکہ نہ توڑنے سے زیادہ گناہ ہوگا عمل کسی کا حق مارنے کے لیئے پھیر سے قسم مت کھاؤ صاحب حق جو مطلب سمجھے گا اُسی پر قسم ہوگی عمل مصیبت میں پھنس کر منت ماننا اور ویسے کبھی چھوٹی کوڑی اللہ کے نام نہ دینا نہایت کنجوسی کی دلیل ہے اور گویا نعوذ باللہ اللہ میاں کو پھسلانا ہے ؎

زنہار ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبی را بدرودے

معاملات و سیاسات

معاملہ سب سے بہتر کسب دستکاری ہے انبیا علیہم السلام نے دستکاری کی ہے معاملہ زانیہ کی خرچی اور جھوٹے تعویذ گنڈے فال کھلائی وغیرہ کا نذرانہ سب حرام ہے آجکل کے پیر زادے اور سیانے ان دونوں بلاؤں میں مبتلا ہیں نذریوں سے خوب نذرانے لیتے ہیں اور خود واہی تباہی تعویذ گنڈے کرتے ہیں فال کھولتے ہیں اور لوگوں کو ٹھگتے ہیں معاملہ مانگنے کا پیشہ سب سے بدتر اور ذلیل اور گناہ ہے اس سے تو گھاس کھودنا لکڑی کا ٹکر بیچنا ہزار درجہ بہتر ہے معاملہ اگر ایسی ہی سخت مصیبت پڑ جاوے اور بدون مانگے کسی طرح بن ہی نہ پڑے تو لاچاری کی بات ہے اُس میں بھی بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مانگے جو نیکبخت و خدا

عالی ہمت بلند حوصلہ ذی استطاعت ہوں کہ پھر کسی قدر کم ذلت ہے معاملہ اگر بدون حرص و طلب کہیں سے کچھ ملے اسکے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اُس میں سے کھائے کھلائے اللہ واسطے بھی دے معاملہ جو چیز شرع میں حرام ہے اُس میں ایر پھیر کر کے حیلہ و تاویل مت کرو اللہ تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے معاملہ مفت خواری سے یہ بہتر ہے کہ عالی ہمتی سے کمائے اور دوسروں کی خدمت کرے البتہ جو لوگ خدمت دین میں مشغول ہیں کہ اگر طریق معیشت کو اختیار کریں وہ دینی کام برباد ہو جاوے ایسے لوگوں کو ترک اسباب جائز بلکہ بعض اوقات اولیٰ ہے اُن کی خدمت عام مسلمانوں کے ذمے ہے معاملہ جس چیز میں طبیعت صاف نہو دل کھٹکتا ہو وہ چھوڑ دینے کے قابل ہے معاملہ جس پیشے میں ہر وقت نجاسات کے ساتھ تلبس رہتا ہو جیسے بھنگی کا کام کرنا پچھنے لگانا ایسے پیشے اور کمائی سے بچنا چاہیئے معاملہ جو چیز گناہ کا آلہ بنائی جاوے اسکو مت بیچو معاملہ ہمارے زمانے میں روپیہ پیسہ بڑے کام کی چیز ہے اسکی قدر کرنا چاہیئے اور وجہ حلال سے کمانے میں عار نہ کرے گو عرف میں نام دھرا جاوے معاملہ جس طریقے سے آدمی کی بسر ہوتی ہو بلا ضرورت شدیدہ اُسکو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار نہ کرے معاملہ خرید و فروخت اور اپنے حق کے مطالبے کے وقت نرمی برتے تنگ گیری اچھی نہیں معاملہ سودا بیچنے کیلئے بہت قسمیں مت کھاؤ اُس میں ایک آدھ جھوٹ بھی نکلجاتا ہے پھر برکت مٹ جاتی ہے معاملہ تجارت بہت عمدہ چیز ہے امانت و راستی اُسکا جزو اعظم ہے اس سے دنیا میں اعتبار ہوتا ہے اور آخرت میں انبیاء و صدیقین و شہدا کی ہمراہی نصیب ہوتی ہے معاملہ معمول رکھو کہ منافع تجارت سے کچھ خیر خیرات نکالتے رہا کرو۔ بعض باتیں ناہموار تجارت میں ہو ہی جاتی ہیں خیر خیرات سے کسی قدر اُسکے وبال میں تخفیف ہو جاتی ہے معاملہ اگر تمہارے سودے میں یا داموں میں کچھ عیب ہے ہرگز اُسکو پوشیدہ مت کرو صاف کہدو اُسکے چھپانے سے برکت مٹ جاتی ہے معاملہ سود کا لین دین تحریر گواہی کچھ مت کرو سب پر لعنت آئی ہے معاملہ جو چیزیں کہ ناپ تول کر بکتی ہیں اور وہ ایک طرح کی ہیں جیسے گیہوں گیہوں اُسکے مبادلے میں دو باتیں ضرور ہیں ایک یہ کہ برابر سرابر ہو اگرچہ اعلیٰ ادنیٰ کا تفاوت ہو دوسرے یہ کہ دست بدست ہو اگر ایک امر میں بھی خلاف ہوا تو سود ہو جاویگا اور اگر ناپ تول کر بکتی ہیں مگر جنس الگ الگ ہے جیسے گیہوں اور جو اسمیں کمی بیشی برابر سرابر ہونا ضرور نہیں مگر دست بدست ہونا ضرور رہا اور اگر جنس تو ایک ہے مگر ناپ تول کر نہیں بکتی جیسے بکری بکری تب بھی برابر سرابر ہونا ضرور نہیں اور اگر نہ جنس ایک ہے

نہ ناپ تول کر بکتی ہے جیسے گھوڑا اور اونٹ اُسوقت نہ برابر سرابر ہونا ضرور ہے نہ دست بدست ہونا ضرور
ہے۔ یہ فقہ حنفی کے موافق سود کی تفصیل ہے **فرع** آج کل جو زیور خریدا یا بنوایا جاتا ہے اُس میں اکثر
بوجہ تفاوت نرخ کے برابر سرابر بھی نہیں لیا جاتا اور اکثر اودھار بھی رہ جاتا ہے یہ بالکل سود ہے ایسی
صورت میں جس طرف چاندی کم ہے اُس میں کچھ پیسے بھی ملائے جاویں چاندی چاندی برابر ہو جاویگی
زائد چاندی کے عوض میں پیسے ہو جاوینگے اور اُدھار کی اگر ضرورت ہو تو صاحب معاملہ ہی سے جداگانہ
قرض لیکر اس معاملے کو طے کر لیں پھر اسکا قرض بعد میں ادا کر دیں **فرع** اکثر ایسا کرتے ہیں کہ روپیہ
دیکر آٹھ آنے پیسے اب لے لئے اور آٹھ آنے ایک گھنٹے کے بعد لے لئے یہ بھی جائز نہیں اگر
ایسی ہی ضرورت ہو تو روپیہ امانتہً اُسکے پاس رکھا دیں جب اُسکے پاس پورے پیسے آجاویں تب یہ معاملہ
مبادلے کا کریں **معاملہ** اگر تم خراب گیہوں کے عوض میں اچھے گیہوں لینا چاہتے ہو اور دوسرا شخص برابر
سرابر نہیں دیتا تو یوں کرو کہ اپنے گیہوں ایک روپیہ کو مثلاً اُسکے ہاتھ بیچ ڈالو پھر جتنے گیہوں وہ تم کو
دے وہ اس روپیہ کے عوض میں جو اُسکے ذمے تمہارا قرض ہے اُس سے خرید لو **معاملہ** اگر چاندی یا
سونے کا جڑاؤ زیور یا جس میں اور کوئی چیز ملی ہو چاندی یا سونے کے بدلے میں یعنی چاندی کا زیور چاندی
کے بدلے اور سونے کا زیور سونے کے بدلے خریدنا یا بیچنا چاہو تو یہ مبادلہ اُس وقت ہے جب زیور میں
چاندی یا سونا یقیناً کم ہو اور داموں کی چاندی یا سونا زائد ہو اگر برابر یا زائد ہونے کا گمان ہو تو درست نہیں
معاملہ اگر کوئی شخص تمہارا مقروض ہو اور اسی حالت میں وہ تم کو ہدیہ دے یا دعوت کرے اگر پہلے سے یہ
راہ و رسم باہمی جاری نہ ہو تو ہرگز مت قبول کرو اسی سے رہن کی آمدنی کا حال معلوم کرو کیونکہ راہن تمہارا قرضدار
ہے اور قرض کے دباؤ میں تمکو انتفاع کی اجازت دیتا ہے تو وہ کس طرح حلال ہوگا **معاملہ** بعض لوگ کوئی
چیز خاص ایک معین مقدار روپیہ سے خرید کرتے ہیں اور جب قیمت نہیں بن پڑتی تو اُس چیز کو اُسی بائع
کے ہاتھ کچھ کم قیمت میں بیچ ڈالتے ہیں سو چونکہ بائع کو اس بچت کا کوئی حق نہیں اسلئے یہ داخل سود
ہو کر ممنوع ہو گیا البتہ اگر ایسی ضرورت پیش آوے تو اسکی تدبیر یہ ہو کہ اصل بائع تھوڑی دیر کے لئے
مشتری کو بقدر قیمت قرار داد سابق روپیہ بطور قرض دیدے اور مشتری اس روپیہ کو اصل قیمت میں ادا کر دے

اسکے بعد وہ چیز کم قیمت میں بائع کے ہاتھ بیچ ڈالے اور جو باقی رہے وہ اُسکے ذمّے قرض رہیگا مثلاً دس روپیہ کو تم نے ایک گھڑی خریدی اور جب روپیہ کا بندوبست نہ ہوسکا تو اُسی بائع کے ہاتھ قرض کرو کہ آٹھ روپیہ کو بیچ ڈالی یہ معاملہ سود اور ناجائز ہے ضرورت پڑے تو یوں کرو کہ دس روپے بائع سے قرض لیکر پہلے گھڑی کی قیمت ادا کردو اب وہ گھڑی اُسکے ہاتھ جتنی کمی پر چاہو بیچو جتنے کو بائع نے خریدا اُتنا قرض تو ابھی ادا ہوگیا اور باقی تمہارے ذمے رہا معاملہ[24] جبتک پھل کام میں آنے کے لائق نہ ہو اُسکا خریدنا بیچنا ممنوع ہے کیونکہ معلوم نہیں پھل رہے یا جاتا رہے معاملہ[25] صرف بیجک آنے پر مال مت فروخت کرو جبتک تمہارے قبضے میں نہ آجاوے اور جب بائع کے قبضے میں آجاوے تو بیجک دیکھکر مشتری کو خریدنا درست ہے مگر جب مال کو دیکھے اُسوقت اختیار رہے خواہ معاملہ رکھے یا انکار کردے معاملہ[26] بنجارہ کچھ غلہ لایا اُسکو شہر میں آنے دو اُسوقت خرید کرو شہر سے باہر ہی باہر جاکر معاملہ کرلینا اچھا نہیں اس میں کبھی تو اُسکو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ شہر میں اس نرخ کو فروخت نہ ہوگا اور شہر والوں کا بھی اس میں نقصان ہے کہ سب اسکے محتاج ہوگئے جتنے کو چاہے فروخت کرے اور ایک آدمی اگر سودا چکا تا ہو اور ابھی بائع نے اُسکو نامنظور نہیں کیا بلکہ منظوری و نامنظوری دونو کا احتمال ہے تو تم جاکر اُسکے سودے کو خراب کرکے خود مت لینے لگو البتہ جب وہ صاف انکار کردے اُسوقت خریدنے میں مضائقہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نیلام میں کسی کی بولی پر بولی بولنا کچھ ڈر نہیں کیونکہ خود بائع نے ابھی اُس بولی کو منظور نہیں کیا اور کسی کو دھوکہ دینے کو چیز کے دام مت بڑھاؤ کہ دوسرا آدمی اور زیادہ بولی بولدے اور وہ چیز اُسکے گلے پڑجائے اور کوئی دیہاتی اپنی چیز شہر میں فروخت کرنے آوے سو خواہ مخواہ خیرخواہی جتلانے کو اُسکو بیچنے سے مت روکو کہ میاں ہمارے پاس رکھ جاؤ ہم موقع پر گراں قیمت سے بیچ دینگے بلکہ اُسکو بیچنے دو شہر والوں کو کسی قدر کفایت سے ملجاوے گی البتہ اگر اُسکا صریح نقصان ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں اگر گائے بکری بیچنا ہو خریدار کو دھوکہ دینے کی غرض سے ایسا مت کرو کہ کئی وقت دودھ نہ نکالو تاکہ تھن کو دودھ سے بھرا دیکھ کر خریدار دھوکے میں آجاوے اور زیادہ دام کو خرید کرکے پیچھے پچھتاوے معاملہ[27] خود رو گھاس کا بیچنا درست نہیں اگرچہ تمہاری مملوک زمین میں کھڑی ہو اسی طرح پانی معاملہ[28] کوئی

ایسی کارروائی مت کرو جس سے خریدار کو دھوکہ ہو معاملہ اگر کوئی مصیبت زدہ اپنی ضرورت کو کوئی چیز بیچتا ہو تو اسکو صاحبِ ضرورت سمجھ کر مت دباؤ اور اس چیز کے دام مت گراؤ یا تو اسکی اعانت کرو یا مناسب قیمت سے اسکو خرید لو معاملہ جو چیز تمہاری ملک و قبضے میں نہ ہو اسکا معاملہ کسی سے مت ٹھیراؤ اس امید پر کہ ہم بازار سے خرید کر اسکو دیدینگے معاملہ رہن میں یہ شرط ٹھیرانا کہ اگر اتنی مدت تک زرِ رہن ادا نہو تو اسی کو بیع سمجھا جاوے باطل ہے اور مدت گذرنے پر بیع نہوگی معاملہ ناپ تول میں دغابازی مت کرو معاملہ اگر کوئی چیز بطور بدنی کے خریدی اور فصل پر بائع سے وہ چیز نہ بن پڑی تو جتنا روپیہ اسکو دیا تھا واپس لے لو نہ زیادہ روپیہ لینا درست ہے اور نہ اس روپیہ کے بدلے اور کوئی چیز خریدنا درست ہے البتہ اپنا روپیہ لے کر پھر اس سے جو چاہو خرید لو معاملہ غلہ ارزاں خرید کر گراں بیچنا درست ہے مگر جب مخلوق کو تکلیف ہونے لگے اسوقت زیادہ گرانی کا انتظار کرنا حرام اور موجبِ لعنت ہے معاملہ حاکم کو اختیار نہیں ہے کہ زبردستی نرخ مقرر کرے البتہ تاجر کو فہمائش اور صلاح دینا مناسب ہے معاملہ اگر تمہارا دیندار غریب ہو اسکو پریشان مت کرو بلکہ مہلت دو یا جزو یا کل معاف کرو واللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی سختی سے نجات دینگے معاملہ تم کسی کے دیندار ہو تو خراب چیز سے اسکا حق مت ادا کرو بلکہ اس کی ہمت رکھو کہ اسکے حق سے بہتر اسکو ادا کیا جاوے مگر معاملے کے وقت یہ معاہدہ جائز نہیں معاملہ اگر تمہارے پاس دینے کے واسطے ہے اسوقت ٹالنا ٹالنا بڑا ظلم ہے معاملہ اگر تمہارا مدیون تمکو دوسرے سے دلا دینا کرا دے اور اس سے تم کو وصول ہونے کی بھی امید ہو تو خواہ مخواہ ضد میں آکر اسی کو دق مت کئے جاؤ بلکہ اس حوالے کو منظور کر لو معاملہ حتے الامکان کسی کے مدیون مت بنو اور اگر بضرورت مدیون ہونا پڑے تو اسکے ادا کی فکر رکھو بے پرواہ مت بنجاؤ اور اگر دائن تم کو کچھ کہے سنے صبر کرو اسکا حق ہے معاملہ اگر تم کو وسعت ہو تو کسی مدیون کی طرف سے اسکا دین ادا کر دیا کرو معاملہ سودا جھکتا تول کر دیا کرو معاملہ جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ اسکو دعا بھی دیا کرو اور اسکا شکریہ ادا کرو معاملہ شرکت میں دونو ساجھیوں کو امانت دیانت سے رہنا چاہئے ورنہ پھر برکت سلب ہونے لگتی ہے معاملہ امانت میں ہرگز خیانت مت کرو معاملہ جو معاملہ ظلم سے دوسرے

کسی کی وجاہت کے لحاظ سے کسی کی شرما شرمی سے وصول ہو وہ حلال نہیں ہے چندہ جمع کرنے والو ذرا اسکو اچھی طرح غور کر لیجیو حلال وہی مال ہے جو بالکل طیب خاطر سے دیا جاوے معاملہ ہنسی ہنسی ہیر کسی کی چیز اٹھاکر چیز والے کو پریشاں مت کرو خصوصًا جبکہ یہ نیت ہو کہ اگر معلوم ہو گیا تو ہنسی ہے ورنہ خورد برد کر دینگے اور جو ہنسی میں اٹھالی تو جلدی واپس کر دو معاملہ پڑوسی کی رعایت کیا کرو خفیف باتوں میں اس سے مسامحت کرو مثلاً تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے اور تمہارا کوئی نقصان بھی نہ ہو تو اجازت دیدو معاملہ اگر کوئی گھر یا زمین بے میل ہونے کی وجہ سے فروخت کرو تو مصلحت یہ ہے کہ جلدی سے اسکا دوسرا مکان یا زمین خرید کر لو ورنہ روپیہ رہنا مشکل ہے یوں ہی اڑ جائیگا معاملہ جس درخت کے سائے میں آدمیوں کو جانوروں کو آرام ملتا ہو اور وہ تمہارے ملک میں بھی نہیں ہے تو اسکو مت کاٹو کہ جانداروں کو تکلیف ہو گی اس سے عذاب ہوتا ہے معاملہ بکریاں چرانا پیغمبروں کا طریقہ ہے معاملہ مزدور سے کام لیکر اسکی مزدوری دینے میں کوتاہی مت کرو اس مقدمے میں سرکار عالی مدعی ہونگے معاملہ عہد کر کے خلاف مت کرو خصوصًا جبکہ اس میں اللہ تعالی کے نام کا واسطہ ہو اس مقدمہ میں بھی سرکار عالی مدعی ہونگے معاملہ اکثر ایام قحط میں بعض لوگ اپنی اولاد کو یا بعضے ظالم دوسروں کے بچوں کو بیچ ڈالتے ہیں انکا بیچنا یا خرید کر غلام سمجھنا سب حرام ہے اس مقدمے میں بھی سرکار عالی مدعی ہونگے معاملہ جو جھاڑ پھونک شرع کے موافق ہو اسپر کچھ نذرانہ لینا جائز ہے معاملہ اگر کھانا پکانے کو کسی کو آگ دیدے تو ایسا ثواب ہے جیسا کہ وہ کھانا دیدیا جو اس آگ سے پکا ہے اسی طرح نمک دیدینے کا ثواب ہے معاملہ جہاں پانی بکثرت میسر ہو وہاں کسی کو پلانے سے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جہاں کثرت میسر نہیں وہاں پلانے سے ایسا ثواب ہے جیسا کہ کسی مردے کو زندہ کر دیا معاملہ اگر کسی کو کوئی چیز یہ کہہ کر دے کہ تم کو عمر بھر کیلئے دیتے ہیں اور بعد تمہارے مرنیکے واپس کر لینگے وہ شے بہمہ وجوہ اسکی ملک ہو جاتی ہے بعد موت کے اسکے ورثہ کو ملیگی تو اس امید باطل پر اپنے مال کو خراب و برباد مت کرو پھر حسرت ہو گی اپنے ہی پاس رہنے دو معاملہ اگر ایک بیٹے کو کوئی چیز دو تو دوسرے کو بھی ویسی ہی دو نا انصافی بری بات ہے معاملہ ہدیہ ایسے شخص کا قبول کرو جو بدلے کا طالب نہو ورنہ باہمی رنج کی نوبت آوے گی لیکن تم اپنی طرف سے کوشش

کرو کہ اُسکو کچھ بدلہ دیا جاوے اور اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اُس کی ثنا و صفت ہی کر دو اور لوگوں کے روبرو اُسکے احسان کو ظاہر کر دو اور ثنا و صفت کے لئے اتنا کہدینا کافی ہے جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا اور جب محسن کا شکر ادا نہ کیا تو خدا سے تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہ ہوگا اور جس طرح ملی ہوئی چیز کا مٹانا بُرا ہے اسی طرح نہ ملی ہوئی پر شیخی بگھارنا کہ ہمارے پاس اتنا اتنا آیا یہ بھی بُرا ہے [21] معاملہ باہم تحفہ تحائف کی راہ و رسم جاری رکھو اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے محبت بڑھتی ہے اور یہ نہ خیال کرو کہ تھوڑی چیز ہے کیا بھیجیں جو کچھ ہو بے تکلف دو [22] معاملہ جو کوئی تمہاری خاطرداری کو خوشبو تیل یا دودھ یا تکیہ پیش کرے کہ خوشبو سونگھ لو یا تیل لگا لو دودھ پی لو تکیہ کمر سے لگا لو تو قبول کر لو انکار و عذر مت کرو کیونکہ ان چیزوں میں کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا جسکا بار تم سے نہیں اُٹھ سکتا اور دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہے [23] معاملہ نیا پھل اوّل جب تمہارے پاس پہنچے اُسکو آنکھوں اور لبوں سے لگاؤ اور یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا اٰخِرَہٗ پھر کوئی بچہ پاس ہو اُسکو دیدو [24] معاملہ اگر تمہارے ذمے کسی کا قرضہ یا کسی کی امانت یا اور کوئی حق ہو تو اُسکی یادداشت بطور وصیت کے لکھ کر اپنے پاس رکھو۔

بابُ النّکاح

[25] معاملہ اگر حاجت و استطاعت ہو تو نکاح کرنا افضل ہے اور اگر حاجت ہے مگر استطاعت نہ ہو تو روزے کی کثرت سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے [26] معاملہ نکاح میں زیادہ تر منکوحہ کی دینداری کا لحاظ رکھو مال جمال حسب نسب کے پیچھے زیادہ مت پڑو [27] معاملہ اگر سفر سے گھر آنا ہو تو دفعۃً گھر میں مت چلے جاؤ اسقدر توقف کرو کہ بی بی کنگھی چوٹی سے اپنے کو سنوار لے کیونکہ شوہر کی عدم موجودگی میں میلی کچیلی رہتی ہے کبھی اس حالت میں دیکھ کر اُس سے نفرت نہ ہو جاوے [28] معاملہ اگر کوئی شخص تمہاری عزیزہ کے لئے پیغام نکاح بھیجے تو زیادہ تر قابلِ لحاظ اُس شخص کی نیک وضعی اور دینداری ہے دولت حشمت عالی خاندانی کے اہتمام میں پھنس جانے سے خرابی ہی خرابی ہے [29] معاملہ اگر اتفاقاً کسی غیر منکوحہ عورت اور کسی مرد میں باہم تعشق ہو جاوے تو بہتر ہے کہ اُن کا نکاح کر دیا جاوے [30] معاملہ اُس نکاح میں زیادہ برکت ہوتی ہے جس میں خرچ کم پڑے اور مہر بھی ہلکا ہو [31] معاملہ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر عورتوں کی صورت شکل کے

حالات اپنے خاوند سے بیان کیا کرتی ہیں یہ بہت بری بات ہے اگر اسکا دل آگیا تو پھر روتی پھرینگی

معاملہ ایک کپڑے میں دو مردوں کا اسی طرح ایک کپڑے میں دو عورتوں کا لیٹنا بالکل نامناسب

اور بے غیرتی ہے اور جس طرح مرد کو دوسرے مرد کا ستر دیکھنا گناہ ہے اسی طرح عورت کو دوسری عورت کا

بدن ناف سے گھٹنے تک دیکھنا گناہ ہے اکثر عورتیں اس کی احتیاط نہیں رکھتیں معاملہ اگر کسی عورت پر

اچانک نگاہ پڑجاوے فوراً نگاہ اودھر سے پھیر لو اور اگر اسکا خیال کچھ دل میں رہے تو اپنی بی بی سے فراغت

کر لینا چاہیئے اس سے وہ وسوسہ دفع ہوجاتا ہے معاملہ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو

اگر بن پڑے تو اسکو ایک نگاہ دیکھ لو کبھی بعد نکاح کے اسکی صورت سے نفرت نہو معاملہ بغیر ضرورت

شدیدہ پیشاب پاخانہ مجامعت کے برہنہ مت ہو فرشتوں سے اور اللہ تعالی سے شرم کرنا چاہیئے معاملہ

تنہائی میں غیر عورت کے پاس بیٹھنا زہر قاتل ہے اور سخت گناہ ہے اسی طرح اسکے ساتھ سفر کرنا بھی

ممنوع ہے آجکل پیروں اور رشتہ داروں نے اسکی بالکل احتیاط نہیں ہر غیر عورت اسکو کہتے ہیں جس سے

نکاح کبھی عمر بھر میں حلال ہوسکے معاملہ بلا ضرورت عورت کے لیئے منع ہے کہ غیر مرد کو دیکھے اکثر عورتوں کو

جھانکنے تاکنے کی عادت ہوتی ہے بڑی واہیات بات ہے معاملہ اولاد کا حق ہے کہ اسکا نام اچھا رکھو

علم و لیاقت سکھلاؤ جب جوان ہوجائے نکاح کردو ورنہ اگر اس سے کوئی گناہ ہوگیا تو اسکا وبال تمہاری

گردن پر ہوگا اکثر لوگ لڑکیوں کو بٹھلا رکھتے ہیں بڑی بے احتیاطی ہے معاملہ اگر کسی جگہ ایک شخص

پیغام نکاح بھیج چکا ہے جب تک اسکو جواب نہ مل جاوے یا وہ خود چھوڑ بیٹھے تم پیغام مت دو معاملہ

اگر کوئی شخص اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس عورت کو یا اسکے ورثہ کو مناسب نہیں کہ شوہر سے شرط

ٹھیرائیں کہ پہلی منکوحہ کو طلاق دیدے جب نکاح کیا جاویگا اپنی تقدیر پر قانع رہنا چاہیئے معاملہ نکاح مسجد

میں ہونا بہتر ہے تاکہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے معاملہ رضاع میں بڑی احتیاط درکار ہے

بدون تحقیق علاقہ رضاع روبرو نہ آجاوے اور جہاں شبہ و شک شرکت رضاع کا بھی ہو نکاح نکرے

معاملہ میاں بی بی کے باہمی معاملات خلوت کا دوست احباب سے یا سہیلیوں سے ذکر

کرنا خدائے تعالی کو نہایت ناپسند ہے اکثر دولہا دلہن اسکی پروا نہیں کرتے معاملہ ولیمہ مستحب ہے

مگر اُس میں تکلف و تفاخر مت کرے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بی بی کا ولیمہ دو سیر جو سے کیا حضرت صفیہؓ کے ولیمہ میں خُرما اور پنیر اور گھی کا مالیدہ تھا اور سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کا تھا کہ ایک بکری ذبح ہوئی اور گوشت روٹی لوگوں کو پیٹ بھر کے کھلائی گئی معاملہ اگر کئی بیبیاں ہوں سب کو برابر رکھے معاملہ بی بی کی کج خلقی پر صبر کرو اُس سے عداوت مت کرو اگر ایک بات ناپسند ہوگی دوسری بات پسند آجاوے گی بے ضرورت اُسکو مت مارو اور ضرورت ہو تب بھی زیادہ مت مارو اور مُنہ پر ہرگز مت مارو آخر بات کو اُسی سے پیار اخلاص کرتے شرم بھی آویگی اُسکا دل بہلانے ہوگا لی گلوچ مت کرو روٹھ کر گھر سے مت نکل جاؤ زیادہ خفگی ہو دوسری چارپائی پر سو رہو جب دیکھو کسی طرح نباہ نہیں ہوتا آزاد کرو معاملہ عورت کو چاہئے کہ خاوند کی اطاعت کرے اُسکو خوش رکھے اُسکے حکم کو ٹالے نہیں خصوصًا جب وہ ہم بستری کے لئے بلاوے اُسکی وسعت سے زیادہ اُس سے نان نفقہ طلب نہ کرے اُسکے روبرو زبان درازی نہ کرے بلا اجازت اُسکے نوافل نہ پڑھے نہ نفل روزہ رکھے اُس کا مال بدون اُسکی رضا کے کسی کو نہ دے نہ خود ضرورت سے زیادہ اُٹھاوے بلا اجازت گھر میں کسی کو نہ آنے دے بلا سخت مجبوری کے اپنے مُنہ سے طلاق نہ مانگے معاملہ بی بی کو بھڑکا کر میاں سے لڑا دینا یا نفرت ڈالدینا نہایت گناہ ہے معاملہ اگر معمولی طور پر کوئی شخص اپنی بی بی کو مارے اُس کی وجہ غیر لوگوں کو دریافت کرنا خلاف تہذیب ہے شاید وہ بات تبلانے کی نہ ہو مثلاً اُس نے ہم بستری سے انکار کیا اور اُسپر مارا ہو تو وہ کیا تبلائیگا معاملہ بلا ضرورت طلاق مت دو معاملہ حیض میں طلاق مت دو کہ شاید بلا ضرورت بوجہ نفرت طبعی کے بسبب حیض کے دی ہو معاملہ حلالہ کی شرط ٹھیرانا نہایت بے غیرتی کی بات ہے معاملہ محض قرائن سے اپنی بی بی کو بدکار یقین کر لینا یا جو اولاد اُس سے ہو اُسکی صورت شباہت دیکھ کر کہدینا کہ یہ میری نہیں ہے بہت گناہ ہے معاملہ اگر عورت بدچلن ہو اور اُسکا انتظام نہ کر سکے تو اُسکو طلاق دیدینا چاہئے لیکن اگر اُس سے محبت ہو اور ڈرتا ہو کہ بعد طلاق کے میں بھی اُس سے مبتلا ہو جاؤنگا تو نہ چھوڑے مگر حتے الوسع انتظام و انسداد کرنا چاہئے معاملہ اگر اپنی آنکھ سے عورت کو زنا کراتے دیکھ لیا تو اُسکے مار ڈالنے سے خدا کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا گو حاکم دُنیا بوجہ عدم ثبوت شرعی کے

اس سے قصاص لے معاملہ خواہ مخواہ بلا قرینہ بی بی پر بدگمانی کرنا جہالت اور تکبر ہے اور قرائن ہوتے ہوئے
چشم پوشی کرنا بے غیرتی و دیوثی ہے معاملہ اگر نکاح کے بارے میں کوئی تم سے مشورہ کرے تو خیرخواہی
کی بات یہ ہے کہ اگر اس موقع کی کوئی خرابی تم کو معلوم ہو ظاہر کردو یہ غیبت حرام نہیں ہے اسی طرح جس جگہ
تم کو خاص کسی کی برائی کرنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی کی خیرخواہی کی ضرورت سے اُسکا عیب بیان کرنا پڑے شرعًا
اُسکی اجازت ہے بلکہ بعض جگہ واجب ہے معاملہ اگر خاوند باوجود مقدرت کے بوجہ بخل کے بی بی کو
بقدر کفایت خرچ نہ دیتا ہو تو بی بی چھپا کر لے سکتی ہے مگر حاجت سے زیادہ فضول خرچی کرنے کو لینا
جائز نہیں ہے معاملہ اللہ تعالیٰ اگر مال دے تو اوّل خویش بعدہٗ درویش معاملہ سیاست اگر
کوئی کافر تم کو زخمی کر کے یا کوئی عضو قطع کر کے جب تم بدلہ لینے لگو فورًا کلمہ پڑھ لے پھر یہ سمجھ کر کہ اُس نے
جان بچانے کو کلمہ پڑھ لیا ہے ہرگز مت قتل کرو۔ اس سے اسلام کے حلم و رحم اور حق پرستی کا اندازہ کرنا
چاہئے معاملہ کافر رعایا سے بلا قصور کسی کو قتل کرنا بڑا سخت گناہ ہے بہشت سے دور کر دیتا ہے ۔
معاملہ خودکشی کرنے کی سخت ممانعت ہے کسی طرح ہو معاملہ مساجد میں سزا جاری نہ کی جاوے شاید بول
و براز خطا ہو جاوے معاملہ مسلمان کسی کافر ذمی کو قتل کر ڈالے وہ اُسکے مقابلے میں قتل کیا جاویگا معاملہ
اگر لشکر اسلام میں سے ادنیٰ درجے کا آدمی بھی لشکر کفار کو امان دیدے تمام اعلیٰ و ادنیٰ مسلمانوں پر لازم ہوگا
اُسکے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے البتہ اگر لڑنا ہی مصلحت ہو تو کفار کو جدید اطلاع دیجاوے کہ ہم اپنے معاہدے
کو واپس لیتے ہیں معاملہ اگر کئی آدمی ملکر ایک آدمی کو قتل کریں سب قتل کئے جاوینگے اور سب گنہگار ہونگے
معاملہ جو شخص فنِ طب میں مہارت نہ رکھتا ہو اور اُس کی عملی بدتدبیری سے کوئی مرجاوے تو اس سے خون
بہا لیا جاویگا معاملہ اپنی جان و مال و دین و آبرو کی حفاظت کے لئے لڑنا درست ہے اگر خود مارا گیا
شہید ہوگا اگر مقابل مارا گیا اس شخص پر کوئی الزام نہیں معاملہ لہو لعب کے طور پر کنکریاں اوچھالنا غُلّہ
چلانا ممنوع ہے مبادا کسی کا دانت آنکھ ٹوٹ پھوٹ جاوے معاملہ اگر مجمع میں کوئی دھار والی چیز لیکر گذرنے
کا اتفاق ہو تو دھار کی جانب چھپا لینا چاہئے کسی کے لگ نہ جاوے معاملہ دھار والی چیز سے کسی کی
طرف اشارہ کرنا گو ہنسی ہی میں ہو ممنوع ہے شاید ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جاوے معاملہ ایسی وحشیانہ

سزا جسکی برداشت نہو سکے جیسے دھوپ میں کھڑا کرکے تیل چھوڑنا ہنٹروں سے بیدرد ہو کر بیحد مارنا نہایت گناہ ہے معاملہ تلوار چاقو کھلا ہوا کسی کے ہاتھ میں مت دو یا تو بند کرکے دو یا زمین پر رکھدو دوسرا شخص اپنے ہاتھ سے اُٹھالے معاملہ کسی آدمی یا جانور کو آگ سے جلانا جائز نہیں معاملہ واجب القتل کو ہاتھ پانوں کاٹکر چھوڑنا کہ تڑپ تڑپ کر مرجاوے درست نہیں معاملہ پرندوں کے بچوں کو گھونسلوں سے نکال لانا کہ اُن کے ماں باپ بیقرار ہوں درست نہیں معاملہ جسکے جادو سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے اور وہ باز نہیں آتا وہ گردن زدنی کے لائق ہے معاملہ جو مجرم زنا اقراری ہو حتی الامکان اُسکو ٹال دینا چاہئے جب وہ برابر اپنے اقرار پر جمارہے اور چار بار اقرار کرلے اُسوقت سزا جاری کیجاوے معاملہ اگر ایسا اقراری مجرم اثناے سزا میں اپنے اقرار کو واپس لے چھوڑ دینا چاہئے معاملہ اگر حاملہ عورت پر جرم زنا ثابت ہو جب تک بچہ نہ جن لے اور اگر کوئی دوسری دودھ پلانے والی نہ ہو تو جبتک دودھ نہ چھوٹ جاوے اُسوقت تک سنگسار نہ ہوگی معاملہ سزا پانے کے بعد مجرم کو طعن و تشنیع و تحقیر کرنا بہت بُرا ہے معاملہ جو زانی مستحق تازیانہ ہو اور بوجہ مرض کے سزا دینے میں مرجانیکا احتمال ہو تو صحت تک سزا موقوف رکھی جاوے معاملہ سزائیں دو قسم کی ہیں ایک معین دوسری مفوض براے حاکم اول کو حد دوسری کو تعزیر کہتے ہیں حدود میں شریف رذیل وجیہ نبیل سب برابر ہیں اس میں کسی کی رعایت نہیں تعزیر میں شریف وجیہ آدمی سے چشم پوشی مناسب ہے اور صرف فہمائش کافی ہے معاملہ جھوٹے مقدمے کی یا جسکا سچا جھوٹا ہونا معلوم نہو اُس مقدمے کی پیروی یا کسی قسم کی اعانت کرنا ممنوع ہے معاملہ شراب کا استعمال دوا میں بھی ممنوع ہے معاملہ چونکہ نشے والی چیزوں کی خاصیت ہے کہ تھوڑی ہی زیادہ ہو جاتی ہے اسلئے اسکے تھوڑے استعمال سے بھی ممانعت کی گئی

حکومت و انتظام مُلکی

معاملہ جو شخص خود حکومت کی درخواست کرے وہ قابل حکومت نہیں وہ خود غرض ہے جو اُس سے بھاگتا ہو وہ زیادہ عدل کرے گا اُسکو حکومت دینا سزاوار ہے معاملہ سلطان کی اہانت کی اجازت نہیں معاملہ حکام کو بھی حکم ہے کہ رعایا سے نرم برتاؤ کریں سختی نہ کریں معاملہ حکام کے پاس جاکر اُن کی خوشامد سے اُنکی

ہاں ہیں ہاں ملانا انکو ظلم کے طریقے بتلانا یا اُس میں اعانت کرنا سخت مذموم ہے [۱۳۱] معاملہ حق بات کہدینے میں حکام سے مت دبو [۱۳۲] معاملہ حکام کو مناسب نہیں کہ رعایا کے عیوب جرائم کا بلا ضرورت تجسس کریں ع کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود [۱۳۳] معاملہ بلا قصور کسی کو گھور کر دیکھنا جس سے وہ ڈر جاوے جائز نہیں [۱۳۴] معاملہ اگر حکام ظلم کرنے لگیں اُن کو بُرا مت کہو سمجھ جاؤ کہ ہم سے حاکم حقیقی کی نافرمانی ہوتی ہے یہ اُسکی سزا ہے اپنی حالت درست کر لو اللہ تعالیٰ حکام کے قلوب کو نرم کر دینگے [۱۳۵] معاملہ حاکم کو ایسی جگہ بیٹھنا جہاں نہ حاجت مند جا سکے نہ کسی ذریعہ سے اپنی فریاد وہاں پہنچا سکے جائز نہیں [۱۳۶] معاملہ غصہ کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے اُسوقت مقدمہ فیصل کرنا نچاہیئے [۱۳۷] معاملہ رشوت لینے کی سخت ممانعت ہے گو ہدیہ کے طور پر ہو [۱۳۸] معاملہ جھوٹا دعویٰ جھوٹی گواہی جھوٹی قسم جھوٹا انکار کسی کے حق کا یہ سب گناہ ہے [۱۳۹] معاملہ اپنا حق ثابت کرنے کے لئے کوشش کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ اس میں کاہلی کی راہ سے بیٹھ رہنا کم ہمتی قرار دی گئی ہے اور باوجود کوشش کرنے کے ناکامی ہو اُسکا زیادہ غم کرنا بھی بُرا ہے سمجھ لے کہ حاکم حقیقی کو یہی منظور تھا [۱۴۰] معاملہ قوی شبہے میں حوالات کر دینے کی اجازت ہے [۱۴۱] معاملہ سواری اور نشانہ بازی کی مشق کا حکم ہے [۱۴۲] معاملہ گھوڑے کے دم کے بال اور اَیال اور پیشانی کے بال مت کاٹو دُم کے بال سے مکھی اُڑاتا ہے ایال سے اُسکو گرمی پہنچتی ہے پیشانی کے بالوں میں برکت ہے۔

سفر

[۱۴۳] معاملہ راہ میں سواری کے جانور کو کہیں کہیں گھاس چرنے چھوڑ دیا کرو اور اگر خشکی کا زمانہ ہو اور گھاس نہ ہو تو راہ میں حرج مت کرو جلدی منزل پر پہنچ کر اُسکے کھانے پینے کا انتظام کرو اور جہاں ٹھہرنا ہو سڑک کو چھوڑ کر ٹھہرو [۱۴۴] معاملہ جہاں تک ممکن ہو سفر تنہا مت کرو [۱۴۵] معاملہ جب کام ہو چکے جلدی اپنے ٹھکانے آجاؤ خواہ مخواہ سفر میں بے آرام مت ہو [۱۴۶] معاملہ شب کے سفر میں منزل جلدی کٹتی ہے [۱۴۷] معاملہ سفر میں مصلحت یہ ہے کہ رفیقوں میں سے ایک کو اپنا سردار بنالیں شاید باہم کچھ تکرار اختلاف ہو جاوے تو فیصلہ آسان ہو [۱۴۸] معاملہ سالار قافلے کو چاہئے تمام مجمع کا خیال رکھے کوئی چھوٹ تو نہیں گیا ہے کسی کو سواری وغیرہ کی

تکلیف تو نہیں ہے معاملہ قافلہ جب منزل پر اُترے تو متفرق نہ اُترے سب قریب قریب ملکر ٹھیریں
اگر کسی پر آفت آوے دوسرے مدد تو کر سکیں معاملہ اگر بوجہ قلت سواریوں کے ہمراہیوں میں باری مقرر
ہو تو سب کو انصاف کی رعایت ضروری ہے اپنے کو ترجیح نہ دے قاعدہ مقررہ کے موافق سب کو
عملدرآمد ضرور ہے گو سردار ہی کیوں نہ ہو معاملہ اگر چلتے چلتے کوئی بات چیت کرنے کے لئے زیادہ
بیٹھنا ہو تو سواری سے اتر جانا چاہئے اُسپر بیٹھے بیٹھے گھنٹوں نہ باتیں کرتے رہیں اس میں جانور کو
تکلیف ہوتی ہے سواری قطع مسافت کے لئے موضوع ہے معاملہ جب منزل پر پہنچو دوسرا کام
پیچھے کرو پہلے جانور پر سے اسباب زین وغیرہ جدا کرو معاملہ اگر اللہ تعالیٰ فراغت کی سواری دے تو
پیادہ چلنے والوں کو اُسپر سوار کر دو یہ نہیں کہ اُن کے پاؤں میں تو چھالے پڑ جاویں اور تم نام آوری کے
لئے انکو کوتل لے چلو معاملہ جب مقابلہ غنیم کے لئے سفر کرنا ہو حتی الامکان اس کے پوشیدہ کرنے
کی کوشش کرنا چاہئے لیکن اگر اظہار میں مصلحت ہو تو اظہار کر دینا چاہئے معاملہ جو لوگ لڑنے کے قابل
نہیں یا ان کو لڑنا منظور نہیں جیسے بچہ عورت بڈھا مزدور خدمتگار عالم درویش کفار کا اُن کو مقاتلہ
میں قتل کرنا منع ہے معاملہ دشمن کو امن دیکر بدعہدی کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے معاملہ ایلچی کو بھی قتل
نہ کرنا چاہئے معاملہ اخفاء وارداتِ جرم ہے معاملہ جو شخص کافر رعایا پر ظلم کرے یا اسکے حقوق میں
کمی کرے یا اسکو بے موقع تکلیف دے یا اسکی ناراضی سے اُسکی چیز لیجاوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قیامت میں اُسپر دعوے دائر فرماوینگے معاملہ اگر جانور ذبح کرنا ہو تو چھری خوب تیز کر و اسکو تڑپا کر
مت مار و گلا گھوٹنے میں جانور کو کس درجہ اذیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو حرام فرمایا ہو معاملہ
کتا ایذا پہنچانے والا جانور ہے غریب پردیسی کی کبھی ٹانگ لیتا ہے اور اسمیں ایک خصلت ایسی
بُری ہے کہ قومی ہمدردی نہیں اپنے جنس کو دیکھ کر کس قدر ناراض ہوتا ہے اس وجہ سے بلا ضرورت
اسکا پالنا ممنوع قرار دیا گیا ہے معاملہ جانوروں کو باہم لڑانا جیسے مرغوں بکروں کو لڑاتے ہیں ممنوع
کیا گیا معاملہ اکثر اوقات شکار میں مشغول رہنا آدمی کو بیکار اور بدعقل کر دیتا ہے اپنے ضروری کام سے
جاتا رہتا ہے ✦

آداب معاشرت و خورد و نوش

ادب اگر سالن میں مکھی گر پڑے تو اسکو غوطہ دیکر پھینک دو پھر اگر دل چاہے کھانا کھاؤ کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری دوسرے میں شفا ہے وہ زہریلے بازو کو اول ڈالتی ہے دوسرے بازو کے ڈالنے سے اسکا تدارک ہوجاوے گا ادب بسم اللہ کرکے کھانا شروع کرو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ البتہ اگر اس برتن میں کھانے کی چیز کئی قسم کی ہے مثلاً کئی طرح کا پھل میوہ شیرینی اسوقت جو مرغوب ہو جس طرف سے چاہو اٹھالو ادب جس چیز میں سب انگلیاں نہ لگانی پڑیں اسکو تین انگلی سے کھاؤ اور انگلیاں چاٹ لیا کرو اور برتن میں اگر سالن ہو چکے تو اسکو بھی صاف کرلیا کرو اس سے برکت ہوتی ہے ادب اگر ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جاوے اسکو اٹھا کر صاف کرکے کھالو تکبر مت کرو یہ سرکاری نعمت ہے ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی ادب کھانا تواضع کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ متکبروں کی طرح تکیہ لگا کر مت کھاؤ ادب اگر کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں سب آدھا آدھا پیٹ کھالو یہ نہیں کہ ایک تو سیر ہو کر کھاوے دوسرا پیٹ پیٹتا پھرے ادب کھجور انگور مٹھائی وغیرہ اس قسم کی چیزیں اگر کئی آدمی ملکر کھاویں تو ہر شخص ایک ایک دانہ اٹھاوے دو دو ایک دم سے لینا بے تمیزی اور حرص کی دلیل ہے ادب پیاز لہسن خام یا اور کوئی بدبودار چیز کھا کر مجمع میں نہ جاؤ لوگوں کو تکلیف ہوگی ادب جنس روزانہ ناپ تول کر پکاؤ زنان ہند کی طرح اندھا دھند مت اٹھاؤ کہ آٹھ دن کی جنس چار ہی دن میں تمام ہوجاوے لیکن بچے ہوئے کو مت ناپو تولو اس میں بے برکتی ہوتی ہے ادب کھانے سے فارغ ہو کر اپنے رزاق کا شکر بجالاؤ اسی طرح پانی پینے کے بعد ادب کھانے کے قبل اور بعد بھی ہاتھ دھوؤ کلی کرو ادب بہت جلتا کھانا مت کھاؤ اس سے نقصان ہوتا ہے ادب مہمان کی خاطر داشت و مدارات کرو ایک روز کسی قدر تکلف کا کھانا کھلادو تین دن تک اس کا حق مہمانی ہے مہمان کو بھی یہ زیبا نہیں کہ میزبان کے گھر جم ہی جاوے کہ وہ تنگ آجاوے ادب کھانا سب ملکر کھاؤ اس میں برکت ہوتی ہے ادب جب کھانا کھا چکو تو پہلے دسترخوان اٹھوا دو خود اس کو چھوڑ کر اٹھنا

خلاف ادب ہے اور اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھا چکو تب بھی اُسکا ساتھ دو تھوڑا تھوڑا کھاتے رہو کہیں تمہارے اُٹھنے سے وہ بھو کا نہ اٹھ کھڑا ہو اور اگر کسی وجہ سے اُٹھنا ہی ضرور ہے تو اُس سے عذر کردو ادب مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے ادب پانی ایک سانس بھر مت پیو تین سانس میں پیو اور سانس لینے کے وقت برتن مُنہ سے جدا کر لو اور پانی بسم اللہ کہکر پیو اور پی کر الحمد للہ کہو ادب مشک سے مُنہ لگا کر پانی مت پیو اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے دفعۃً زیادہ پانی آجانے کا احتمال ہے یا یہ اندیشہ ہے کہ اُس میں سے کوئی سانپ بچھو نہ آجاوے ہو ادب بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی مت پیو ادب چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے ادب پانی پی کر اگر دوسروں کو بھی دینا ہو تو داہنے والے کو پہلے دو وہ اپنے داہنے والے کو اسی طرح دور ختم ہونا چاہئے ادب کنارہ ٹوٹے برتن سے ٹوٹن کی طرف سے پانی مت پیو ادب شام کے وقت بچوں کو باہر مت نکلنے دو اور شب کو بسم اللہ کہہ کے دروازے بند کر لو اور بسم اللہ کر کے برتنوں کو ڈھانک دو اور چراغ سوتے وقت گل کر دو ادب کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس لیجاؤ۔ تو ڈھانک کر لیجاؤ ادب سوتے وقت آگ کھلی مت چھوڑو بجھا دو یا اچھی طرح دبا دو۔

پوشش و زینت

ادب مردوں کو ٹخنوں سے نیچے کرتا یا پاجامہ یا لنگی پہننا ممنوع ہے اسی طرح حریر یا زری کپڑا پہننا ممنوع ہے البتہ چار انگشت چوڑی گوٹ بیل وغیرہ جائز ہے اس سے زیادہ ممنوع ہے ادب ایک جوتی پہنکر مت چلو سر سے پاؤں تک ایک کپڑے کے اندر مت لپٹ جاؤ کہ چلنے میں یا جلدی سے ہاتھ نکالنے میں تکلیف ہو جس طرح بعضے موسم سرما میں رزائی میں لپٹ جاتے ہیں ایسی وضع سے کپڑا مت پہنو کہ اُٹھنے بیٹھنے ستر کھلجاوے ادب کپڑا داہنی طرف سے پہننا شروع کرو مثلًا داہنی آستین پہلے پہنو علی ہذا ادب کپڑا پہنکر اپنے مولے کا اس طرح شکریہ ادا کرنے سے بہت سی گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ

دلائق ہو ادب[۳۰] امیروں کے پاس زیادہ بیٹھنے سے دنیا کی ہوس بڑھتی ہے عمدہ پوشاک کی فکر ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ جب تک کپڑے میں پیوند نہ لگ جاوے اسکو پرانا نہ سمجھے ادب[۳۱] کپڑے میں نہ اس قدر زینت واہتمام کرے کہ انگشت نما ہونے لگے کہ ریا اور تکبر ہے اور نہ بالکل بدحیثیت میلا گندا رہے کہ نعمت کی ناشکری ہے سادگی کے ساتھ توسط رکھے ادب[۳۲] اپنی وضع چھوڑ کر دوسری قوموں کی وضع وپوشش سے ایسی نفرت ہونا چاہیئے جیسا مرد کو انگیا لہنگے کے پہننے سے جو کہ عورتوں کی وضع ہے ادب[۳۳] عورت کو باریک کپڑا پہننا گویا ننگا پھرنا ہے ادب[۳۴] اگر تانا ریشم کا اور بانا سوت کا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ادب[۳۵] مرد کو سونے کی انگشتری پہننا حرام ہے البتہ چاندی کی انگشتری کا مضائقہ نہیں مگر ساڑھے چار ماشے سے کم ہونا چاہیئے ادب[۳۶] بجتا زیور جیسے گھنگرو وغیرہ پہننا ممنوع ہے ادب[۳۷] جوتے کئی کئی جوڑے رکھا کرو اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں داہنے پاؤں میں اول پہنو اور اتارنے میں پہلے بائیں سے اتارو ادب[۳۸] جوتہ پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا پڑے مثلاً تنگ ہے یا تسمہ وغیرہ باندھنا ہے تو کھڑے ہو کر مت پہنو ادب[۳۹] جہاں جوتہ چوری جانے کا ڈر ہو تو اٹھا کر اپنے پاس رکھو ادب[۴۰] یہ چیزیں فطرت سلیمہ کا مقتضا ہیں ختنہ کرنا زیر ناف کے بال لینا لبیں کٹانا ناخن کٹانا بغل کے بال لینا اور چالیس روز سے زیادہ بال وناخن کو چھوڑنے کی اجازت نہیں ادب[۴۱] سفید بالوں میں خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ خضاب سے ممانعت آئی ہے ادب[۴۲] مردوں کو عورتوں کا لباس اور عورتوں کو مردوں کا لباس اور شکل وصورت بنانا حرام ہے ادب[۴۳] کسی کے بال ملا کر اپنے بال بڑھانا اور بدن گودنا حرام ہے اور موجب لعنت ہے ادب[۴۴] کسم اور زعفران کا رنگا کپڑا پہننا مرد کے لیئے ممنوع ہے ادب[۴۵] داڑھی کٹانا جب مٹھی سے زاید نہ ہو منع ہے البتہ اگر ایک آدھ بال بڑھا ہوا ہو اسکو برابر کرنے میں مضائقہ نہیں ادب[۴۶] اگر سر پر بال ہوں تو ان کو دھوتے رہو کنگھی کرتے رہو تیل لگا لیا کرو اسی طرح داڑھی مگر ہر وقت کنگھی چوٹی میں رہنا واہیات بات ہے ادب[۴۷] اگر بال سفید ہونا شروع ہوجاویں تو ان کو اکھاڑ کر نکالو مت ادب[۴۸] لڑکوں کا سر منڈا دینا بال رکھنے سے بہتر ہے ادب[۴۹] عورت کے لیے بہتر ہے کہ ناخنوں کو مہندی لگاتے اور کچھ نہیں

تو ناخن ہی کو لگا لے ادبؒ سرمہ سوتے وقت تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں لگا لیا کرو ادبؒ گھر کو صاف رکھو بلکہ گھر کے روبرو بھی خس و خاشاک جمع مت کرو ادبؒ کبھی کبھی عطر مل لیا کرو ادبؒ تصویر گھر میں مت رکھو ادبؒ چوسر گنجفہ شطرنج وغیرہ کھیلنا کبوتر اڑانا راگ باجے میں مشغول رہنا یہ سب ممنوع ہیں

طب

ادبؒ دوا دارو کرنے کی اجازت بلکہ ترغیب دی گئی ہے ادبؒ مریض کو کھانے پینے پر زیادہ زبردستی مت کرو ادبؒ حرام چیز کو دوا میں استعمال مت کرو ادبؒ خلاف شرع تعویذ گنڈا ٹونکا ہرگز استعمال مت کرو ادبؒ نظر بد اگر لگ جاوے جسکی نظر لگنے کا احتمال ہو اسکا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانو اور استنجے کا موضع دھلوا کر پانی جمع کر کے اس شخص کے سر پر ڈالدو جسکی نظر لگی ہے انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو جاوے گی ادبؒ حتے الامکان معدے کی اصلاح وحفاظت کا اہتمام کرو تمام بدن درست رہتا ہے اور اگر معدے ہی میں بگاڑ ہوا تو تمام بدن میں خرابی ہو جاتی ہے ادبؒ جن بیماریوں سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے جو شخص ان امراض میں مبتلا ہو اسکے لیے بہتر یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدہ رہے تاکہ ان کو تکلیف و ایذا نہ پہنچے ادبؒ بدشگونی وغیرہ کا ماننا ایک قسم کا شرک ہے ادبؒ نجوم و رمل اور ہمزاد کا عمل سب چیزیں ایمان کو تباہ کرنے والی ہیں۔

خواب

ادبؒ اگر وحشت ناک خواب نظر آوے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دو اور تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو اور جس کروٹ پر لیٹے ہو اسکو بدل ڈالو اور کسی سے ذکر مت کرو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا ادبؒ اگر خواب کہنا ہو ایسے شخص سے کہو جو عاقل ہو یا دوست ہو تاکہ بری تعبیر نہ دے کیونکہ اکثر تعبیر کے موافق ہو جاتا ہے ادبؒ جھوٹا خواب کبھی مت بناؤ بڑا سخت گناہ ہے۔

سلام

ادب باہم سلام کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے ادب سلام میں جان پہچان والوں کی تخصیص مت کرو جو مسلمان مل جاوے اسکو سلام کرو ادب سوار کو چاہیئے کہ پیادے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو اور کم عمر زیادہ عمر والے کو ادب جو شخص ابتدا السلام کرتا ہے اسکو زیادہ ثواب ملتا ہے ادب اگر کئی شخصوں میں سے ایک شخص سلام کرے سب کی طرف سے کافی ہے اسی طرح کئی شخصوں میں سے ایک شخص جواب دیدے بس ہے ۔

اِستیذان

ادب اگر کسی سے ملنے جاؤ تو بدون اطلاع و اجازت کے اُسکے مکان میں مت جاؤ اگرچہ وہ مکان مردانہ ہو اور تین بار پکارنے سے اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ اسی طرح اپنے گھر کے اندر بھی بے پکارے اور بے بُلائے مت جاؤ شاید کوئی بے پردہ ہو البتہ اگر کوئی شخص مجلس عام میں بیٹھا ہے اُسکے پاس جانے کے لئے اجازت لینے کی حاجت نہیں ادب اگر پکارنے کے وقت مکان والا پوچھے کہ کون تو یوں مت کہو کہ میں ہوں بلکہ اپنا نام بتلاؤ کہ زید ہے مثلاً

مصافحہ و معانقہ و قیام

ادب مصافحہ کرنے سے دل صاف ہو جاتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں ادب محبت سے معانقہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں البتہ بشہوت حرام ہے ادب کسی بزرگ یا معزز آدمی کے آنے کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا مضائقہ نہیں مگر اُسکے بیٹھنے سے بیٹھ جانا چاہیئے یہ کفار کی مشابہت ہے کہ سردار بیٹھا رہے اور سب حشم و خدم دست بستہ کھڑے رہیں یہ تکبر کا شعبہ ہے البتہ جہاں زیادہ بے تکلفی ہو کہ بار بار اُٹھنے سے اُن بزرگ کو تکلیف ہوتی ہو تو نہ اُٹھے ۔

بیٹھنا لیٹنا چلنا

ادب ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر اس طرح لیٹنا جس سے بے پردگی ہو ممنوع ہے البتہ اگر بدن نہ کھلے تو مضائقہ نہیں ادب بن ٹھن کر اتراتے ہوئے مت چلو ادب چاروں کو بیٹھنا اگر براہ تکبر نہ ہو تو مضائقہ نہیں ادب اُلٹے مت لیٹو ادب ایسی چھت پر مت سوؤ جس میں آڑ نہ ہو شاید ڈھلک کر گر پڑو ادب کچھ دھوپ میں کچھ سائے میں مت بیٹھو ادب عورت اگر بضرورت باہر نکلے تو سڑک کے کنارہ کنارہ چلے بیچ میں نہ چلے۔

آدابِ مجلس

ادب بے ضرورت لب سڑک مت بیٹھو اور اگر بضرورت سرِ راہ بیٹھنا ہو تو ان امور کا لحاظ رکھو نامحرم کو مت دیکھو کسی راہ چلنے والے کو تکلیف مت دو نہ اسکا راستہ تنگ کرو جو شخص سلام کرے اسکا جواب دو نیک بات بتلاتے رہو بری بات سے منع کرتے رہو اگر کسی پر ظلم ہوتا دیکھو اُٹھ کر مدد کرو کوئی راہ بھول گیا ہو اسکو راہ بتلا دو اگر کسی کو سوار ہونے میں یا اسباب لادنے میں معین کی ضرورت ہو اسکی مدد کر دو ادب کسی کو اسکی جگہ سے اٹھا کر خود اسکی جگہ مت بیٹھو ادب جو شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلا جاوے اور پھر جلدی واپس آکر بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ جگہ اسی کا حق ہے دوسرے شخص کو وہاں نہ بیٹھنا چاہئے ادب صدرِ مجلس کو مناسب ہے کہ اگر کسی ضرورت مجلس سے اُٹھنا ہو اور پھر آکر بیٹھنا منظور ہو تو اُٹھتے وقت کوئی چیز رومال عمامہ وغیرہ وہاں چھوڑ دے تاکہ حاضرین کو معلوم ہو جاوے ادب جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ بیٹھے ہوں اُنکے درمیان میں بلا اُن کی اجازت کے مت بیٹھو ادب جو شخص تمسے ملنے آوے تمکو چاہئے کہ ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ گو مجلس میں گنجائش ہو اس میں اسکا اکرام ہے ادب نہ کسی کی پشت کی طرف بیٹھو نہ کسی کی طرف پشت کرکے بیٹھو ادب جب مجلس میں جاؤ جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ یہ نہیں کہ تمام حلقے کو پھاند کر ممتاز جگہ پہنچو ادب چھینکنا راحت بخش چیز ہے بعد چھینکنے کے الحمد للہ کہے سننے والا یرحمک اللہ کہے پھر چھینکنے والا اسکو کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم ادب جب کسی کو کثرت سے چھینک آنا شروع ہوں پھر یرحمک اللہ کہنا ضرور نہیں ادب جب چھینک آوے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لے

اور پست آواز سے چھینک لے ادب[95] جمائی کو حتے الامکان روکنا چاہیئے اور اگر نہ رُکے تو منہ ڈھانک لینا چاہیئے ادب[96] بہت زور سے مت ہنسو ادب[97] مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر مت بیٹھو حاضرین سے ہنستے بولتے رہو ان میں ملے جلے رہو جس قسم کی باتیں ہوں انمیں شریک رہو بشرطیکہ خلاف شرع کوئی بات نہو

آداب متفرقہ

ادب[98] مسلمان کے مسلمان پر یہ حقوق ہیں جب ملے سلام کرو پکارے تو جواب دو دعوت کرے تو قبول کرو اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہو جبکہ اُس نے الحمد للہ کہا ہو بیمار ہو جاوے تو عیادت کرو مر جاوے تو اسکے جنازے کے ہمراہ جاؤ اور جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اُسکے لئے پسند کرو ادب[99] اپنے گھر جا کر گھر والوں کو سلام کرو ادب[100] خط لکھ کر اُسپر مٹی چھوڑ دیا کرو ادب[101] لکھتے لکھتے اگر کچھ مضمون سوچنے لگو قلم کان میں رکھ لیا کرو اس سے مضمون خوب یاد آتا ہے ادب[102] اپنے چھوٹے بچوں سے پیار محبت کرنے میں بھی ثواب ہے ادب[103] دوسرے شخص کے کپڑے سے ہاتھ مت پونچھو البتہ اگر اسکو ناگوار نہ ہو تو مضائقہ نہیں مثلاً وہ تمہارا ہی دیا ہوا کپڑا پہنتا ہے ایسی صورت میں غالباً اُسکو ناگوار نہ ہوگا ادب[104] مجلس میں کسی کی طرف پاؤں مت پھیلاؤ ادب[105] جس سے ملو کشادہ روئی سے ملو بلکہ تبسم مناسب ہے تاکہ وہ خوش ہو جاوے ادب[106] سب سے اچھا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے ادب[107] نہ ایسا نام رکھو جس سے فخر و دعویٰ پایا جاوے نہ ایسا جس کے بُرے معنی ہوں ادب[108] بندہ حسن بندہ حسین وغیرہ نام مت رکھو ادب[109] زمانے کو بُرا مت کہو کیونکہ زمانہ تو کچھ نہیں کر سکتا وہ بات نعوذ باللہ اللہ کی طرف پہنچتی ہے ادب[110] افواہی باتوں کی حکایت کرتے وقت اکثر کہا جاتا ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں اور سننے والا اسکو معتبر خبر جانتا ہے اسلئے اس کہنے سے ممانعت آئی ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں غرض بلا سند بات نہ کہے ادب[111] یوں نہ کہو کہ اگر خدا چاہے اور فلانا شخص چاہے یا یہ کہ اوپر خدا نیچے تم بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا چاہے پھر فلانا چاہے ادب[112] فساق و فجار کے لئے زیادہ تعظیمی الفاظ مت کہو ادب[113] بُرا شعر کہنا تو بُرا ہی ہے مباح اشعار میں بھی اسقدر مشغولی بُری ہے جس سے دین و دنیا کی ضروریات میں ہرج ہونے لگے اور اُسی کی دُھن ہو جاوے

ادب[115] باتیں بہت تکلف سے چباچبا کر مت کرو نہ کلام میں زیادہ مبالغہ کرو ادب[116] اپنے وعظ پر خود عمل نہ کرنے کا بڑا وبال ہے ادب[117] کلام میں توسط کا لحاظ رکھے نہ اسقدر طول کرے کہ لوگ گھبرا جاویں نہ اسقدر اختصار کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آوے ادب[118] جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اُسکی آواز نہ پڑے اسی طرح مرد کو احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب رکھے کیونکہ رقیق القلب ہوتی ہیں اُن کی خرابی کا اندیشہ ہے ادب[119] گانے بجانے کا شغل قلب کو خراب کر دیتا ہے کیونکہ نفوس میں خبث غالب ہے اور گانے بجانے سے کیفیت موجودہ کو حرکت و قوت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے ۔

حفظ اللسان

ادب[120] مزن بے تامل بگفتار دم ٭ نکوگوئی گر دیر گوئی چہ غم ٭ بعض اوقات سرسری طور پر ایسی بات مُنہ سے نکل جاتی ہے کہ جہنم میں لیجاتی ہے جب سوچ کے بولو گے اس آفت سے محفوظ رہو گے ادب[121] گالیاں دینا فاسقوں کا کام ہے ادب[122] کسی کو فاسق کافر ملعون خدا کا دشمن بے ایمان مت کہو اگر وہ شخص ایسا نہ ہوگا تو یہ سب چیزیں اُلٹ کر کہنے والے پر پڑیں گی اسی طرح یہ کہنا کہ فلانے پر خدا کی مار خدا کی پھٹکار خدا کا غضب پڑے یا دوزخ نصیب ہو خواہ کسی آدمی کو کہا جاوے یا جانور کو یا کسی بیجان چیز کو ادب[123] اگر کوئی تمکو سخت کلمہ کہے اُسیقدر تم بھی کہہ سکتے ہو اور زیادتی کرنے میں پھر تم گنہگار ہو گے ادب[124] اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے لوگوں میں بڑی غفلت ہے گناہوں پر بڑی جرأت ہے وغیرہ ذلک اگر یہ بات تاسف وشفقۃً کہی جاوے مضائقہ نہیں اور اگر براہ خود پسندی و خود بینی کہا جاوے تو یہ اوّل اُسی الزام کا مورد ہے جو اَوروں پر عائد کر رہا ہے ادب[125] دورویہ پن کبھی مت کرو کہ جیسوں میں گئے ویسی ہی باتیں بنانے لگے بقول شخصے جمنا پر گئے جمنا داس گنگا پر گئے گنگا داس ادب[126] چغلخوری ہرگز مت کرو ادب[127] سچ بولو جھوٹ ہرگز مت بولو البتہ دو شخصوں میں مصالحت کرانے کے لئے جھوٹ بولنے کا مضائقہ نہیں ادب[128] کسی کے مُنہ پر خوشامد سے اس کی تعریف مت کرو اسی طرح اگر غائبانہ بھی

بھی تعریف کرنا ہو تو اُس میں مبالغہ اور یقینی دعوے مت کرو کیونکہ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے بلکہ یوں کہو کہ میرے علم میں فلاں شخص ایسا ہے اور یہ بھی اُس وقت کہو جب اُسکو اپنے علم میں ویسا سمجھتے بھی ہو ادب[129] غیبت کبھی مت کرو اس سے علاوہ گناہ کے دنیوی طرح طرح کے فساد پیدا ہوتے ہیں اور حقیقت غیبت کی یہ ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے اُسکی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سُنے تو اُسکو ناگوار ہو اگرچہ وہ بات اُسکے اندر موجود ہی ہو اور اگر وہ بات اُس میں نہیں ہے تو وہ غیبت سے بھی بڑھ کر بہتان ہے ادب[130] اگر اتفاقاً غلبۂ نفس و شیطان سے کوئی معصیت سرزد ہو جاوے تو اُسکو گاتے مت پھرو ادب[131] بحث مباحثہ میں کسی سے مت اُلجھو جب دیکھو کہ مخاطب حق بات نہیں مانتا خاموش ہو جاؤ اور ناحق سخن پروری تو بہت ہی بُری ہے ادب[132] محض لوگوں کے ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں بنانے کی عادت مت ڈالو ادب[133] جس کلام سے نہ کوئی دنیوی فایدہ ہو نہ دینی اُسکو زبان سے مت نکالو ادب[134] اگر کسی شخص سے کوئی خطا گناہ ہو جاوے اسکو دلسوزی سے نصیحت کرنا تو اچھی بات ہے مگر محض اُسکی تحقیر کی غرض سے اسکو ملامت کرنا عار دلانا بُری بات ہے ڈرنا چاہئے کہیں ناصح صاحب اسی بلا میں نہ مبتلا ہو جاویں ادب[135] غیبت جیسے زبان سے ہوتی ہے اسی طرح کسی کی نقل اُتارنے سے بھی بلکہ یہ زیادہ قبیح ہے مثلاً آنکھ دبا کر دیکھنا لنگڑا کر چلنا ادب[136] زیادہ مت ہنسو اس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے یعنی اس میں قساوت و غفلت آجاتی ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے ادب[137] جس شخص کی غیبت ہو گئی ہو اور اُس سے کسی وجہ سے معاف کرانا دشوار ہو تو ہارے درجے اُسکا علاج یہ ہے کہ اُس شخص کے لئے اور اُسکے ساتھ اپنے لئے استغفار کرتے رہو اس طرح اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ ادب[138] جھوٹا وعدہ مت کرو حتیٰ کہ بچے کے بہلانے کو بھی جھوٹ مت کہو کہ تجکو مٹھائی دینگے بسکٹ دینگے اگر کہو تو دینے کی نیت رکھو ادب[139] کسی کا دل خوش کرنے کے لئے خوش طبعی کرنا مضائقہ نہیں مگر اُس میں دو امر کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ جھوٹ نہ بولو دوسرے یہ کہ اُس شخص کا دل آزردہ مت کرو یعنی وہ اگر برا مانتا ہے تو ہنسی مت کرو ادب[140] حسب نسب یا اور کسی کمال پر شیخی مت بگھارو

حقوق و خدمت

ادب[141] ماں باپ کی خدمت کرو گو وہ کافر ہی ہوں اور اُن کی اطاعت بھی کرو جب تک کہ خدا و رسول کے خلاف نہ کہیں ادب[142] کسی کے ماں باپ کو بُرا کہنا جس کے جواب میں وہ اسکے ماں باپ کو بُرا کہے گویا خود اپنے ماں باپ کو بُرا کہنا ہے ادب[143] والدین کی خدمت کا یہ بھی تتمہ سمجھنا چاہیئے کہ بعد اُن کے انتقال کے اُنکے ملنے والوں سے سلوک و احسان کیا جاوے ادب[144] اعزہ و اقارب سے سلوک کرو گرچہ وہ تم سے بدسلوکی کریں ادب[145] ادائے حقوق کے لئے اپنے سلسلۂ قرابت کی تحقیق کرو ادب[146] خالہ کا حق بھی مثل ماں کے ہے ادب[147] اگر ماں باپ ناخوش مرگئے ہوں تو اُن کے لئے ہمیشہ دعا و استغفار کرتے رہو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اُن کو رضامند کر دینگے ادب[148] چچا کا حق مثل باپ کے ہے ادب[149] بڑے بھائی کا حق مثل باپ کے ہے ادب[150] یوں تو اولاد کی پرورش کا ثواب ہی ہے مگر لڑکیوں کی پرورش کی زیادہ فضیلت ہے ادب[151] جو کما کما کر بیووں اور غریبوں کی خبرگیری کرے اسکو جہاد کے برابر ثواب ملتا ہے ادب[152] یتیم خواہ اپنا ہو یا غیر ہو اُس کی کفالت سے سرکار نبوی کی معیت بہشت میں نصیب ہوگی ادب[153] اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اسکو علم و لیاقت سکھلاؤ ادب[154] پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو بلکہ جسقدر ہو سکے اُسکو نفع پہنچاؤ ادب[155] ایکدوسرے کی اس طرح ہمدردی کرو ؎ چو عضوے بدرد آورد روزگار + دگر عضوہا را نماند قرار + ادب[156] حاجتمند کی کاربراری میں جتنے الامکان سعی کرو اگر خود استطاعت نہ ہو کسی کو سفارش ہی کر دو بشرطیکہ جس شخص سے سفارش کرتے ہو اسکو کوئی ضرر یا تکلیف نہو ادب[157] ظالم کی خیرخواہی اسطرح کرو کہ اُسکو ظلم سے باز رکھو اور مظلوم کی نصرت تو بہت ہی ضروری ہے ادب[158] کسی کا عیب دیکھو تو اسکو پوشیدہ کردو گاتے مت پھرو ادب[159] کسی کو سختی تنگی میں مبتلا دیکھو تو جتنے الامکان اس کی مدد کرو ادب[160] کسی کو حقیر مت سمجھو کسی کی جان و مال و آبرو کا نقصان مت گوارا کرو ادب[161] کسی کو دُکھ مت دو ادب[162] جو بات اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسرے کے لئے پسند کرو ادب[163] جس جگہ صرف تین آدمی ہوں دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں وہ یہی سمجھے گا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے سنتے ہونگے اس سے اُسکو رنج ہوگا اگر ایسی ہی کوئی ضروری بات کہنا ہے تو ایک اور شخص کو کہیں سے بلالیں یہ دونوں علیحدہ ہو جاویں وہ دونوں علیحدہ ادب[164] سب کی خیرخواہی کرو ادب[165] مخلوق پر رحم و شفقت رکھو

ادب[166] چھوٹوں پر مہربانی بڑوں کی تعظیم کرو خصوصاً بوڑھوں کی ادب[167] اگر تمہارے روبرو کسی کی غیبت ہوتی ہو حتے الامکان اُس سے روکو اُس کی طرف سے جواب دو ادب[168] کسی میں کوئی عیب دیکھو بلطف و نرمی اُسکو مطلع کردو ورنہ دوسرا شخص اُسکو دیکھ کر رسوا کرے گا ادب[169] اپنے دوستوں سے اور رفیقوں سے اچھی طرح پیش آؤ ادب[170] ہر شخص کے رتبے کے موافق اُسکی قدر و منزلت کرو سب کو ایک لکڑی مت ہانکو ادب[171] بڑی سنگدلی کی بات ہے کہ تم پیٹ بھر کر بیٹھ رہو اور تمہارا پڑوسی بھوکا پڑا رہے ادب[172] غرض کی دوستی بالکل ہیچ ہے محض اللہ کے واسطے بے غرض دوستی و محبت رکھو ادب[173] جس شخص سے تمکو محبت ہو اُسکو بھی خبر کردو اس سے اُسکو بھی محبت ہوجاتی ہے اور اُسکا نام و نشان و نسب بھی دریافت کرلو اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے ادب[174] جس سے دوستی کرنا ہو اسکا دین و وضع و خیالات اول دریافت کرلو ورنہ اثر صحبت سے کہیں تم بھی نہ بگڑ جاؤ ادب[175] اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہوجاوے تو تین دن تک غصہ ختم کردو پھر اس سے ملجاؤ اس سے زیادہ بول چال چھوڑ دینا گناہ ہے اور جو پہلے ملاقات کریگا اُسکو زیادہ ثواب ملیگا ادب[176] کسی پر بدگمانی مت کرو کسی کا عیب مت ڈھونڈھو باہم حسد مت کرو بغض مت رکھو قطع تعلق مت کرو حرص حرصی مت کرو سب بھائی بنکر رہو ادب[177] اگر دو شخصوں میں رنجش ہوجاوے تو اصلاح کردیا کرو ادب[178] اگر تم سے کوئی معذرت کرے اور معافی چاہے اُسکا قصور معاف کردو ادب[179] جو کام کرو سوچ کر سمجھ کر انجام دیکھ کر اطمینان سے کرو جلدی میں اکثر کام بگڑ جاتے ہیں مگر ع درکارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست ۔ ادب[180] دانا اُسکو سمجھو جو تجربہ کار ہو ادب[181] ہر امر میں توسط ملحوظ رکھو ادب[182] تمسے کوئی مشورہ لے وہی صلاح دو جس کو اپنے نزدیک بہتر سمجھتے ہو ادب[183] کفایت اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدھی معاش ہے لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے ادب[184] لوگوں سے نرمی و خوش خلقی سے پیش آؤ ادب[185] لوگوں سے ملنا اور اُن کے کام آنا اور اُن کی ایذا پر صبر و استقلال کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشۂ عافیت میں اپنی جان بچا کر بیٹھ رہے اور کسی کے کام نہ آوے البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو لاچاری ہے ادب[186] غصے کو جہاں تک ہوسکے روکو ادب[187] تواضع سے رہو تکبر ہرگز مت کرو ادب[188] لوگوں سے اپنا کہا سُننا

لیا دیا معاف کرا لو ورنہ قیامت میں بڑی مصیبت ہوگی ادب ۱۵۹ دوسروں کو بھی نیک کام بتلاتے رہو
بُری باتوں سے منع کرتے رہو البتہ اگر بالکل قبول کرنے کی امید نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ یہ ایذا پہنچاوے گا تو سکوت
جائز ہے مگر دل سے بُری بات کو بُرا سمجھتے رہو

سلوک و مقامات

اس میں چند باب اور ایک فائدہ ہے **فائدہ جلیلہ** صحت طریقہ اہل تصوف کے بیان میں اول
تو اوپر کی تقریر سے اس طریق کی صحت معلوم ہو چکی ہے مگر چونکہ اکثر خشک مزاج اس طریق سے انکار
کیا کرتے ہیں اسلئے زیادت تقویت و تائید کے لئے بالاستقلال مختصر مذکور ہوتا ہے قال اللہ عز وجل
ففھمنٰھا سلیمان وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون
فان یک فی امتی احد فانہ عمر متفق علیہ وقال اللہ تعالیٰ وعلمناہ من لدنا علما بعض
عارفین کا قول ہے کہ جسکو علم باطن سے کچھ بھی حصہ میسر نہ ہوا اسکے خاتمہ برا ہونیکا اندیشہ ہے اور
ادنے حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق اور تسلیم تو کرتا ہو منکر کی یہی کافی سزا ہے کہ وہ اس سے محروم ہے
با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی ✦ بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی ✦ یہ خلاصہ ہے امام غزالی کے ارشاد کا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک -
اسکو بعد ایمان و اسلام کے ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ عقاید ضروریہ و اعمال ظاہرہ کے کوئی اور
چیز بھی ہے اسکا نام اس حدیث میں احسان آیا ہے اور اسکی حقیقت بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہ
یہی طریق باطن ہے کیونکہ بدون اس طریق کے ایسی حضوری ہرگز میسر نہیں ہوتی اور لاکھوں معتبر آدمیوں کی شہادت
موجود ہے جسکے غلط ہونیکا عقل کو احتمال نہیں ہو سکتا کہ ہمکو اہل باطن کے پاس بیٹھنے سے ایک نئی حالت
اپنے باطن میں عقاید و فقہ کے علاوہ محسوس ہوتی ہے جو پہلے نہ تھی اور اُس حالت کا اثر یہ ہے کہ طاعت
کی رغبت اور معاصی سے نفرت عقاید کی پختگی روز افزوں ہے یہ بھی نہایت قوی دلیل ہے کہ طریق باطن
بھی کوئی چیز ہے اسکے علاوہ بزرگوں کے کشف و کرامات اس درجہ منقول ہیں کہ جسکا انتہا نہیں اگرچہ کوئی

قوی دلیل نہیں مگر استقامت شرع کے ساتھ اگر خرق عادات ہوں تو صاحب خوارق کے کامل ہونے
پر اطمینان بخش ضرور ہوتے ہیں یہ خلاصہ ہے قاضی ثناء اللہ کے ارشاد کا بہرحال ہمت کا مقتضا تو یہ ہے
کہ صاحب ذوق ہو اگر اتنی توفیق نہ ہو تو خدا کے لئے انکار تو نہ کرو۔

پہلا باب بیعت میں

عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال مقصود بدون اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس
راہ میں آنے کی توفیق ہو اُستاد طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہئے جسکے فیض تعلیم و برکت صحبت سے
مقصود حقیقی تک پہنچے ؎ گر ہوائے ایں سفر داری دلا ٭ دامن رہبر بگیر و پس برآ ٭ در ارادت
باش صادق اے فرید ٭ تا بیابی گنج عرفاں را کلید ٭ بے رفیقی ہر کہ شد در راہ عشق ٭ عمر بگذشت
و نشد آگاہ عشق ٭ چونکہ بدون علامت تلاش ممکن نہیں اسلئے اس مقام پر شیخ کامل کے شرائط و علامات
مرقوم ہوتے ہیں اول علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو خواہ تحصیل سے یا صحبت علما سے
تا فساد عقائد و اعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے ورنہ مصداق او خویشتن گم ست
کرا رہبری کند کا ہوگا دوم متقی ہو یعنی ارتکاب کبائر و اصرار علی الصغائر سے بچتا ہو سوم تارک دنیا راغب
آخرت ہو ظاہری باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو ورنہ طالب کے قلب پر برا اثر پڑیگا چہارم مریدوں
کا خیال رکھے کہ کوئی امر اُن سے خلاف شریعت و طریقت ہو جاوے تو اُن کو متنبہ کرے پنجم یہ کہ
بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہو اُن سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں اور یہ ضرور نہیں کہ اُس سے کرامات
و خوارق بھی ظاہر ہوتے ہوں نہ یہ ضرور ہے کہ تارک کسب ہو دنیا کا حریص و طامع نہ ہونا کافی ہے اور تفصیل
اور باقی متعلقات اسکے مثلاً آداب طالب و شیخ و حکم تعدد شیوخ وغیرہ مسائل جزئیہ میں بیان کئے جاوینگے

فائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ بیعت اسلام و غزوہ وغیرہ کے مقامات سلوک کی بیعت
بھی لی ہے کالنصح لکل مسلم و ان لا یخافوا فی اللہ لومۃ لائم و ان لا یسئلوا الناس شیئاً پس
اسکی سنت ہونے میں کوئی شک نہیں بعدہ بوجہ اشتباہ بیعت خلافت کے سلف نے صحبت پر اکتفا

فرمایا پھر خرقہ کی رسم بجائے بیعت جاری ہوئی جب وہ رسم خلفا میں نہ رہی صوفیہ نے اُس سنت مردہ کو پھر زندہ کیا (قول جمیل) رہی ابتدا اس لقب صوفی کی سو خیر القرون میں تو صحابی تابعی تبع تابعی امتیاز اہل حق کے لئے کافی القاب تھے پھر خواص کو زہاد و عباد کہنے لگے پھر جب فتن و بدعات کا شیوع ہوا اور اہل زیغ بھی اپنے کو عباد زہاد کہنے لگے اُس وقت اہل حق نے امتیاز کے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا اور دوسری صدی کے اندر اس لقب کی شہرت ہوگئی (قشیریہ)

دوسرا باب ریاضت و مجاہدہ میں

اس میں دو رکن ہیں رکن اول مجاہدہ اجمالی میں جاننا چاہئے کہ اصول اسکے چار امور ہیں قلت کلام قلت طعام قلت منام قلت اختلاط مع الانام ان سب امور میں مرتبہ اوسط حسب تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے نہ اسقدر کثرت کرے جس سے غفلت و قساوت و کاہلی پیدا ہو نہ اسقدر قلت کرے جس سے صحت قوت زائل ہو جاوے خلاصہ یہ کہ نفس کے مطالبات دو قسم ہیں حقوق و حظوظ حقوق وہ جس سے قوام بدن و بقائے حیات ہے حظوظ جو اس سے زاید ہے حقوق کو باقی اور حظوظ کو فانی کرے فائدہ عظیمہ سالکان طریق نے حزن و غم کو اعلیٰ درجے کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی و شکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ سالک کو جو قبض پیش آجاتا ہے وہ علامت اسکے بعد وطروکی نہیں کیا عجب کہ اسکا تصفیہ و مجاہدہ مقصود ہو ہرگز اسکی شکایت نہ کرے سر تسلیم خم کرکے اپنا کام کرتا رہے ؎ باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش ٭ بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش ٭ اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال ٭ مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش ٭ ابو علی دقاق فرماتے ہیں صاحب الحزن یقطع من طریق اللہ تعالی ما لا یقطعہ من فقد حزنہ سنین البتہ فکر لایعنی قلب کا ستیاناس کر دیتی ہے دوسرا رکن ریاضت تفصیلی ہے اس میں دو قسم ہیں قسم اول اخلاق حمیدہ میں اور وہ چند مقامات ہیں توبہ صبر شکر خوف رجا زہد توحید توکل محبت و شوق اخلاص و صدق مراقبہ محاسبہ تفکر ہر ایک مقام کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے

مع اس کی دلیل اور ماہیت و طریق تحصیل کے یہ سب احیاء العلوم سے لیا گیا ہے اور جو مضمون دوسری جگہ کا ہے اُسپر حاشیہ لکھدیا ہے **فصل پہلی توبہ میں** قال اللہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الناس توبوا الی اللہ الحدیث رواہ مسلم **ماہیت** خطا کو یاد کرکے دل دُکھ جانا اور اسکے لئے لازم ہے اُس گناہ کا ترک کر دینا اور آیندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا **طریق تحصیل** قرآن و حدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آئی ہیں اُن کو یاد کرے اور سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی یہی توبہ ہے **احکام** اگر نماز و روزہ وغیرہ قضا ہوا ہو اُسکی قضا کرے اگر بندوں کے حقوق ضایع ہوئے ہیں اُن سے معاف کرائے یا ادا کر دے **فصل دوسری صبر میں** قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجبا لامر مومن ان امرہ کلہ خیر ولیس ذلک لاحد الا للمومن ان اصابتہ سراء شکر وان اصابتہ ضراء صبر فکان خیرا لہ رواہ مسلم **ماہیت** انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین پر ابھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر سو محرک دینی کو محرک ہوا پر غالب کر دینا صبر ہے **طریق تحصیل** اس قوت ہوا کو ضعیف اور کمزور کرنا چاہئے **فصل تیسری شکر میں** قال اللہ تعالیٰ وَاشْکُرُوْا لِیْ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اصابتہ سراء شکر رواہ مسلم وقد مر انفا **ماہیت** نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں ایک منعم سے خوش ہونا دوسری اسکی خدمت گذاری و امتثال اوامر میں سرگرمی کرنا **طریق تحصیل** اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے **فصل چوتھی رجا میں** قال اللہ تعالیٰ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم الکافر ما عند اللہ من الرحمۃ ما قنط من جنتہ احد متفق علیہ **ماہیت** محبوب چیزوں یعنی فضل و مغفرت و نعمت و جنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا اور اُن چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا سو جو شخص رحمت و جنت کا منتظر رہے مگر اسکے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح و توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اسکو مقام رجا حاصل نہیں وہ دھوکے میں ہے جیسے کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے صرف ہوس خام ہے **طریق تحصیل** اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت کو یاد کیا

کرے اور سوچا کرے **فصل پانچویں خوف میں** قال اللہ تعالیٰ وَاخْشَوْنِ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل الا ان سلعۃ اللہ غالیۃ الا ان سلعۃ اللہ الجنۃ رواہ الترمذی **ماہیت** قلب کو دردناک ہونا ایسی چیز کے خیال میں جو ناگوار طبع ہو اور اسکے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو **طریق تحصیل** اللہ تعالیٰ کے قہر وعتاب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے **فصل چھٹی زہد میں** قال اللہ تعالیٰ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد واول فسادھا البخل والامل رواہ البیہقی فی شعب الایمان **ماہیت** کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا **طریق تحصیل** دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقا کو یاد کرے اور سوچے **فصل ساتویں توحید میں** یہاں توحید افعالی مراد ہے قال اللہ تعالیٰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ الآیۃ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رواہ احمد والترمذی **ماہیت** یقین کر لینا کہ بدون ارادۂ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا **طریق تحصیل** مخلوق کی عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے **فصل آٹھویں توکل میں** قال اللہ تعالیٰ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا سألت فاسأل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ رواہ احمد والترمذی **ماہیت** صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا **طریق تحصیل** اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنے گذشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا **فصل نویں محبت میں** قال اللہ تعالیٰ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ متفق علیہ **ماہیت** طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے اسکو عشق کہتے ہیں **طریق تحصیل** دنیا کے علائق کو قطع کرے یعنی غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالے کیونکہ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات و انعام کو یاد کرے اور سوچے

فصل دسویں شوق میں قال اللہ تعالیٰ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ الآیۃ و
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسالك النظر الی وجھك والشوق الی لقائك رواہ
النسائی **ماہیت** جس محبوب چیز کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اسکو کمال جاننے اور دیکھنے کی خواہش
طبعی ہونا **طریق تحصیل** محبت کا پیدا کر لینا کیونکہ محبت کے لئے شوق لازم ہے **فصل گیارہویں**
انس میں قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم
السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ رواہ مسلم **ماہیت** جو چیز من وجہ ظاہر اور معلوم ہو اور من وجہ
مخفی اور مجہول ہو اگر وجوہ مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اُسکے ادراک کی خواہش ہو اُسکو شوق کہتے ہیں اور اگر وجوہ معلومہ
پر نظر واقع ہو کر اُسپر فرح وسرور ہو اُسکو انس کہتے ہیں یہ فرحت کبھی یہانتک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب
کے صفات جلال پیش نظر نہیں رہتے اور اس وجہ سے اسکے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے
لگتی ہے اسکو انبساط اور ادلال کہتے ہیں چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے اسکی تحصیل کے لئے کوئی
جداگانہ طریق نہیں ہے **فصل بارھویں رضا میں** قال اللہ تعالیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ الآیۃ
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سعادۃ ابن آدم رضاہ بما قضی اللہ لہ رواہ احمد والترمذی
ماہیت حکم قضا پر اعتراض نہ کرنا نہ زبان سے نہ دل سے بعض اوقات اسکا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ
تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی یہ بھی آثار محبت سے ہے اسکی تحصیل کا جداگانہ طریق نہیں ہے **فصل
تیرھویں نیت و ارادہ میں** قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ
الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات متفق علیہ
ماہیت دل کا اُبھرنا ایسی چیز کی طرف جس کو اپنی غرض اور نفع کے موافق سمجھتا ہے **طریق
تحصیل** اس چیز کی مثلاً عمل صالح وسلوک طریق آخرت کے منافع و مصالح کی معرفت حاصل کرکے انمیں
غور کرے دل کو حرکت پیدا ہوگی **فصل چودھویں اخلاص میں** قال اللہ تعالیٰ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ
مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا صلی فی العلانیۃ

۳ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدمی سب کے سامنے بھی نماز اچھی طرح پڑھتا ہے اور تنہائی میں بھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا بندہ ہے ٹھیک ٹھیک ۱۲

فاحسن وصلى فی السر فاحسن قال الله تعالى هذا عبدی حقا رواه ابن ماجه **ماہیت** اپنی طاعت
میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی
خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا **طریق تحصیل** معالجۂ ریا میں معلوم ہوگا کیونکہ ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا
حاصل کرنا ہے **فصل پندرھویں صدق میں** مراد اس سے خاص صدق ہے یعنی مقامات دین میں
صادق ہونا قال الله تعالى انما المؤمنون الذين امنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا باموالهم
وانفسهم في سبيل الله اولئك هم الصادقون . وعن عائشة قالت مر النبي صلى الله عليه وسلم
بابی بکر وهو یلعن بعض رقیقه فالتفت الیه فقال لعانین وصدیقین الی قول ابی بکر لا اعود
رواه البیهقی فی شعب الایمان **ماہیت** جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچاوے اس کے سر
درہے **طریق تحصیل** ہمیشہ نگراں رہے اگر کچھ کمی ہو جاوے تو اس کا تدارک کرے اسی طرح چند روز میں
کمال حاصل ہو جاویگا **فصل سولھویں مراقبہ میں** قال الله تعالى ان الله كان على كل شيء رقيبا .
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه
فانه يراك رواه مسلم وقال عليه السلام احفظ الله تجده تجاهك رواه احمد والترمذي
ماہیت دل سے دھیان رکھنا اس شخص کا جو اس کو دیکھ بھال رہا ہے **طریق تحصیل** جاننے کہ اللہ تعالیٰ
میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہے اور کوئی بات کسی وقت اس سے پوشیدہ نہیں اور اسکے ساتھ ہی
اسکی عظمت و قدرت و جلال اور اسکے عذاب و عقوبت کو بھی یاد کرے اسکی مواظبت سے وہ دھیان
بندھنے لگے گا پھر کوئی کلام خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے اس سے نہ ہوگا **فصل سترھویں فکر میں**
قال الله تعالى ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتفكرون . وقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم فاتقوا وانما يلقى على ما لقيتي رواه احمد **ماہیت** دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا
جس سے تیسری بات ذہن میں آجاوے مثلاً ایک بات یہ جانتا ہے کہ آخرت باقی ہے دوسری
یہ بات جانتا ہے کہ باقی قابل ترجیح کے ہے ان دونوں سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آخرت
قابل ترجیح کے ہے ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اسکی تحصیل کا طریق ہوا ان مقامات مذکورہ

کی تصحیح سے اور مقامات بھی درست ہوجاتے ہیں تقوی ورع قناعت یقین عبودیت استقامت حیا حریت فتوت خلق ادب معرفت جنکا ذکران نصوص میں ہے اتقوا اللہ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ القناعۃ کنز لا یفنی۔ وبالاخرۃ ہم یوقنون۔ اعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الایۃ۔ استحیوا من اللہ حق الحیاء۔ یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ۔ قولہ علیہ السلام یوم القیٰمۃ یا رب امتی امتی۔ وانک لعلی خلق عظیم۔ ما زاغ البصر وما طغی۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ (قشیریہ) چونکہ یہ ترتیب بہت ظاہر ہے اسلئے ہم نے تفصیل کو موجب تطویل سمجھا۔

دوسری قسم اخلاق ذمیمہ میں

اور وہ چند چیزیں ہیں شہوت آفات لسان غضب حقد حسد حب دنیا بخل حرص حب جاہ ریا عجب غرور ان چیزوں کا زائل کرنا سالک کو ضرور ہے ان کو بھی چند فصلوں میں ذکر کرتے ہیں مثل قسم اول کے یہ بھی احیاء سے منقول ہے

فصل شہوت میں قال اللہ تعالی ویرید الذین یتبعون الشہوات ان تمیلوا میلا عظیما **ماہیت** ظاہر ہے معالجہ مجاہدہ کرنا چاہئے مجاہدے کا طریق باب دوم میں معلوم ہوچکا ہے

فصل آفات لسان میں قال اللہ تعالی ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید الایۃ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صمت نجا رواہ احمد والترمذی یہ بہت سی آفتیں ہیں فضول باتیں کرنا خلاف شرع باتیں کرنا۔ بحث ومباحثہ ناحق کا۔ تکرار لڑائی کرنا۔ کلام میں بناوٹ وتکلف کرنا۔ گالی گلوچ کرنا۔ کسی پر لعنت کرنا۔ گانا بجانا دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے یا اس میں زیادہ مشغولی کرنا۔ کسی کا راز ظاہر کر دینا۔ جھوٹا وعدہ کرنا۔ جھوٹ بولنا یا جھوٹی قسم کھانا یا جھوٹی گواہی دینا۔ غیبت کرنا۔ چغلخوری کرنا۔ دونوں طرف جاکر دورویہ باتیں بنانا۔ کسی کی زیادہ تعریف وخوشامد کرنا۔ ذات وصفات الٰہی میں محض اٹکل پچو گفتگو کرنا۔ علما سے فضول باتیں پوچھنا۔ معالجہ جوبات کہنا ہو تھوڑی دیر پہلے تامل کرلے کہ اس سے

اللہ تعالی جو کہ سمیع بصیر ہیں ناخوش تو نہ ہونگے انشاء اللہ تعالی کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی **فصل غضب میں** قال اللہ تعالی اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاہِلِیَّۃِ الآیۃ ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تغضب رواہ البخاری **ماہیت** جوش مارنا خون قلب کا بدلہ لینے کے لئے **معالجہ** یہ یاد کرے کہ اللہ تعالی کی مجھ پر زیادہ قدرت ہے اور میں اس کی نافرمانی بھی کیا کرتا ہوں اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچے کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا سو میں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی میں مزاحمت کروں اور زبان سے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر کھڑا ہو بیٹھ جاوے جو بیٹھا ہو لیٹ جاوے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے ۔ اگر اس سے بھی نہ جائے تو اس شخص سے علیحدہ ہو جاوے یا اسکو علیحدہ کر دے **فصل حقد میں** قال اللہ تعالی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاہِلِیْنَ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباغضوا متفق علیہ **ماہیت** جب غصے میں بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو اسکے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے اسکو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں **معالجہ** اس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول شروع کرے گو تکلف سہی چند روز میں کینہ دل سے نکل جاویگا **فصل حسد میں** قال اللہ تعالی وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحاسدوا رواہ البخاری **ماہیت** کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گذرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اسکی زائل ہو جاوے **معالجہ** گو تکلف ہی سہی اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو اور اسکے ساتھ خوب احسان سلوک تواضع سے پیش آؤ ان معاملات سے اس شخص کو قلب میں تمہاری محبت پیدا ہوگی پھر وہ تم سے اسی طور پیش آویگا اس سے تمہارے دل میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور حسد جاتا رہے گا **فصل حب دنیا میں** قال اللہ تعالی وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ الآیۃ ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر رواہ مسلم **ماہیت دنیا** جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرت میں اسکا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے **معالجہ** موت کو کثرت سے یاد کیا کرے اور مدتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ کرے

فصل بخل میں قال الله تعالیٰ ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه ۔ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والبخیل بعید من الله بعید من الجنة بعید من الناس قریب من النار رواه الترمذی **ماہیت** جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروۃً ضروری ہو اُس میں تنگدلی کرنا **معالجہ** مال کی محبت کو دل سے نکالے اور حبِ مال کے نکالنے کا وہی طریق ہے جو معالجہ حبِ دنیا میں مذکور ہوا **فصل حرص میں** قال الله تعالیٰ ولا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا الایة وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یهرم ابن ادم ویشب منه اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر متفق علیه **ماہیت** قلب کا مشغول ہونا مال وغیرہ کے ساتھ **معالجہ** خرچ گھٹاوے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص و طامع ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے **فصل حبِ جاہ میں** قال الله تعالیٰ تلك الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین الایة وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لها من حرص المرء علی المال والشرف لدینه رواه الترمذی **ماہیت** لوگوں کے دلوں کا مسخر ہو جانا جس سے وہ لوگ اسکی تعظیم و اطاعت کریں **معالجہ** یوں سوچے کہ جو لوگ میری تعظیم و اطاعت کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا پھر ایسی موہوم و فانی چیز پہ خوش ہونا نادانی ہے اور دوسرا علاج یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ شرع کے خلاف تو نہ ہو مگر عرفاً اس شخص کی شان کے خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاویگا مگر مقتدا کو ایسا کام کرنا زیبا نہیں دین میں فتور پڑے گا **فصل ریا میں** قال الله تعالیٰ یراؤن الناس الایة ۔ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یسیر الریاء شرك رواه ابن ماجه **ماہیت** الله تعالیٰ کی طاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جاوے **معالجہ** حبِ جاہ کو دل سے نکالے کیونکہ ریا اُسی کا شعبہ ہے اور عبادت پوشیدہ کیا کرے یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضرور ہے اُسکے لئے ازالہ حب جاہ کافی ہے ایک طریق معالجے کا حضرت سیدی مرشدی مولائی الحاج الحافظ محمد امداد الله دامت برکاتہم کا ارشاد فرمودہ ہے وہ یہ کہ جس عبادت میں ریا ہو اُسکو خوب کثرت سے کرے پھر نہ کوئی التفات

کریگا نہ اُسکو یہ خیال رہیگا وہ چند روز میں ریاسے عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بنجاویگی
فصل تکبر میں قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یدخل الجنۃ احد فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر رواہ مسلم **ماہیت** اپنے کو صفات
کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا **معالجہ** اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے اُسکے مقابلے میں اپنے
کمالات کو ہیچ پائیگا اور جس شخص سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اُسکے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آوے
یہانتک کہ اسکا خوگر ہوجاوے **فصل عُجب میں** قال اللہ تعالیٰ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ ۔ وقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما المہلکات فہویٰ متبع وشح مطاع واعجاب المرء بنفسہ وھی
اشدھن رواہ البیہقی فی شعب الایمان **ماہیت** اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اسکا خوف
نہ ہونا کہ شاید سلب ہوجاوے **معالجہ** اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اُسکی استغنا و قدرت
کو یاد کرکے ڈرے کہ شاید سلب ہوجاوے **فصل غرور میں** قال اللہ تعالیٰ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ
الایۃ ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التجافی من دار الغرور رواہ البیہقی فی شعب الایمان
ماہیت جو اعتقاد خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اُسکی طرف طبیعت مائل ہو کسی شبہ اور شیطان کے
دھوکے کے سبب سے نفس کو اطمینان حاصل ہونا **معالجہ** ہمیشہ اپنے اعمال و احوال کو قرآن و حدیث
و بزرگان دین کے اقوال و افعال سے ملاتا رہے ۔ ان رذائل کے ازالہ سے باقی رذائل سب دفع
ہوجاوینگے چنانچہ ظاہر ہے ان اوصاف حمیدہ و ذمیمہ کو کسی بزرگ نے دو رباعیوں میں اختصار و
اجمال کے ساتھ جمع فرمادیا ہے وہ رباعیاں قابل یاد رکھنے بلکہ وظیفہ بنانیکے ہیں ۔

رباعی

خواہی کہ شوی بمنزل قرب عظیم ۔۔۔ دہ چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ۔۔۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

رباعی

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ۔۔۔ دہ چیز برون کن از درون سینہ

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت		بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

فصل جاننا چاہئے کہ مقام مراقبے کے متعلق دو چیزیں اور ہیں ایک مشارطہ کہ مراقبے سے پہلے ہے دوسری محاسبہ جو مراقبے کے بعد ہے مشارطت یہ کہ روزانہ صبح کو اُٹھ کر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو خوب فہمائش کرے کہ دیکھو فلان فلان کام کیجو فلان فلان مت کیجو اسکے بعد مراقبہ یعنی نگہداشت اُس معاہدہ کی رکھنا چاہئے جب دن ختم ہو پھر سوتے وقت محاسبہ کرے یعنی صبح سے شام تک جو اعمال کئے ہیں اُن کو تفصیلاً یاد کرے جو نیک کام کئے ہوں اُن پر شکر آلہی بجا لاوے جو بُرے کام ہوئے ہوں یا نیک کاموں میں کوئی آمیزش ہو گئی ہو اُسپر نفس کو ملامت و زجر و توبیخ کرے اور اگر خالی زجر و توبیخ کافی نہ ہو تو کچھ مناسب سزا بھی تجویز کر کے عملدرآمد کرے قال اللہ تعالیٰ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (از احیاء العلوم)

تیسرا باب مسائل فرعیہ میں

اس باب میں بعض ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں چند فصلوں میں **فصل** بعد وصول کے مردود نہیں ہوتا جو مردود ہوا وصول سے پہلے ہوا **فصل** اولیاء کو عبادت میں دوسروں سے زاید ثواب ملتا ہے کیونکہ عبودیت و اخلاص زیادہ ہوتا ہے **فصل** خرق عادت کئی قسم پر ہے ایک قسم کشف ہے وہ دو طرح ہے کشف کونی کشف آلہی کشف کونی یہ کہ بُعد مکانی یا زمانی اسکے لئے حجاب نرہے کسی چیز کا حال معلوم ہو جاوے کشف آلہی یہ کہ علوم و اسرار و معارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات صفات کے اسکے قلب پر وارد ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں دوسری قسم الہام ہے کہ صوفی کے قلب پر اطمینان کے ساتھ کوئی علم القا ہو کبھی ہاتف غیبی کی آواز سُن لیتا ہے تیسری قسم تصرف و تاثیر ہے یہ دو طرح ہے تاثیر کرنا باطن مرید میں جس سے اسکو حق تعالیٰ کی طرف کشش پیدا ہو اور تاثیر کرنا دوسری اشیاء پر عالم میں خواہ ہمت سے یا دُعا سے بیشمار حکائتیں اس باب میں اولیاء اللہ سے منقول ہیں **فصل** کشف و الہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے

اگر موافق قواعد شرعیہ کے ہے قابل ہوگا ورنہ واجب الترک ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو
لیکن خود کشف کشف میں باہم اختلاف ہوا تو اگر وہ دونوں کشف ایک شخص کے ہیں تب تو اخیر
کشف پر اعتماد ہوگا اور اگر وہ دونوں کشف دو شخصوں کے ہیں تو صاحب صحو کا کشف بہ نسبت صاحب
سکر کے قابل عمل ہے اور اگر دونو صاحب صحو ہیں تو جسکا کشف اکثر شرع کے موافق ہوتا ہو وہ قابل
اعتبار ہے اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہیں تو جس شخص میں آثار قرب الٰہی و قبولیت کے زیادہ
پائے جاویں اُسکے کشف کو ترجیح ہوگی اور اگر اس میں بھی برابر ہیں تو جسکو اپنا دل قبول کرے اُسپر عمل
جائز ہے اور اگر ایک کشف ایک شخص کا دوسرا کشف کئی شخصوں کا ہو تو جماعت کے کشف کو قوت ہوگی لیکن
اگر وہ تنہا سب سے اکمل ہے تو اُسکے کشف کو ترجیح ہوگی **فصل** خوارق کا ہونا ولایت کے لئے ضروری
نہیں بعض صحابہؓ سے عمر بھر میں ایک خرق عادت بھی واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ سب اولیا سے افضل
ہیں فضیلت کا مدار قرب الٰہی و اخلاص عبادت پر ہے خوارق اکثر جوگیوں سے بھی واقع ہوتے ہیں
یہ ثمرہ ریاضت کا ہے خرق عادت کا رتبہ ذکر قلبی سے بھی کم ہے صاحب عوارف نے غیر اہل خوارق
کو اہل خوارق سے افضل کہا ہے عارفین کی بڑی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم ہوں اور بڑا
کشف یہ ہے کہ طالبان حق کی استعداد معلوم کرکے اُسکے موافق اُن کی تربیت کریں شیخ اکبرؒ نے
لکھا ہے کہ بعضے اہل کرامت نے مرنے کے وقت تمنا کی ہے کہ کاش ہم سے کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں
رہا یہ شبہ کہ پھر اولیا کا اولیا ہونا کس طرح معلوم ہو سو اول تو ولایت ایک امر خفی ہے اُسکے معلوم ہونے
کی ضرورت ہی کیا ہے اور اگر معلوم کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ہم اُن سے مستفید ہوں تو اُن کی صحبت
و تعلیم سے شرف حاصل کرو جب اپنی حالت روز بروز متغیر پاؤ گے خود ہی معلوم ہو جاویگا کہ یہ شخص صاحب
تاثیر ہے **فصل طریق تلاش پیر** کمال باطنی کا حاصل کرنا جب ضرور ٹھیرا اور عادت اللہ یوں ہی جاری
ہے کہ بے توسل پیر کے یہ راہ قطع نہیں ہوتی اسلئے پیر کا تلاش کرنا ضرور ٹھیرا طریق اُسکا یوں ہے کہ اکثر
درویشوں سے جنپر احتمال کمال کا ہو ملتا رہے اور کسی کی عیب جوئی اور انکار میں مبادرت نہ کرے مگر
جلدی سے بیعت بھی نہ کرے اول یہ دیکھے کہ شریعت پر مستقیم ہے یا نہیں اگر مستقیم نہیں اُس سے علٰحدہ

ہو گو خوارق وغیرہ اُس سے صادر ہوتے ہوں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا الآیۃ وقال
وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور اگر شرع پر مستقیم ہے تو خود
اُسکا نیک اور ولی ہونا تو ثابت ہو گیا مگر اس شخص کو تو ضرورت تربیت و تکمیل کی ہے اسلئے ابھی
بیعت نہ کرے بلکہ یہ بھی دیکھے کہ اسکی صحبت سے قلب میں کچھ اثر (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت دنیا و
معاصی سے نفرت) پیدا ہوتا ہے یا نہیں کیونکہ حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی یہی علامت آئی
ہے اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ لیکن اکثر عوام کو تھوڑی صحبت میں اس کا محسوس کرنا دشوار ہے اُسوقت
یوں چاہئے کہ اُسکے مریدوں میں سے جسکو عاقل راست گو دیکھے اُس سے شیخ کی تاثیر کا حال دریافت کرے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور حدیث میں ہے اِنَّمَا شِفَاءُ
العِیِّ السؤال اگر کوئی معتبر آدمی شہادت دیں اُسکا اعتبار کرے اور جو بہت سے آدمی ویسی شہادت دیں
تو زیادہ اطمینان کا باعث ہے مگر وہ گواہی دینے والے قرائن سے سچے معلوم ہوتے ہوں مریداں
می پرانند کے مصداق نہوں اس اطمینان کے بعد اُس سے بیعت ہو جاوے اور اُسکے ارشاد کے موافق
عملدرآمد کرے **فصل تعدد پیر** میں اگر ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی کیساتھ ایک معتدبہ
مدت تک رہا مگر اُس کی صحبت میں کچھ تاثیر نہ پائی تو دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے کیونکہ مقصود خدائے
تعالیٰ ہے نہ شیخ **رباعی** باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت ۔ وز تو نرمید صحبت آب و گلت ۔ زنہار ز
صحبتش گریزاں میباش ۔ ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت ۔ لیکن شیخ اول سے بد اعتقاد نہو ممکن ہے کہ
وہ کامل مکمل ہو مگر اسکا حصہ وہاں نہ تھا اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصود کے ہو جاوے یا ملاقات
کی امید نہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے دوسرے
شیخ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قبر سے فیض تعلیم نہیں ہو سکتا البتہ صاحب نسبت کو احوال کی ترقی
ہوتی ہے سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی لاکھوں قبریں
کاملین بلکہ انبیاء کی موجود ہیں **فصل** اور بلا ضرورت محض بے راہ ہوسنا کی کئی کئی جگہ بیعت کرنا بہت بُرا
ہے اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کا قلب مکدر ہو جاتا ہے اور نسبت قطع ہو جاتی

اندیشہ ہوتا ہے اور رسوائی مشہور ہوجاتا ہے **فصل** اور اگر شیخ کی صحبت سے قلب میں کچھ تاثیر معلوم ہوتی ہو تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے اور اس کے عشق و محبت کو دل میں محکم کرے اور اسکی پوری پوری اطاعت کرے اور اسکو خوش رکھے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اسکے تکدر کا باعث ہو کہ اس سے فیوض بند ہوجاتے ہیں سورۂ حجرات کی اول کی آیتوں میں آداب نبویہ بتلائے گئے ہیں شیخ چونکہ خلیفہ کامل نبی کا ہے اس کی محبت و ادب کا بھی وہی حکم ہے **فصل** مشہور ہے کہ اپنے پیر کو سب سے افضل سمجھے ظاہرا اس میں اشکال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ پس سمجھنا چاہیے کہ اگر سکر محبت میں ایسا سمجھا تو معذور ہے اور اگر غلبہ سکر نہیں ہے تو اتنا سمجھے کہ میری تلاش سے بندہ لوگوں میں اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص مجھ کو نہیں ملسکتا لہٰذا قال سیدی سندی مرشدی شیخی الحاج الحافظ محمد امداد اللہ دامت برکاتہم **فصل** شیخ سے اگر احیانا کوئی فعل قابل اعتراض سرزد ہوجاوے تو اعتراض نہ کرے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرلے ~~ آں اسپر را کش خضر ببرید حلق ❊ سر آں را در نیابد عام خلق ❊ گر خضر در بحر کشتی را شکست ❊ صد درستی در شکست خضر است یا تو تاویل کرلے یا یوں سمجھ لے کہ اولیا معصوم نہیں ہوتے ہیں اور توبہ سے سب معاف ہوجاتا ہے مگر یہ اس شیخ کے لئے ہے جو شرع کا پابند صاحب استقامت ہو اور اتفاقاً اس سے کوئی فعل ہوجاوے اور اگر اس نے فسق و فجور کو عادت بنا رکھا ہے وہ ولی نہیں اس کے قول فعل کی تاویل کچھ ضرور نہیں اس سے علیحدگی اختیار کرے **فصل** جس طرح اولیا کے آداب میں تقصیر ممنوع ہے اسی طرح افراط و غلو اور بھی بدتر ہے کہ اس میں اللہ و رسول کی شان میں تفریط ہوتی ہے مثلاً اُن کو عالم الغیب سمجھنا اس سے کفر لازم آتا ہے قال اللہ تعالیٰ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَقُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ یا اُن کو کسی چیز کے موجود یا معدوم کردینے پر یا اولاد و رزق وغیرہ دینے پر یا خدا سے زبردستی دلادینے پر قادر سمجھنا یہ بھی کفر ہے قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یا اُن کے ساتھ عبادت کے طریقوں میں کوئی طریق برتنا مثلاً اُن کی منت ماننا یا اُن کا یا اُن کی قبر کا طواف کرنا یا اُن سے دعا مانگنا یا

اُن کے نام کو عبادۃً جپنا یہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں قال اللہ تعالی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف البیت صلوۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ثم تلا قولہ تعالی وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ وَ وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ **فصل** ولی کبھی کسی نبی کو درجے کو نہیں پہنچ سکتا نہ عبادت کبھی معاف ہو سکتی ہے بلکہ خواص کو زیادہ عبادت کا حکم ہے البتہ مجذوب کہ مسلوب الحواس ہوتا ہے معذور ہے نہ ولی معصوم ہوتا ہے نہ صحابہ کے مرتبے کو کوئی ولی پہنچ سکتا ہے لقولہ تعالی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ وقولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ولاجماعھم علی ان الصحابۃ کلھم عدول ولقول عبد اللہ بن المبارک من التابعین الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی **فصل** قبریں اونچی اونچی اور اُن پر گنبد بنانا عرس میں دھوم دھام کرنا بہت سی روشنی کرنا جیسا آج کل رائج ہے نذر یا مردے کو سجدہ کرنا سب ممنوع ہے البتہ زیارت کرنا اور ایصال ثواب کرنا اور اگر صاحب نسبت ہو اُن سے فیوض لینا یہ سب اچھی باتیں ہیں **فصل** پیر بھی فارغ نہ بیٹھ رہے کمالات میں ترقی کرتا رہے قال اللہ تعالی قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا دعوی کمال کا نہ کرے ہاں اظہار نعمت میں مضائقہ نہیں قال اللہ تعالی لَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ وقال تعالی وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اور افشاے طریقہ پر حریص رہے قال تعالی حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ مریدوں کے ساتھ شفقت محبت سے رہے قال تعالی بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اُن کی خطا و قصور سے درگذر کرے قال تعالی وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْھُمْ الآیۃ دنیاداروں کی خاطر سے اُن کو علٰحدہ نہ کرے قال تعالی لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ الی قولہ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور مریدوں سے متوقع دنیا طالب نفع دنیوی کا نہ ہو قال تعالی

تُرِیْدُوْنَ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَقَالَ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اور ایذائے خلق پر صبر کرے لقولہ علیہ السلام رحم اللہ اخی موسیٰ لقد اوذی اکثر من ھذا فصبر اپنے کو متانت و وقار سے رکھے ۔ ورنہ مریدوں کی نظر میں بے وقعتی ہونیسے اُن کو فیض نہ ہوگا لما ورد فی حقہ علیہ السلام من یراہ من بعید ھابہ و من یراہ من قریبا جبر و نحوہ اور ایک مرید کو دوسرے مرید پر ترجیح نہ دے لقولہ تعالیٰ عَبَسَ وَتَوَلّٰی البتہ اگر ایک کو خدا کی طلب زیادہ ہے اُسکو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں اور ایسی حرکت نہ کرے جس سے خلقت کو بداعتقادی ہو کر اس میں طریق ارشاد مسدود ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ داعیًا اِلَی اللّٰہِ اول باب یہاں تک یہ مضامین ارشاد الطالبین کے ہیں جو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی عمدہ تصانیف سے ہے

فصل تصور شیخ میں اسکو برزخ اور رابطہ اور واسطہ بھی کہتے ہیں اسکے یہ معنی تو آج تک کسی محقق نے نہیں فرمائے کہ خدائے تعالیٰ کو پیر کی شکل میں سمجھے یہ تو محض باطل ہے اور اگر اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ سے دھوکہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ صورت ناک مُنہ ہی کو نہیں کہتے مثلاً یہ بولتے ہیں اس مسئلے کی یہ صورت ہے حالانکہ اُس مسئلہ کی ناک مُنہ نہیں ہے بلکہ صورت کے معنی صفت کے بھی آتے ہیں تو انسان کو آخر سمع بصر وغیرہ عنایت ہوا ہے اسلئے اُسکو صورت حق کہا گیا غرض یہ معنی تصور شیخ کے بالکل بے اصل ہیں کتب فن میں اس قدر مذکور ہے کہ شیخ کی صورت اور اُسکے کمالات کے زیادہ تصور کرنے سے اُس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور نسبت قوی ہوتی ہے اور قوت نسبت سے طرح طرح کے برکات ہوتے ہیں اور بعض محققین نے تصور شیخ میں صرف یہ فائدہ فرمایا ہے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اس سے یکسوئی میسر ہو جاتی ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب قدس سرہٗ نے کشکول میں یہی حکمت فرمائی ہے اسکے بعد فرماتے ہیں و ہر چند برزخ لطیف تر بود و از معانی معقولہ بود کار نیکو بود و ہر چند کثیف بود و از صور مرئیہ بود کار زبون تر بود بہرحال اس میں جو کچھ حکمت و فائدہ ہو راقم کا تجربہ ہے کہ یہ شغل خواص کو تو مفید ہوتا ہے اور عوام کو سخت مضر کہ صورت پرستی کی نوبت آجاتی ہے اسی واسطے امام غزالی وغیرہ محققین نے عوام اور اغبیاء کے لئے ایسے اشغال کی تعلیم منع فرمایا ہے

جس سے کشف وغیرہ ہوتا ہے اسلئے عوام کو تو بالکل اس سے بچانا چاہئے اور خواص بھی اگر کریں تو احتیاط کی حدتک محدود رکھیں اُسکو حاضر ناظر اور ہر وقت اپنا معین دستگیر نہ سمجھ لیں کیونکہ کثرت تصور سے کبھی صورت مثالیہ روبرو حاضر ہوجاتی ہے کبھی تو وہ محض خیال ہوتا ہے اور کبھی کوئی لطیفہ غیبی اُس شکل میں متمثل ہوجاتا ہے اور شیخ کو اکثر اوقات خبر تک بھی نہیں ہوتی اس مقام پر اکثر ناواقف لوگوں کو لغزش ہوجاتی ہے **فصل** عورتوں کو دست بدست بیعت ذکرنا چاہئے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو بیعت میں ہاتھ نہیں لگایا اجنبی عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے صاحب محبوب السالکین مے نویسد بیعت کنانیدن بنسوان این ست اگر نسا رغائب ست بو کالت محارم نسبی یا رضاعی بیعت کند وآنچہ شرائط است بو کلہ بفرماید وخرقہ وامنی دہد واگر نسوان حاضر ست در پردہ مرید کند بیعت دست نکند چنانچہ عہد بارجال کند باعورت نکند ہم در کتاب مذکور است کہ ایں درحق مردان است کہ بار اقبول کردہی و بعورت امر و نہی ابسنداست **فصل** سماع میں ہرچند یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اگر مانعین کے دلائل سے بالکل قطع نظر کر کے اسکو جائز سمجھا جاوے تب بھی تو جواز کے بہت سے شرائط ہیں انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں کون مجلس اُن آداب وشرائط کے ساتھ ہوتی ہے نہ اخوان ہیں نہ زمان نہ مکان صرف ایک رسم رہ گئی ہے ہر قسم کے لوگ مختلف نفسانی اغراض سے جمع ہوتے ہیں اور بزرگوں کے طریقے کی سخت بدنامی ہوتی ہے اس مقام پر صرف حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ کا ارشاد فوائد الفواد سے نقل کئے دیتے ہیں چند چیز موجود شود سماع آنگاہ شنود آں چیست مسمع است ومسموع ومستمع وآلہ سماع ست فرمودند مسمع گوینده است مے باید کہ مرد تمام باشد وکودک وعورت نباشد اما مسموع آنچہ مے گوید باید کہ ہزل وفحش نباشد واما مستمع آنکہ می شنود باید بحق شنود مملو باشد از یاد حق واما آلہ سماع وآن مزامیر ست چوں چنگ ورباب ومثل آں باید کہ درمیان نباشد اینچنیں سماع حلال باشد آب آگے انصاف درکار ہے اور اگر ان شرائط سے بھی قطع نظر کی جاوے تب بھی سمجھنا چاہئے کہ سماع میں ایک خاص اثر ہے کہ کیفیت غالبہ کو قوت دیتا ہے اس زمانے میں چونکہ اکثر نفوس میں خبث وحب غیر اللہ غالب ہے اُسی کو غلبہ ہوگا پھر جب حب غیر اللہ حرام ہے تو اُسکے سبب کو کیا نہ کہینگا

فصل خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی کیونکہ ترقی بدوام عمل سے ہے اور اس میں عمل کا انقطاع ہو جاتا ہے **فصل** شارح گلشن راز فرماتے ہیں کہ محض اہل کمال کی تقلید سے بدون غلبہ حال کے خلاف شریعت کلمات منہ سے نکال کر کافر ہے جو صاحب گلشن راز کا شعر ہے ۔ ترا گر نیست احوال مواجید ۔ مشو کافر بنادانی بتقلید ۔ **فصل** مجمع البحرین میں ہے کہ اگر سکر و غلبے میں صوفی کے منہ سے کچھ نکل جاوے تو اس پر نہ اعتراض کرو نہ اس کی تقلید طریق اسلم سکوت ہے راقم کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس شخص پر اعتراض نہ کرو باقی وہ بات تو ضرور قابل اعتراض ہے خصوصاً جبکہ عوام کو مضر ہو اس وقت اس کی غلطی ظاہر کر دینا واجب ہے **فصل** قرآن و حدیث کے ظاہری معنی کا انکار کرنا کفر ہے البتہ ظاہر کو تسلیم کرنا اور اسکے باطن کی طرف عبور کرنا محققین کا مسلک ہے مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے اہل ظاہر نے تو کتا پالنے کو برا سمجھا مگر دل میں صفات کلبیہ کو ہمیشہ جمع رکھا ان میں تو یکسر ہی مگر ایمان وجہ ہے جس سے مرتے کر جنت تو مل جاوے گی منکرین ظاہر نے کتا پالنے کی اجازت دی اور کہا کہ مولوی لوگ حدیث کا مطلب نہیں سمجھے بیت سے مراد قلب ہے اور ملائکہ سے مراد انوار غیبیہ اور کلب سے مراد صفات سبعیہ وغیرہ یہ لوگ شرع کا انکار کر کے کافر و مستحق جہنم ہوئے محققین نے کہا کہ مطلب تو حدیث کا ہی ہے جو اہل ظاہر سمجھے مگر اس میں غور کرنا چاہئے کہ ملائکہ کو کتے سے کیوں نفرت ہے صرف اس کے صفات ذمیمہ سبعیہ و نجاست و حرص و غضب وغیرہ کی وجہ سے تو معلوم ہوا کہ یہ صفات مذموم ہیں پس جب ظاہری گھر میں کتا رکھنا جائز نہیں تو باطنی گھر میں ان صفات کا رکھنا کیسے جائز ہوگا اس محقق نے ظاہراً کتا پالنے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلول مطابقی ہے اور باطناً ان صفات مذمومہ کے ساتھ متصف ہونے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلول التزامی ہے **فصل** اہل کشف نے فرمایا ہے کہ ہر لطیفے میں دس دس ہزار حجابات ظلمانی و نورانی ہیں اور لطیفہ قالبیہ کو ملا کر سات لطیفے میں تو ستر ہزار حجاب ہوئے ذکر سے ظلمت دفع ہوتی ہے اور نور لطیفے کا سالک کو نظر آتا ہے یہ علامت ان حجابات کے اٹھ جانے کی ہے مثلاً حجاب نفس کا شہوت و لذت ہے اور حجاب دل کا نظر کرنا غیر حق پر اور

اور حجاب عقل کا معانی فلسفیہ میں خوض کرنا اور حجاب روح کا مکاشفات عالم مثال کے وغیرہا ان میں کسی کی طرف ملتفت نہو مقصود حقیقی کی طرف متوجہ رہے اور غیر مقصود کی نفی کرتا رہے ؎ عشق آں شعلہ است کو چوں برافروخت ❊ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت ❊ تیغ لا در قتل غیر حق براند ❊ در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند ❊ ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت ❊ مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت ❊ **فصل اقسام حجاب و وقوف سالک میں** فوائد الفواد میں ہے کہ سالک وہ ہے کہ راہ چلے اور واقف وہ ہے جو بیچ میں اٹک جاوے پس جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر جلدی سے تنبہ و استغفار کرکے بدستور پھر سرگرم ہوگیا تو پھر سالک بنجاویگا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہوجاوے اس راہ کی لغزش کے سات درجے ہیں اعراض حجاب تفاصل سلب مزید سلب قدیم تسلی عداوت اول اعراض ہوتا ہے اگر معذرت و توبہ نکی حجاب ہوگیا اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہوگیا اگر اب بھی استغفار نکیا تو عبادت میں جو ایک زاید کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہوگئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بیہودگی نچھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہوگئی اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارا کرنے لگا یہ تسلی ہے اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہوگئی نعوذ باللہ منہا۔

چوتھا باب اصلاح اغلاط میں

غلطیاں تو بے شمار ہیں مگر جن میں آجکل لوگ زیادہ مبتلا ہیں اُن کی اصلاح چند فصلوں میں ذکر کرتے ہیں فصل اس غلطی کی اصلاح کہ فقیری میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں فتوحات میں ہے کل حقیقۃ علی خلاف الشریعۃ زندقۃ باطلۃ اور اسی میں ہے مالنا طریق الی اللہ الا علی الوجہ المشروع لا طریق لنا الی اللہ الا ما شرعہ اسی میں ہے فمن قال ان ثم طریقا الی اللہ خلاف ما شرع فقولہ زور فلا یقتدی بشیخ لا ادب لہ حضرت بایزید فرماتے ہیں لو نظرتم الی رجل اعطی من

الکرامات حتی یرتقی فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنہی و
حفظ الحدود واداء الشریعۃ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الطرق کلھا مسدودۃ علی الخلق الا علی
من اقتفی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتوحات میں ہے فما اتخذ اللہ من لم یعلم بحکم
بمکان فان اللہ ما اتخذ ولیا جاھلا وفیما ازالبطالۃ مع العلم خیر من العمل مع الجھل التماس ہاؤ
اس باب میں ہزاروں ارشادات بزرگوں کے مذکور ہیں کہاں تک لکھا جاوے قشیریہ میں حضرت
ذوالنون مصری وسری سقطی وابوسلیمان واحمد بن ابی الحواری وابوحفص حداد وابوعثمان ونوری وابوسعید
خراز سے اور دوسری کتابوں میں بھی مثل دلیل العارفین ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی مکتوبات
قدوسیہ حضرت شیخ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی اور قوت القلوب ابوطالب مکی وغیرہا میں یہ مضمون
نہایت استحکام کے ساتھ مذکور ومنقول ہے جسسے معلوم ہوتا ہے کہ فقر میں اول علم شریعت پھر عمل شریعت
کی سخت ضرورت ہے اور بدون اسکے آگے راہ نہیں کھلتا اور کبھی کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مخالفت کرکے اور طریق بدعت کو اختیار کرکے ولی نہیں ہوسکتا جب بدعت قاطع طریق ہے
تو کفر و شرک کا تو کیا پوچھنا ہے آج کل لوگوں نے علم و عمل کے اڑا دینے کو دو لفظ یاد کئے ہیں علم کی
نسبت حجاب اکبر اور عمل کی نسبت دعوے آزادی صاحبو حجاب اکبر کے اگر یہ معنی ہوں تو جتنے بزرگوں
کے نام لکھے گئے ہیں یہ چھوٹے بلکہ محجوب ٹھہرتے ہیں یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے حقایق کے قاعدے
سے اسکے بہت باریک معنی ہیں مگر موٹے سے معنے یہ سمجھو کہ حجاب اکبر اس پردے کو کہتے ہیں جو بادشاہ
کے قریب پڑا رہتا ہے کہ وہاں پہنچکر بادشاہ کا بہت ہی قرب ہو جاتا ہے تو اس میں علم کی مدح ہے یعنے
جب علم حاصل کر لیا تو جتنے حجاب تھے سب اٹھ گئے یہاں تک کہ حجاب اکبر تک پہنچ گیا اب ایک
تجلی سے حیرت کا غلبہ ہو یہ حجاب بھی اٹھ جاوے واصل ہو جاوے اور جس نے سرے ہی سے علم
نہیں حاصل کیا خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے وہ تو ابھی بہت پردوں کے پیچھے ہے اور بہت
دور رہا دعوے آزادی تو آزادی کے معنی باب اصطلاحات میں گذر چکے ہیں کہ قید شہوت و غفلت سے
آزاد ہونا ہے نہ کہ احکام محبوب حقیقی سے ؎ گر تو خواہی حری و دل زندگی ۔ بندگی کن بندگی کن بندگی

زندگی مقصود بہر بندگی ست ÷ زندگی بے بندگی شرمندگی ست ÷ جز خضوع و بندگی و اضطرار ÷ اندریں حضرت ندارد اعتبار ÷ ہر کہ اندر عشق یابد زندگی ÷ کفر باشد پیش او جز بندگی ÷ ذوق باید تا دہد طاعات بر ÷ مغز باید تا دہد دانہ شجر ÷ اور اگر یہ شبہ ہے کہ علم حقیقت اگر علم شریعت کے خلاف نہیں ہے تو بزرگوں نے اسرار کو کیوں پوشیدہ کیا ہے شریعت تو اظہار کے قابل ہے تو اسکا حل اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارا یہ دعوے نہیں کہ علم شریعت ہی کو علم حقیقت کہتے ہیں بلکہ دعوے یہ ہے کہ علم حقیقت علم شریعت کے خلاف نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ شریعت نے ایک چیز کو حرام یا کفر کہا ہے حقیقت میں وہ حلال اور ایمان ہو جاوے مثلاً دیوانی کا قانون اور ہے فوجداری کا اور مگر یہ نہیں کہ جو چیز قانون اول میں جائز ہو وہ قانون دوم میں ناجائز ہو یا بالعکس ہاں البتہ ہر ایک کے مضامین جداگانہ ضرور ہیں سو یوں تو شریعت میں بھی مضامین مختلفہ ہیں اور خود حقیقت میں بھی مگر وہ مضامین شریعت کے مضامین کی نفی نہیں کرتے پوشیدہ کرنے سے جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ تو رفع ہو گیا اب یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ پوشیدہ رکھنے کی کیا وجہ ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قابل اخفا کے تین امر ہوتے ہیں ایک اسرار سو امام غزالیؒ نے اس کی کئی وجہ فرمائی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مضامین خلاف شرع تو نہیں ہوتے مگر دقیق زیادہ ہوتے ہیں جو عوام کے فہم میں نہیں آسکتے اور اُن کو مضر ہوتے ہیں دوسرے تعلیم سلوک کے طریقے اُس میں اخفا کی وجہ یہ ہے کہ اعلان میں اُسکی بےقدری اور دوسرے طالب کی ہوسناکی کا احتمال ہے تیسرے ثمرات مجاہدہ و مکاشفات وغیرہ اُسکا اخفا بوجہ احتمال ریا و دعوے کے ہے غرض کسی امر کا اخفا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مخالف شرع ہے اور اگر فرضاً ایسا ہو تو وہ قابل رد و انکار کے ہے خلاصہ کلام یہ کہ جسکو دولت وصول میسر ہوئی ہے علم شریعت اور اتباع سنت سے ہوئی ہے اور اگر کسی بزرگ کا کوئی قول و فعل خلاف سنت منقول ہو یا تو سکر اور غلبۂ حال میں وہ امر صادر ہوا یا وہ حکایات غلط منقول ہے یا اُن سے کسی باریک مسئلہ میں جہاں دلیل شرعی خفی و دقیق تھی خطاء اجتہادی ہو گئی جس میں وہ شرعاً معذور رہے اور خدا تعالیٰ سے اُن کو بُعد نہیں ہوا ہاں تو کُھلم کُھلا مخالفت بلکہ اُس کی نفی اور اُسکے ساتھ استہزا و تمسخر کیا جاتا ہے جسکے

کفر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع کوئی کام کرنا درست نہیں مثل طواف قبر وسجدۂ مشائخ وغیرہ ان کا ذکر باب مسائل میں آبھی چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کی اطاعت بھی جبھی تک ہے کہ وہ اللہ ورسول کے خلاف نہ کہے ورنہ اُس شیخ ہی کو سلام رخصت کرنا چاہیئے حضرت ثوریؒ فرماتے ہیں متی رایتہ یدعی مع اللہ تعالیٰ حالا تخرجہ عن حد العلم الشرعی فلا تقربن منہ شیخ سعد الدینؒ شرح رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں اگر بنادانی خود بجاہل یا اہل بدعت ارادت آورد یا از دست او خرقہ باطل پوشید باز بخدمت شیخ حق رود وتجدید ارادت کند تا گمراہ نشود۔

فصل عورتوں اور امردوں کی مخالطت کا مضر ہونا

جواہر غیبی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا اللّٰہم انی اعوذ بک منک کسی نے اسکا حال دریافت کیا کہنے لگا کہ ایکبار کسی امرد حسین کو نظر شہوت سے دیکھا تھا اُسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی یوسف بن حسینؒ فرماتے ہیں رایتؐ آفات الصوفیۃ فی صحبۃ الاحداث ومعاشرۃ الاضداد ورفق النسوان شیخ واسطی فرماتے ہیں اذا اراد اللہ ہوان عبد القاہ الی ہولاء الانتان والجیف یرید بہ صحبۃ الاحداث مظفر قرمیسینی فرماتے ہیں آخر الاسرفاق ارفاق النسوان علی ای وجہ کان کسی نے حضرت شیخ نصیر آبادیؒ سے کہا کہ لوگ عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے اُنہوں نے فرمایا ما دامت الاشباح باقیۃ فان الامر والنہی باق والتحلیل والتحریم بہ مخاطب ہے اور عجب تر یہ ہے کہ بعض اس کو ذریعہ قرب الٰہی سمجھتے ہیں خدا کی پناہ اگر معصیت ذریعہ قرب الٰہی کا ہو تو سارے رنڈی بھڑوے کامل ولی ہوا کریں اور یہ جو مشہور ہے کہ بدون عشق مجازی کے عشق حقیقی حاصل نہیں ہوتا اول تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں دوسرے عشق حلال موقع پر بھی ہو سکتا ہے صرف نکتہ اس قاعدے میں یہ ہے کہ عشق مجازی سے قلب کے تعلقات متفرقہ قطع ہوجاتے ہیں اور نفس ذلیل ہوجاتا ہے اب صرف ایک بلا کو دفع کرنا رہجاتا ہے اُسکے دفع کرتے ہی کام بنگیا سو یہ غرض تو اولادِ بی بی کا ہم

بھینس ہر چیز کے ساتھ زیادہ محبت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے غیر عورت اور امرد کی کیا تخصیص ہے
اور اگر اتفاقًا بلا اختیار کہیں دل پھنس ہی گیا تو اُسوقت مجازی سے حقیقی حاصل ہونے کے لئے یہ
شرط ہے کہ محبوب اور محب میں دوری ہو ورنہ وصل و قرب میں تمام عمر اسی میں مبتلا رہیگا اسی لئے
مولانا جامی فرماتے ہیں ؎ ولی باید کہ در صورت نمانی ۔ وزین پل زود خود را بگذرانی ۔ یہاں تو ہر روز
نیا معشوق تجویز ہوتا ہے بقول شاعر ؎ زن نو کن اے یار در ہر بہار ۔ کہ تقویم پارینہ ناید بکار ۔ حظوظ
نفسانیہ و لذات شہوانیہ حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کے اقوال کو آڑ بنا رکھا ہے اور دل کا حال اللہ تعالےٰ
کو خوب معلوم ہے اور خود ان سے بھی پوشیدہ نہیں انصاف اور حق پرستی ہو تو سب کچھ امید ہے ؎
خلق را گیرم کہ بفریبی تمام ۔ در غلط اندازی تا ہر خاص و عام ۔ کارہا با خلق آری جملہ راست ۔ با خدا
تزویر و حیلہ کے رواست ۔ کار با او راست باید داشتن ۔ رایت اخلاص و صدق افراشتن ۔ **فصل**
برزخ مرشد کو خدا جاننا اس غلطی کی اصلاح باب مسائل میں ہو چکی ہے **فصل** جنت و دوزخ کو موجود نہ سمجھنا
یہ اعتقاد صریح قرآن مجید کے خلاف ہے اور اگر اسکی تفسیر بدلی جاوے تو اسکی تحقیق اوپر باب مسائل میں
ہو چکی ہے اُس سے اطمینان کر لیجے **فصل** قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا موٹی بات
ہے کہ اس صورت میں ایسی آیتوں کا کیا مطلب ہوگا مثلاً كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ یعنی یہ کتاب ہے جسکو
ہم نے آپ کی طرف نازل کیا یہ کون کہہ رہا ہے اور کس سے کہہ رہا ہے آلہی توبہ ایمان تو گیا ہی تھا عقل
بھی گئی گذری خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
ایک شخص کو شیطان نے گرا رکھا تھا میں اُس کے کان میں دفعیہ کے لئے اذان کہنے لگا اندر سے
شیطان نے پکارا کہ مجھے چھوڑ دو اسکو قتل کر ڈالوں یہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے فقط۔ اللہ اکبر قرآن کو حادث
اور کلام مخلوق کہنے سے شیطان کو بھی نفرت ہے اور افسوس کہ آدمی کا ایسا اعتقاد ہو پھر ولی ہونیکا دعویٰ
فصل ایک غلطی یہ کہ زبان اور پیٹ کی احتیاط نہیں کرتے یعنی زبان سے جو کلمہ چاہتے ہیں بیباک
ہو کر نکال دیتے ہیں خواہ اُس سے کفر ہو جاوے یا حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور گستاخی ہو جاوے
یہ نہیں سمجھتے کہ ؎ بے ادب را اندرین رہ بار نیست ۔ جای او بر دار شد در دار نیست ۔ از خدا جوئیم

توفیق ادب ٭ بے ادب محروم ماند از فضل رب ٭ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ٭ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد ٭ ہر کہ گستاخی کند اندر طریق ٭ باشد او در لجۂ حسرت غریق ٭ ہر کہ گستاخی کند در راہ دوست ٭ رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست ٭ بدر گستاخی کسوفِ آفتاب ٭ شد عزازیلے زجرأت رد باب ٭ خصوصاً وحدۃ الوجود کے دعوے میں تو زبان کو لگام ہی نہیں کبھی خدا کو بندہ بنا دیا کہیں بندے کو خدا ٹھیرا دیا

رباعی اے بردہ گمان کہ صاحب تحقیقی ٭ واندر صفت صدق و یقین صدیقی ٭ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ٭ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ٭ اس مسئلے کی جو خاص غرض تھی کہ غیر اللہ کو دل سے نکال دیا جاوے اسکی تو ہوا بھی نہیں لگتی زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے ؎ از ساحت دل غبار کثرت رفتن ٭ خوشتر کہ بہرزہ دُر وحدت سُفتن ٭ مغرور سخن مشو کہ توحید خدا ٭ واحد دیدن بود نہ واحد گفتن ٭ آور شکم کی بے احتیاطی یہ کہ حلال و حرام کی کچھ پروا نہیں کرتے سود خوار زن بازاری جو کوئی ہو سب کی دعوت نذرانہ قبول کر لیتے ہیں بزرگوں نے صاف فرما دیا ہے کہ بدون اکل حلال انوار الٰہی نصیب نہیں ہوتے شاہ کرمانی فرماتے ہیں من غض بصرہ عن المحارم وامسك نفسه عن الشهوات وعمر باطنه بدوام المراقبة وظاهره باتباع السنة وعود نفسه اكل الحلال لم تخطئ فراسته

فصل ایک غلطی یہ کہ بعض کا اعتقاد ہے کہ فقیری میں کوئی ایسا درجہ ہے کہ وہاں پہنچکر احکام شرعی ساقط اور معاف ہو جاتے ہیں یہ اعتقاد صریح کفر ہے جب تک کہ ہوش و حواس قائم رہیں ہرگز احکام شرع معاف نہیں ہو سکتے البتہ بیہوشی کی حالت میں معذور ہے حضرت ابراہیم بن شیبانؒ فرماتے ہیں علم الفناء والبقاء يدور على اخلاص الوحدانية وصحة العبودية وما كان غير هذا فهو المغاليط والزندقة کسی نے حضرت جنیدؒ سے ذکر کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو واصل ہو گئے اب ہمکو ان ظاہری احکام کی کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا بے شک واصل تو ہو گئے مگر جہنم واصل ہوئے خدا رسیدہ نہیں ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا اور چوری کرنے والا بہتر ہے ایسے شخص سے جسکا یہ اعتقاد ہو اور فرمایا کہ اگر میں ہزار برس زندہ رہوں بلا عذر شرعی وظیفہ بھی ناغہ نہ کروں

فصل ایک غلطی یہ ہے کہ اپنے کمالات کا صراحۃً یا اشارۃً دعوے افتخار کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسروں کی تحقیر و توہین قال اللہ تعالیٰ فلا تزكوا انفسكم

البتہ اگر اظہار نعمت کی غرض سے کوئی بات موقع کی کہی جاوے اور اُسکو اپنا کمال نہ سمجھیں محض فضل خداوندی سمجھیں مضائقہ نہیں قال اللہ تعالی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ بعض جہلا ایک عجیب دعوے کیا کرتے ہیں کہ ہماری نسبت ایسی قوی ہے کہ گناہ کرنے سے بھی اُس میں فتور نہیں آتا اور بعضے کہتے ہیں کہ ہمکو لونڈوں رنڈیوں کے گھورنے سے ترقی ہوتی ہے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نسبت جسکو معصیت سے بقا یا ترقی ہو شیطانی نسبت ہے اور ایسی ترقی کو مکر و استدراج کہتے ہیں خدا کی پناہ ایسے شخص کے راہ پر آنے کی کوئی امید ہی نہیں عمر بھر اسی دھوکے میں پھنسا رہتا ہے رشحات میں ہے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرمودند کہ مکر آلہی دو ہست یکے بہ نسبت عوام دیگرے بہ نسبت خواص مکرے کہ بہ نسبت عوام ست ارداف نعمت ست باوجود تقصیر در خدمت و مکریکہ بہ نسبت خواص ست ابقاے حال ست باوجود ترک ادب حضرت شیخ قطب العالم عبد القدوس گنگوہی فرماتے ہیں درکار مستقیم باش و در شرع مستدیم ہرچند استقامت شرع ست و درکار ست انوار انوار ست و اسرار اسرار و مے آرند مریدے نورے می دید پیش پیر عرض داشت کہ من چنیں نورے بینم پیر دانائے روزگار فرمود بر و بگیشت کاہ از حق غیرے بے اذن بگیر مرید ہمچناں کرد مر نور در پردہ شد مرید پیش پیر ازیں حال عرض داشت پیر بحق رسیدہ فرمود خاطر جمع دار کہ آن نور حق ست کہ اگر بار تکاب خلاف شرع آں نور مکشوف بودے نور نبودے بلکہ ظلمت بودے حق نبودے باطل بودے شعر ہرچہ در دواعیۂ شرع نیست ہوسۂ دیو بود بی نزاع ٭

فصل ایک غلطی یہ ہے کہ احادیث کے بیان کرنے میں نہایت بے احتیاطی ہوتی ہے حدیث کی تحقیق علماے حدیث سے کرنا چاہئے یہ کسی طرح درست نہیں کہ کسی اُردو فارسی کی کتاب یا کسی عربی کی غیر معتبر کتاب میں حدیث کا نام دیکھ لیا اور اس سے استدلال شروع کر دیا بہت سی عجیب غریب حدیثیں جنکا کہیں پتہ نہیں مشہور ہیں جیسے انا عرب بلا عین اور مثل اس کے جنکے نہ الفاظ کا پتہ نہ معانی کا نشان حدیث شریف میں اس مقدمے میں سخت وعید آئی ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار۔ اسی قبیل سے یہ دعوے کرنا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کئی ہزار کلمات تصوف کے جو شب معراج میں آپ لائے تھے سب علحدہ تلقین فرمائے اور کوئی اس

قابل نہ تھا اس دعوے میں کتنے جھوٹ جمع ہوئے ہیں اول یہ کہ آپ کو کئی ہزار کلمہ تصوف کے
معراج میں عطا ہوئے مدعی کو اسکی اطلاع کس طرح ہوئی وہاں تو اسقدر ابہام ہے کہ فرشتے تک کو
اطلاع نہیں ہوئی کہ کہاں کھڑے سنتے تھے بھلا ایسے مقام کا راز کس کو معلوم ہو سکتا ہے ؎
اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں ۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد ۔ دوسرا جھوٹ یہ کہ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو آپ نے تلقین خفیہ فرمایا خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خاص باتیں بتائی ہیں آپ نے نہایت اہتمام سے اسکا
انکار فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہمارے پاس کوئی خاص چیز نہیں مگر قرآن مجید کا سمجھنا جو آدمی کو اللہ تعالے
کی طرف سے عنایت ہوتا ہو یہی تصوف تمرہ تھا اُس نور نسبت کا جو بدولت صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے سینے میں پہنچی تھی اور وہی اب تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی آئی ہے یہی معنی ہیں اس قول کے
کہ تصوف سینہ بسینہ آتا ہے اور یہ نہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوشیدہ باتیں
کانا پھوسی کے ذریعے سے اب تک آرہی ہیں اگر ایسے بے اصل دعوے کا اعتبار کیا جاوے تو
تمام کارخانہ ہی درہم برہم ہوجاتا ہے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میاں کتابوں میں گو لکھا ہے کہ ناتم حرام تھی
تھا مگر یہ علم سفینہ ہے اور مجھکو اپنے بزرگوں سے سینہ بسینہ یہ راز پہنچا ہے کہ بڑا کنجوس تھا مگر یہ بات
کسی سے کہنا نہیں ورنہ خشک ملا تمکو جھٹلا دینگے اسی طرح جس چیز کو چاہو سینہ بسینہ لے آؤ
پھر کس چیز کا اعتبار رہے گا تیسرا جھوٹ یہ کہ سب صحابہؓ کو نعوذ باللہ ناقابل ٹھیرایا اور قرآن و حدیث
سے صحابہؓ کے خصوصاً خلیفہ اول کے فضائل دیکھو تو سب اشتباہ جاتا رہے سیر الاولیا میں ہے کہ فاضل
ترین ہمہ امت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اند و سید اہل تجرید و بادشاہ اہل تفرید شیخ
حضرت ایشاں را مقدم ارباب مشاہدہ میدارند دو اہر نجمی ؓ فصل ایک غلطی یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ کا
جنت میں دیدار ہوگا اسی طرح دنیا میں دیدار کے قائل ہیں جاننا چاہیے کہ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام
کا قصہ مذکور ہے کہ دنیا میں دیدار کی تمنا کی اور لن ترانی جواب سنا حدیث شریف میں موجود ہے
انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا یعنی موت سے پہلے کبھی خدائے تعالیٰ کو نہ دیکھو گے دوسری حدیث میں

ہے حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ رواہ مسلم
اب قرآن وحدیث کے بعد اور کون چیز ہے جس پر یقین آوے قال اللہ تعالیٰ فبایّ حدیث
بعدہ یؤمنون اب عارفین کا کلام سنئے کیا فرماتے ہیں مصباح الہدایہ میں ہے رویت عیان درین
جہان متعذر ست چہ باقی در فانی نہ گنجد اما در آخرت مومناں را موعود ست و کافراں را ممنوع کشف الآثار
میں ہے روزے در مجلس جناب ارشاد مآب قبلہ کونین غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد سید
عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ مذکور شد کہ فلان مرید آنجناب می گوید کہ من جناب حق سبحانہ
وتعالیٰ را بچشم سر مے بینم آن حضرت او را بحضور خود خواندہ و پرسیدند اعتراف نمود پس آنجناب او را
ازین قول منع فرمودند و عہد گرفتند کہ بار دیگر اینچنین نہ گوید حاضران سوال کردند کہ این مرد محق ست یا
مبطل فرمودند محق ست لیکن امر بروے ملتبس گشتہ و وجہش آن ست کہ وے بچشم سر نور جمال را دیدہ
ہماں وقت از بصیرت کہ رویت قلبی ست سوراخے بطرف بصر او پیدا گشت و شعاع بصرش بنور شہود
حق تعالیٰ متصل شد پس آنچہ بصیرتش مشاہدہ کرد مظنون او شد کہ بصر من دیدہ است و فرق نہ کرد کہ اینجا
دو رویت ست حضرت شیخ قوام الدین کا ارشاد ہے مکاشفہ آنست کہ ہویت حق سبحانہ تعالیٰ
ادراک کنند و یا دریابند ہر چہ خواہی نام نہ رویت قلبی را خواہ رویت بصیرت گو خواہ مکاشفہ خواہ مشاہدہ
باصطلاح صوفیہ رویت قلبی ست نہ رویت عیانی کہ بحاسہ بصر تعلق دارد بحر العلوم شرح مثنوی میں فرماتے
ہیں و درین تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ نمودند و بسبب مشاہدہ فانی شدند و رویت
حاصل نشد مکتوبات قدوسی میں ہے آنچہ اینجا بود یقین گویند کہ حجاب درمیان ست و آنچہ آنجا بود عیان
نامند کہ ارتفاع حجاب از میان است د انوار العارفین احیاء العلوم میں ہے مرئی بالاعین والابصار
فی الدار الاخرۃ دار القرار و لا یرے فی الدنیا مختصرا اور کتب سلوک میں مقام فنا میں جو مشاہدہ ہوتا
لکھا ہے وہ رویت قلبی ہے جیسا اوپر گذر چکا اور نیز مقام فنا مشابہ خواب کے ہوتا ہے سو خواب میں
اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے تنبیہ بعض اوقات سالک روحانی تجلی کو تجلی ربانی سمجھ کر گمراہ ہوتا ہے
اس مقام پر شیخ کامل محقق کی ضرورت ہے در مکتوبات چہار دہم حضرت یحییٰ منیری است بدانکہ تجلی عبارت

از ظهور ذات وصفات الوہیاست جل جلالہ و روح را نیز تجلی باشد و بسیار روندگان دریں مقام مغرور شدہ اند و پنداشتند کہ تجلی حق یافتند اگر شیخ صاحب تصرف نباشد ازیں ورطہ خلاصی دشوار بود اکنون بدانکہ فرق ست میان تجلی ربانی و تجلی روحانی چوں آئینہ دل از کدورت وجود ماسوی اللہ صقالت پذیرد و مشرقہ آفتاب جمال حضرت گردد و جام جہاں نمائے ذات وصفات او شود و لیکن نہ ہر کس را ایں سعادت مشاہدہ نماید از میان روندگان صاحب دولتے باشد کہ چوں آئینہ دل از صفات بشریت صاف کند بعضی صفات روحانی بر دل وے تجلی کند پس گاہ بود کہ ذات روح کہ خلیفہ حق ست در تجلی آید و بخلافت خود دعوے انا الحق کردن گیرد و گاہ بود کہ جملہ موجودات را پیش تخت خلافت روح در سجود بیند در غلط افتد و اندکہ مگر حضرت حق است قیاس بریں حدیث اذا تجلی اللہ لشئ خضع لہ کل شئ و ازیں جنس غلطہا بسیار افتد کہ تجلی روحانی وسمت حدوث دارد و آں را قوت افنا نباشد و از تجلی روحانی غرور و پندار پدید آید و در طلب نقصان پدید آید و از تجلی حق سبحانہ و تعالی ایں جملہ بخیزد و ہستی نیست ہیچ ل شود و در طلب بیفزاید و تشنگی زیادہ گردد اور بعض بزرگوں کے جو اس قسم کے اقوال ہیں سے دیگراں را وعدۂ فردا بود ۞ لیک مارا نقد ہم اینجا بود ۞ اسکے معنی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں معنی او آں ست آنچہ آنجا وعدہ برویت بود اینجا بچشم یقیں مشاہدہ ایں منقود را محققاں مشاہدہ خوانند محض رویت دانند ۞

رفع اشتباہ

بعض بزرگوں کی کلام میں جو تجلی ذاتی کا لفظ پایا جاتا ہے اس سے دھوکہ نہ کھاویں کیونکہ یہ اصطلاحی لفظ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ سالک کو توجہ الی الذات میں اس قدر استغراق ہو جاوے کہ غیر ذات کی طرف اصلا التفات باقی نہ رہے حتے کہ صفات بھی اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں اور ایک معلوم کے حضور سے دوسرے معلومات کی غیبت محل استبعاد نہیں بلکہ بکثرت واقع ہے سو اسکو رویت سے کوئی علاقہ نہیں علم الکتب میں اس تفسیر کی تصریح کی ہے علاوہ اسکے خود لغوی معنے کے اعتبار سے بھی تجلی و رویت میں فرق ہے کیونکہ تجلی کے معنے ہیں ظہور کے سو یہ صفت حق تعالی کی ہے اور رویت کے

انوار العارفین ۱۲

۷۸

سمجھے ہیں دیکھنا سو رویت ذات میں صفت عبد کی ہے تجلی کے اثبات سے رویت کا اثبات لازم نہیں آتا کیونکہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ ذات کی طرف سے ظہور ہو سکتا ہے مگر عبد کی طرف سے دید و بینش نہیں ہوتی سو اس میں کوئی اشکال نہیں یہی وجہ ہے کہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تجلی کا اثبات فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ فلما تجلی ربہ اور رویت کی نفی فرمائی ہے بقولہ تعالیٰ لن ترانی غرض قرآن و حدیث و کلام اہل حق سے واضح ہے کہ رویت ذات حقتعالیٰ کی آخرت میں بلا کیف واقع ہوگی اور دنیا میں ممتنع ہے اور بعض اکابر کی کلام میں جو امکان کا کلمہ لکھا ہے اور امتناع کو معتزلہ کا مذہب قرار دیا ہے اُس سے مراد امکان و امتناع عقلی ہے نہ شرعی اور مدعا ہمارا امتناع شرعی ہے بوجہ ورود نصوص عدم الوقوع کے دنیا میں اور امتناع عقلی مدعا نہیں ورنہ آخرت میں کیسے وقوع ہوتا اس لئے کہ مستحیل عقلی ممکن نہیں ہو سکتا چہ جائے وقوع۔ فقط **فصل** ایک غلطی یہ کہ شیخ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت جسد عنصری خدا سمجھنا یہ اعتقاد صریح کفر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا تغیر تبدل حدوث احتیاج تقیید حلول و اتحاد ہزاروں خرابیاں لازم آتی ہیں ظاہری جسد ظاہری حواس سے محسوس ہے وہاں تو اسقدر تنزیہ ہے کہ حواس باطنی اور عقل کی بھی رسائی نہیں خیال و فکر میں جو چیز آوے اللہ تعالیٰ اُس سے بھی منزہ ہے عمرو بن عثمان مکی فرماتے ہیں کل ما توھمہ قلبک او سنح فی مجاری فکرتک او خطر فی معارضات قلبک من حسن او بھاء او انس او جمال او ضیاء او شبح او نور او شخص او خیال فاللہ تعالیٰ بعید من ذلک الا تسمع الی قولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر۔

پانچواں باب موانع طریق میں

یوں تو جتنے معاصی اور تعلقات ماسوی اللہ ہیں سب اس راہ کے رہزن ہیں مگر چند ضروری چیزوں کو چند فصول میں بیان کیا جاتا ہے **فصل** ایک مانع مخالفت کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسکا بیان اوپر گذر چکا ہے افسوس اس زمانے میں رسوم بدعات کی بڑی کثرت ہے اور تصوف ان ہی رسوم کا نام رہ گیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقے

79

من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ الحدیث رواہ البیہقی فی شعب الایمان جو حقیقت تصوف
کی یعنی کہ فنا و بقا کی نسبت حاصل کریں اُسکے معنی بھی نہیں جانتے ان رسوم کے مقید ہو گئے ابوالعباس
دینوری نے اپنے زمانے کا حال بیان فرمایا ہے تو ہمارے زمانے کا کیا ٹھکانا ہے اُن کا ارشاد ہے
نقضوا ارکان التصوف وھدموا سبلھا وغیروا معانیھا باسامی احدثوھا سموا الطمع زیادۃ و
سوء الادب اخلاصا والخروج عن الحق شطحا والتلذذ بالمذموم طیبۃ واتباع الھوی ابتلاء
والرجوع الی الدنیا وصلا وسوء الخلق صولۃ والبخل جلادۃ والسوال عملا وبذاءۃ اللسان ملامۃ
وما کان ھذا طریق القوم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ان رسوم کی نسبت فرماتے ہیں نسبت صوفیہ
غنیمتیست کبری و رسوم ایشاں ہیچ نمی ارزد **فصل** ایک مانع یہ ہے کہ غلطی سے کسی بے شرع پیر سے
بیعت کرلی اب ساری عمر اسی کو نباہتا رہا جب وہ خود واصل نہیں تو اسکو کیسے واصل کریگا حضرت بندار کا قول ہے صحبۃ
اھل البدع تورث الاعراض عن الحق شیخ قوام الدین فرماتے ہیں اے درویش محک و معیار این کار
کتاب و سنت ست و سیر سلف کہ اہل اقتدا بودند نہ اجازت مجرد و مقام متبرک کہ فلان فرزند درویش ست
و در جائے آبا و اجداد خود نشستہ و چیزے کہ از شان شیخی مخالف معیارست آں فاسد و باطل یعنی اگر قول و فعل
شیخ مخالف کتاب و سنت و اجماع بود ہیچ نباشد آں شیخ لایق شیخی و مقتدائی نبود و ہر کہ بدو اقتدا کند بمقصود
نرسد بلکہ اسکو چھوڑ کر دوسرے کامل سے بیعت کرے شیخ سعد الدین فرماتے ہیں اگر از نادانی خود بجاہلے یا
اہل بدعت ارادت آورد تجدید ارادت کند واز دست او خرقہ پوشد تا گمراہ نشود اور یہ مشہور ہے شیخ من خر
ست اعتقاد من بس ست سو اول تو ایسے جاہل فاسق آدمی سے اعتقاد باقی رہنا مشکل ہے دوسرے یہ
قاعدہ کلیہ نہیں شاذ و نادر ایسا بھی ہوگیا ہے جو اس فن سے ذرا بھی واقف ہے جانتا ہے کہ وصول مطلب
کا طریقہ شیخ کامل کی صحبت و تعلیم ہے وبس اور شیخ کامل وہی ہے جو جامع ہو ظاہر و باطن کا تیسرے یہ
کہ اس سے بے شرع پیر مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر پیر بہت بڑے درجے کا کامل نہ ہو مگر شرع کے
خلاف بھی نہ ہو تو یوں سمجھے کہ اگرچہ اس سے بڑھکر اور کامل ہوں مگر میرے لیے یہی کافی ہیں اور میرا اعتقاد
مجھے مقصود تک پہنچا دیگا **فصل** ایک مانع لڑکوں عورتوں کو دیکھنا یا اُن کے پاس بیٹھنا اٹھنا ہے اسکا

بیان بھی اوپر ہوچکا ہے ایک شیخ بزرگ کا قول ہے کہ میں اپنے پیر کے ساتھ چلا جاتا تھا ایک حسین لڑکے کو دیکھ کر اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت کیا اللہ تعالیٰ اس صورت کو عذاب دینگے اُنہوں نے فرمایا کیا تو نے اسکو دیکھا ہے جلدی اسکا نتیجہ بھگتو گے وہ کہتے ہیں کہ بیس برس بعد میں قرآن بھول گیا اسی طرح عورتوں سے ملنا جلنا خدا سے تعالیٰ سے کوسوں دور پھینکتا ہے باب الاغلاط میں تفصیل مرقوم ہوچکا ہے

فصل ایک مانع زبان درازی اور دعوی کمالات و دعوے توحید اور گستاخی بے ادبی شریعت کے ساتھ یا حق تعالیٰ کے ساتھ اسکا بیان بھی اوپر ہوچکا ہے **فصل** ایک مانع شیخ کی تعلیم سے زائد لوٹ کر مجاہدہ کرنا کہ چند روز میں گھبرا کر وہ تھوڑا تعلیم کیا ہوا بھی چھوٹ جاوے چنانچہ بہت سے لوگوں کو ایسا اتفاق ہوا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتے تملوا رواہ الشیخان **فصل** ایک مانع یہ کہ حصول ثمرات مجاہدہ میں تقاضا و عجلت کرنا کہ اتنے دن مجاہدہ کرتے ہوگئے اب تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ یا تو شیخ سے بد اعتقاد ہوجاتا ہے یا مجاہدہ ترک کردیتا ہے طالب کو سمجھنا چاہئے کہ کوئی چیز بھی ایسی دفعۃً حاصل ہوتی ہے دیکھو یہی شخص کبھی مُنت بچہ تھا کتنے دن میں جوان ہوا پہلے جاہل تھا کتنے دنوں میں عالم ہوا غرض عجلت و تقاضا گویا اپنی ہادی پر فرمایش ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستجاب لاحدکم مالم یعجل تو مذی اگر کسی وقت بہت دل گھبرایا کرے ان اشعار سے تسلی کرلیا کرے

اشعار

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع — عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب — لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش — صوفئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہا باید کہ تا یک پنبۂ از آب و گل — شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار بیشمار — تا کہ در جوف صدف باراں شود دُر عدن

فصل ایک مانع یہ کہ شیخ سے محبت و عقیدت میں فتور ڈالنا یا اس سے بڑھ کر یہ کہ شیخ کا آزردہ کرنا حدیث میں ہے من عادی لی ولیًا فقد اٰذنتہ بالحرب

چھٹا باب وصایا جامعہ میں

اس میں چند فصلیں ہیں **فصل** امام قشیریؒ کے وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ اول عقاید موافق اہل سنت وجماعت کے درست کرے پھر ضرورت کے موافق علم حاصل کرے خواہ درس سے یا صحبت علما سے اور اختلافی مسئلہ میں احتیاط پر عمل کرے اور سب معاصی سے توبہ خالص کرے اہل حقوق کو راضی کرے مال وجاہ کے تعلقات کو قطع کرے اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے نہ اسپر کوئی اعتراض کرے اپنے باطنی حالات شیخ سے پوشیدہ نہ کرے اور کسی سے ظاہر نہ کرے اگر کچھ قصور شیخ کا ہو جاوے فوراً معذرت کرے اور اقرار خطا کا کرے تاویل نہ کرے بلا ضرورت شدیدہ سفر نہ کرے بہت ہنسے نہیں کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے اپنے پیر بھائیوں پر حسد نہ کرے لڑکوں عورتوں کی صحبت سے بچے بلکہ اُن سے زیادہ گھُل ملکر باتیں بھی نہ کرے جب تک صاحب نسبت نہ ہو جاوے کسی کو مرید نہ کرے آداب شیخ کا بہت پاس رکھے مجاہدہ وعبادت میں سستی نہ کرے تنہائی میں رہے اور اگر مجمع میں رہنے کا اتفاق ہو تو اُن کی خدمت کرے اپنے کو اُن سے کم سمجھ کر برتاؤ کرے دنیاداروں کی صحبت سے پرہیز رکھے **فصل** شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت ومصلحت دینی اغنیا سے صحبت نہ رکھے صوفیان جاہل اور جاہلان عابد اور علما ے زاہدان خشک اور جو محدثین اہل فقہ سے عداوت رکھیں اور جو لوگ کلام ومعقول میں انہماک رکھتے ہیں ان سب کی صحبت سے بچے ایسے شخص کے پاس بیٹھے جو عالم صوفی ہو دنیا کا تارک ذکر اللہ واتباع سنت کا عاشق ہو اور مذاہب میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے کہ حنفیوں کا مذہب سب سے اچھا ہے یا شافعیہ کا سب سے بڑھکر ہے اپنے مذہب پر عمل کرتا رہے نہ صوفیوں کے طرق میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کہ چشتیہ کی نسبت بڑی ذوق کی ہے دوسرا کہے واہ نقشبندیوں میں اتباع سنت زیادہ ہے اور اسی قسم کے خرافات سے بچے جو لوگ مغلوب الحال ہیں یا کسی تاویل سے کوئی امر کرتے ہیں جو اس شخص کے نزدیک

خلاف سنت ہے اُن کو بُرا بھلا نہ کہے اور خود وہی کرے جو قواعد شرعیہ کے موافق
ہے فصل اس فصل میں حضرت سیدنا ومرشدنا الشیخ الحافظ الحاج محمد امداد اللہ صاحب کی وصایا کا
خلاصہ لکھ کر رسالہ ہذا کو ختم کرتا ہوں اس کو آخر میں اسی واسطے لکھا کہ خاتمہ میں
برکت ہو ورنہ میرا حق یہ تھا کہ اس کو سب سے مقدم کرتا ؎ وللناس فیما یعشقون
مذاہب طالب حق پر لازم ہے کہ اول مسائل ضروری وعقاید اہل سنت وجماعت کے
حاصل کرے پھر ان رذائل سے تزکیہ کرے حرص امل غضب جھوٹ غیبت
بخل حسد ریا کبر وکینہ اور یہ اخلاق پیدا کرے صبر وشکر قناعت علم یقین تفویض توکل
رضا تسلیم اور شرع کا پابند رہے اور اگر گناہ ہو جاوے جلدی کر کے نیک عمل سے تدارک
کرے نماز باجماعت وقت پر پڑھے کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ ہو لذت ذکر پر شکر
بجا لاوے کشف وکرامات کا طالب نہ ہو اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کہے
دنیا ومافیہا کو دل سے ترک کرے خلاف شرع فقرا کی صحبت سے بچے لوگوں سے
بقدر ضرورت خلق کے ساتھ ملے اپنے کو سب سے کمتر جانے کسی پر اعتراض نہ کرے
بات نرمی سے کرے سکوت وخلوت کو محبوب رکھے اوقات منضبط رکھے تشویش کو
دل میں نہ آنے دے جو کچھ پیش آوے حق کی طرف سے سمجھے غیر اللہ کا خطرہ نہ آنے دے
دینی کاموں میں نفع پہنچاتا رہے نیت خالص رکھے خورد ونوش میں اعتدال رہے نہ اتنا زیادہ
کھائے کہ کسل ہو اور نہ اسقدر کم کہ عبادت سے ضعف ہو جاوے کسب حلال افضل ہے اگر
توکل کرے تو بھی مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھے نہ کسی سے امید وخوف کرے
حق تعالیٰ کی طلب میں بیچین رہے نعمت پر شکر بجا لاوے فقر وفاقہ سے تنگدل نہ ہو
اپنے متعلقین سے نرمی برتے اُن کی خطا وقصور سے درگذر کرے اُن کا عذر قبول کرے کسی
کی غیبت وعیب جوئی نہ کرے عیب پوشی کرے اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے کسی سے
تکرار نہ کرے مہمان نواز ومسافر پرور رہے غربا ومساکین وعلما وصلحا کی صحبت اختیار

کرے قناعت و ایثار کی عادت رکھے بھوک پیاس کو محبوب سمجھے کم ہنسے زیادہ روئے
عذاب الٰہی اور اُس کی بے نیازی سے لرزاں رہے موت کا ہر وقت خیال رکھے روزانہ
اپنے اعمال کا محاسبہ کر لیا کرے نیکی پر شکر بدی پر توبہ کرے صدق مقال و اکل حلال اپنا
شعار کرے غیر مشروع مجلس میں نہ جاوے رسوم جہل سے بچے شرمگین، کم گو، کم سخن صلاح جو
نیکو کار، نیکو رفتار باوقار بردبار رہے ان صفات پر مغرور نہ ہو اولیا کے مزارات سے
مستفید ہوتا رہے گاہ گاہ عوام مسلمین کی قبور پر جاکر ایصال ثواب کرے مرشد کا ادب
و فرمانبرداری کامل طور پر بجا لاوے اور ہمیشہ استقامت کی دعا کرے۔ الحمد للہ کہ ۲۰ صفر
روز پنجشنبہ ۱۳۱۵ھ وقت چاشت مقام کانپور مدرسہ جامع العلوم میں رسالہ تعلیم الدین
اختتام کو پہنچا یا الٰہی اسکو قبول فرما کر اپنے بندوں کو نفع بخش +

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد مے کشم چہ عبارة و چہ معانیم

اللہم اختم لنا بالخیر والسعادۃ

تمام شد

رسالۂ تکمیل الیقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ف — چھٹا فرقہ جو اخلاق اور آداب کا فلاسفر تھا ۱۲

مقدمہ - اس وقت ہمارے زمانہ میں جو فلسفہ شائع ہے اُسکے دو شعبے ہیں تہذیب (فلسفۂ اخلاقی) اور سائنس (فلسفۂ طبعی) اور ہر ایک سے نئے رنگ کے شبہات پیدا ہو گئے ہیں - اس لئے دونوں قسم کو جدا جدا بالترتیب لکھنا ضرور ہوا -

پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طبقات کی لوگوں کے روبرو رسالت کا دعوے فرماتے ہوئے دیکھ کر یا سُنکر گروہ فلاسفہ کا تحقیق حق کے لئے بنظر انصاف مستعد ہو جانا اور اُن کی تحقیق کا مآل کار

فلاسفۂ اخلاق کا نتیجہ تحقیقات

ف — رسالت کی دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں عقلی

اُن میں سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفر تھے شرایع سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنکے اسرار و فوائد کی شناخت میں اُن کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے اُنکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بُرے بھلے کاموں میں اچھی طرح تمیز کر سکتے تھے انتظام ملکی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حسن و قبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لئے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں بہت کچھ

عقل درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر اُن کو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ اُن کو وہی لوگ
سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند اور فہیم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسندیدہ طریقے
عمدہ حالات نتیجہ پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لئے ثابت ہوا کرتی ہیں دوسری
قسم معجزہ یا خارق عادت امور ہیں جنکا حواس سے ادراک ہوتا ہے اُسکے طلب کرنیوالے دو ہی قسم کے لوگ
ہوا کرتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اُس سے قاصر ہوتے ہیں
اس وجہ سے ایسی ہی چیزوں کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کر لیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو
باوجود اس نقص کے عناد پر بھی کمر باندھ لیتے ہیں اور اُن کا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ
اس رسول سے ایسی باتوں کی فرمایش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لانیکے ہاں یا
تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجئے یا آپ ایسے باغ کے مالک ہو جائیں جس میں کھجوروں و انگور کے
درخت لگے ہوں جا بجا نہریں بہ رہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجئے یا خدا اور فرشتوں کو
بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونے کا بنجائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیے اور آپ
کے چڑھنے کو بھی ہم جب مانیں گے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آئیے تاکہ ہم اُسے پڑھ بھی لیں اور اُن
معاندوں کا جواب رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا
ہے مجھ سے یہ مہمل سوال کیسے بمطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں
خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کا ایجاد کر کے میری تائید کر دیتا ہے
اور جب اُسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرتا بہر حال یہ ہے کہ اُس نے مجھے منصب رسالت عطا کیا ہے میرا کام
اتنا ہے کہ جو کچھ اُس نے مجھے حکم دیا ہے تمہیں پہنچا دوں سو وہ میں کر چکا اب تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔
پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی اُن علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں
جو عقلی دلائل کے قبیل سے شمار کی جاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سمجھداروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو
عمدہ اوصاف جو اُن رسولوں میں ہوا کرتے ہیں جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے ہم محمد صلی
اللہ علیہ وسلم میں دیکھ بھی چکے ہیں مثلاً آپ کا شریف النسب ہونا۔ خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا

ف اس تقریر کے استدلال کا اجمالی بیان ۱۲

نہایت تیز اور زود فہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا مستقیم ہونا۔ اب ہمیں مناسب یہ ہے کہ
آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی شریعت میں غور کریں پس اگر آپ کی شریعت میں یہ سب باتیں پائی
جائیں گی کہ وہ ہمکو ایسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور ان
سے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اُس کی یہ تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ
اپنے کو مزین کریں عمدہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہماری باہم
معاشرت کرنے کے انتظام میں خلل نہ آنے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جن سے خالق اکبر کی نعمتوں
کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو۔
(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے واجب کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جنکا نفع آخر کو ہمیں
لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھلائی ہوئی عبادتوں میں اس امر کی ضرور رعایت کی جاتی ہے کیونکہ خود خدا
کو انکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بے پروا ہے) اور آپ کی شریعت محض خرافات اور
غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ ایسی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو مشاہدہ اور یقینی دلائل
کے بالکل خلاف ہیں۔ اور بری عادتوں سے منع کرتی ہوگی اور اس بات کو جائز نہ رکھتی ہوگی کہ آدمی بجاے
آدابِ کے ساتھ موصوف ہونے کے ایسے رذیل اوصاف میں آلودہ ہو جائے جو نہایت معیوب اور مذموم خیال
کئے جاتے ہیں اور ایسی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑے اور انتظام درہم برہم ہو جائے
اور ہمکو ایسی عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بےادب ٹھیریں اگر یہ سب کچھ
ہوگا تو بیشک آپ یقینی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور اُن کی شریعتوں کا یہی
حال ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات بھی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی
نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس اسوقت ہم آپ پر ایمان لے آئینگے اور آپ کی تصدیق کرینگے اور اگر
کہیں اسکے خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الٹ کرینگے اور پھر نہایت سختی سے مقابلہ پر آمادہ ہو جا بیٹھینگے
یہ کہکر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تفتیش اور آزمایش کے بعد انہوں نے
دیکھا کہ آپ کی شریعت انہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ

ف شریعت کی عقاید حقہ پر مشتمل ہونے سے انکا استدلال

ہیں اور اُن کے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت بھی نہیں لازم آتی اور اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ آدمی کو چاہئے
کہ اپنے میں پسندیدہ اخلاق پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو اعلیٰ درجہ کی تدبیروں
کو اختیار کرے جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑنے پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو
فائدہ پہنچے اور اُسکے نقصانات سے انکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُس نے حکم کیا ہے وہ بھی ایسی ہیں جنسے
خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ ان میں اور بھی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے لوگوں
کو فی الواقعی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع
کرتی ہے۔ آداب سے بے بہرہ ہو کر بری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں
دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو جائز رکھتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو اور ایسی باطل عبادتوں سے
روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھیرے اسکی تفصیل یہ ہے کہ
شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد اور یکتا سمجھو اور سب بات
کا یقین اور اعتقاد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے چنانچہ
ہر عاقل بالغ کے ذمے یہ یقین کرنا ضروری ٹہرا ہی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اُسکا علم نہایت ہی کامل ہے
اُسکا ارادہ نہایت ہی تام ہے۔ اُسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اُسکے سوا تمام چیزیں اُسی کی محتاج ہیں اسکو ان
ساری چیزوں میں سے کسی کی بھی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اُس کے مشابہ
ہو سکتا ہے وہ ازلی یعنی ہمیشہ سے ہے ابدی یعنی ہمیشہ رہیگا۔ نہ اُس کی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اُسکی
ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و اختیار سے حکمت کے موافق
کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اسکے ذمے ضروری نہیں بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو انکی
وسعت سے باہر ہو۔ اسکے سوا نہ کوئی پیدا کرنیوالا ہے اور نہ تدبیر کرنے والا اُس نے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور
پہلے ہی سے انکے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا
ہے کیونکہ ظلم صرف دوسرے کے ملک میں بغیر اسکی مرضی کے بیجا تصرف کرنیکا نام ہے اور اللہ سبحانہ تمام کائنات
کا مالک علی الاطلاق حقیقی مالک ہے اس نے دنیا کے علاوہ اُس نے دو اور ایسے مقام پیدا کئے ہیں جن میں سے ایک

میں تو مطیعین کو آرام و آسایش میں رکھیگا اور دوسرے میں نافرمانوں کو سزا دیگا پس اُس نے جس طرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اسی طرح بعد فنا ہو جانے کے اُن سب کو پھر زندہ کریگا تاکہ مطیع کو جزا دے اور نافرمان کو سزا دی ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دولتمند خوش حال ۔ دوسروں پر ظلم و جبر کرنیوالا خدا کے ساتھ کفر کرنے والا ہو اُس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بیچارہ مظلوم ایماندار رہا اور اُن دونو میں کوئی فرق باقی نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن خدا اس سے پاک ہے کہ اُسکے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اُسکا جو فعل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اُس سے صادر ہوگا اس اعتبار سے کہ خدا سے صادر ہوا ہے ضرور مستحسن ہوگا اُس نے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدوں کی تعلیم کریں کیونکہ اُنکی عقلیں اگرچہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے جیسا کہ اُس کی اُلوہیت کا مقتضا ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفتیں ہیں کہ جب تک وہ رسولوں کے ذریعہ سے اُسکی اطلاع نہ دے محض انسانی عقل اُسکو سمجھ نہیں سکتی اسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ لوگوں کو اُن کی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور اُن کے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ بمقتضائے حکمت خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے دو قسم کے اخلاق (یعنی قوتیں یا خواہشیں) پیدا کئے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ جنسے اُن کے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے اخلاق اُن کے خلاف ہیں جو محض اس غرض سے پیدا کئے گئے ہیں کہ لوگ اُن کے ذریعے سے اس عالم کے آباد کرنے میں ترقی کریں[۵] جہاں کہ اُنہیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا جاتا تو ہر خواہش کرنے والے کو اُسی حد تک پہنچ کر رُک جانا پڑتا اور آگے قدم بڑھانے سے مایوسی ہو جاتی جس سے ترقی کی رفتار میں فرق آتا اسی لحاظ سے اخلاق (یعنی قوتوں یا خواہشوں) کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ اُن کو اس قابل بنایا کہ اپنے قصد و اختیار کے موافق ان قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جا سکے اسلئے ان اخلاق سیئہ کی نسبت یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھ کر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس اب مصلحت اسی کی مقتضے

۵ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے ۱۲

ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کردی جائے اور اُن سے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا
اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہوجائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اُن سے باقاعدہ
کام لینا اور اُن کے بے موقع جوشش جولانی کو روکنا سکھائیں یہاں تک کہ وہ ایسی حد پر لگائیں جن سے اُن کا
ضرر دفع ہوجائے اور نفع ہی حاصل ہوتا رہے اور اس طرح سے اخلاق [illegible] اخلاق حسنہ بنجائیں اس کام کے
لئے رسول دو مؤثر ذریعوں سے کام لیتے ہیں لوگوں کو [illegible] اور [illegible] کے ساتھ ہی وہ عمدہ
چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی برائی ثابت کرنے کے لئے دلائل بھی قائم کرتے ہیں جس سے ان دونو
طریقوں کی اور بھی تقویت ہوجاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اس طرح سمجھئے کہ لالچ ایک برا وصف
ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف ہرگز نہ
اٹھاتے اور اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے تو طرح طرح
کے جھگڑے اور برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ
کام لینا لوگوں کو تعلیم کرے اور یہ سکھائے کہ جائز ذریعوں سے مال جمع کریں اور دوسرے کے نقصان پر اپنے
نفع کو مقدم رکھنے کے لئے اس قوت کو زندگی کی ضروریات [illegible] حاصل کرنے اور [illegible] سب امور کی کوشش میں استعمال
کریں اس طرح سے اسکی ترقی کی رفتار میں فرق کبھی نہ آنے پائے اور بلا کسی ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی۔
چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں
اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے نیز خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھدی ہے کہ وہ نہایت کامل صفات
کے ساتھ موصوف ہوں سچائی امانت داری اُن کا شعار ہو ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور اُن
کے ساتھ نیکی و سلوک سے پیش آنیوالے ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اُن سے مبرا
[illegible] ہی بنا پر [illegible] باتیں اُن میں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی ایسا
امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اُن سے نفرت ہو اور اُن کی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُن سے کوئی بات
[illegible] عصمت [illegible] اور خدا نے عصمت کا اطلاق کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں
جن سے [illegible] قرآن کے شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر عصمت کا

رسولوں کی عصمت

[illegible] مکارم الاخلاق

اطلاق کرنا اور اُس کے جانب سے اُن سے باز پرس ہونا محض اُن کے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے
رہی یہ بات کہ اُن سے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہو جائیں
کہ خدا اکیلا ہے اور وہی اکیلا علے الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی
کیوں نہو لیکن خدا کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی خلاصہ یہ کہ وہ سارے معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو ادنی اور نے
متقی پرہیز کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہوا کرتے ہیں
پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ نہ رہیں پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بے حیا
عورتوں سے اختلاط کرنا جھوٹ بولنا۔ دغابازی کرنا۔ کفر کرنا بت پرستی کرنا یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے
رسول بالکل پاک و صاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں کی تعریف کریں اُن کے
نام تعظیم و تکریم سے لیں اُن کے ساتھ توقیر سے پیش آئیں اُن کا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اُسپر
عمل کریں ہاں وہ احکام اس سے مستثنے ہیں جو انہیں سل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اس شریعت
میں زمانہ کی مناسبت کے لحاظ سے خدائے خبیر و حکیم کے حکم سے بدل دیئے گئے ہیں جس نے پہلے ہی ہر زمانہ

٩١

کے مناسب احکام تجویز کر لیے تھے۔

ف
شریعت کن اخلاق حسنہ کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سیئہ سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کن سے اعمال لغو ہیں ان سب کا بیان ١٢

اور شریعت محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سیکھنے کا بھی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات
اخلاق۔ اور آداب میں نافع ہو اُسکا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتم بالشان حکم ایمان و اسلام قبول کرنا ہے
یعنی جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے اُن کی تصدیق جازم کرنا
اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں اُن کی بجا آوری بلا چون و چرا کرنا۔ اسی طرح اُسکا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ
کو اختیار کرنا چاہئے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقوٰے کرے یعنی تمام اُن چیزوں سے احتراز کرے جو اُسکے
دین میں مضر ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے عمل میں احسان کی رعایت
کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اُس کی آنکھوں کے سامنے
ہے۔ خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئے صبر کیا کرے یعنے دہشت اور الم کے مقابلہ میں ثابت قدم
رہے جو چیز خدا کی پسندیدہ ہو اُسپر راضی رہے۔ حیا کیا کرے اور حیا ازتکاب افعال شنیعہ کے خوف سے جی رک جانیکا

کانام ہے۔ حلم سے پیش آئے یعنی جوش غضب میں نرمی سے کام لیا کرے اور عفو کے معنی خطاکار سے
باوجود قدرت کے بدلہ نہ لینا ہے مگر حدود بوجہ مضر عام ہونے کے اس سے مستثنیٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی
حرص کرے سخاوت و کرم میں کوتاہی نہ کرے شجاعت کرنے میں پیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو۔ غیرت کیا کرے
یعنی دین و آبرو کو تہمت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم رہے یعنی خوف کے وقت نہ گھبرائے۔ دوسروں کو اپنے
فائدے پر ترجیح دے۔ مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو نفع پہنچانے کی سچی رغبت کا نام ہے
ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنے خواہش نفسانی کے ہیجان کے وقت اپنا جی قابو میں رکھے۔ قناعت
کرے۔ صاحب وقار بنے یعنے مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے پیش
آئے یعنی لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفق کا برتاؤ کرے اور وہ امر جمیل تک پہنچانیوالی چیز
کی عمدہ طور سے پیروی کرنے کا نام ہے۔ حسن سیرت کو اختیار کرے یعنی جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو
اُس سے محبت کرے۔ حکمت کے ساتھ موصوف ہو۔ شکر کیا بنے۔ خدا سے ڈرتا رہے۔ اسکی ذات سے امید
رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور اُسکے حوالہ کر دے۔ الفت کا برتاؤ رکھے اور وہ اصطلاح میں تدبیر معاش
میں متفق الرائے ہو کر سعی کرنیکا نام ہے وفادار بنے صلۂ رحم یعنے اپنے اہل قرابت سے سلوک کرتا رہے خلق اللہ
پر شفقت کیا کرے اُسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ امانت دار بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا رہے دوستی
اور دشمنی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت روی اختیار کرے۔ کوشش
پر آمادہ رہے۔ بھاری بھرکم بنا رہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو۔ خدا کی ساتھ
اُنس حاصل کرے دل میں اُسکی محبت اور شوق پیدا کرے۔ پارسائی اپنا شعار رکھے ورع کو ضروری سمجھے یعنے
اعمال جمیلہ کو اپنے ذمے لازم کرے۔ استقامت اور راستی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ ہے یعنی ایسی چیزیں اختیار
کرے جس سے نیک نام ہو دل کا نرم رہے یعنے دوسرے کی تکلیف پر علی العموم اسکا جی دُکھے۔ پاک کمائی حاصل
کرے یعنے بغیر کسی قسم کی ذلت اٹھائے اور بدون کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے۔ مال اچھے
موقعوں پر خرچ کیا کرے۔ غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ پستی اور بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے
اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے۔ اپنے نفس کا حساب

۹۴

لیتا رہے۔ اور اُس کی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے ملامت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل
حمیدہ ہیں شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے دپس آدمی کو چاہیئے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کرکے اپنے
نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے اور یہانتک کوشش کرے کہ کمال کی حدتک پہنچ جائے۔ اسی طرح
یہ شریعت برائیوں سے بھی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت نہیں دیتی۔ عبادت میں کسی کو خدا کا
شریک ٹھیرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اُسکا حکم ہے کہ خدا کے اوامر ونواہی
کی مخالفت نہ کی جائے۔ خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ ریا کو چھوڑ دے یعنی لوگوں
کے دکھلانے کی غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لئے اپنے کو بُرا نہ سمجھے۔ کینہ نہ رکھے۔ خودبینی
سے کنارہ کش رہے اور خودبینی یہ ہے کہ آدمی عمل کرکے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیئے تو یہہ کہ
اُسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جس نے اُسے عمل کرنے کی توفیق عنایت کی۔ حسد نہ کرے اور وہ دوسرے
سے نعمت زائل ہوجانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہوا کرے کسی کی عداوت پر
اقدام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لئے ہو اُسکا مضائقہ نہیں تہور سے باز رہے اور وہ ایسی شے پر
جو اُسکے قابو کی نہ ہو بیجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدشگونی اور بدفالی
جسکی شریعت میں کوئی سند نہیں نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی
تنگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اُڑانے پر آمادہ ہوجائے۔ نازیبا امور کے لئے مال سے محبت نہ کرے
کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلدبازی سے بچے۔ سنگدلی اور درشتی اختیار نہ کرے بیشرمی
اور بےحیائی کے پاس نہ پھٹکے بے استقلالی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ انکار اور ناشکری سے
پیش نہ آئے۔ غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے
اُسکے غصہ اور عذاب سے بےخوف نہ ہو۔ امور دنیا میں سے اگر کوئی چیز فوت ہوجائے تو اسپر افسوس نہ کرے
دین کے معاملوں میں ڈھیلا نہ ہو سُبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے ناحق کسی کی الزام دہی
کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے جان بوجھ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اُسکے مقابلہ پر
آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور حرص نہ کرے پژمردہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں

پر اصرار نہ کرے بے موقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جوش میں نہ آجائے۔ خدا کی
رحمت سے نا اُمید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا
دل سخت نہ کر لے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کر سکے۔ زبان کی بہتیری آفتیں ہیں جنسے آدمی کو چاہئے کہ
ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چغلخوری نہ کرے یعنی کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کر دے جسکا ظاہر ہونا اُسے ناگوار
ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی نہ کرے لوگوں کی ہنسی اور تذلیل کے درپے
نہ ہو۔ لعن طعن اور گالی گلوج کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے بیہودہ چیزوں کو کھلے کھلے الفاظ میں کہہ
بیٹھا کرے۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ ناحق نہ جھگڑے یعنے دوسرے کی بات
میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ مخواہ اعتراض نہ کرے۔ محض دوسرے کے تنگ کرنے
کے لئے گفتگو نہ کرے۔ بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ نہ دیدہ پن نہ کرے ہاں جو بھوکوں مرنے لگے وہ
معذور ہے۔ مُنہ دیکھی باتیں نہ کرے لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہے۔ بے موقع سفارش نہ کرے نیکی سے
منع اور بُرائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور درشتی سے باز رہے مانگنے سے بچے۔ لوگوں کے عیبوں
کی تفتیش نہ کرے ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے لوگوں کے نام
بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کے سوائے کسی کی قسم نہ کھائے زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ سچی بات
پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قائم رکھنے کے لئے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے
رد نہ کرے قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے۔ بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کاٹے
ہر شخص جسکے ماتحت ہو اُسکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور
اس کی مخالفت سے بچے کسی تیسرے کے سامنے دو شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اُسے رنج ہو۔ پرائی
جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہو اُسکو گناہ کا راستہ بتائے ایسی خوش
خوشی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت نہ دی ہو یا جس سے شر انگیختہ ہو۔ لایعنی باتوں کے تکلم سے علیحدہ رہے
غلام نوکر کو اسکے مالک سے اور عورت کو اسکے شوہر سے بہکا کر برگشتہ خاطر نہ کرے۔ جھوٹی شہادت نہ دے سچی
گواہی اپنے نقصان کی نہ چھپائے بھولی بھالی پارسا عورتوں کو تہمت نہ لگائے۔ مردوں کو گالیاں نہ دے یا دشنام

کو دشنام سے یاد نہ کرے اُن کی صلاحیت کی دُعا سے باز نہ رہے۔ علم نہ چھپائے۔ جان بوجھ کر
خدا و رسول پر جھوٹ نہ باندھے مفسدہ پردازی کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ ضرر سے
محفوظ رہیں بیحیائی کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشناک ہو جائیں۔ مانگنے میں
ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو ایذا پہنچے۔ خیرات کر کے احسان نہ جتائے مخلوق
کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا ناشکر ٹھیرے۔ مریض پر جو کچھ قرض ہو
اُسے نہ چھپائے بلکہ صاف اقرار کر دے۔ کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اُس سے
انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زبان درازی نہ کرے اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے
امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک نہ کرے۔ غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اُس کی غیبوبت
میں ایسی بات کہنا ہے جو اُسے بری معلوم ہو اور یہ زبان کی ایسی آفت ہے کہ لوگ اس میں اکثر مبتلا
ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بہت سے قبیح اعمال و
افعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے ممانعت کرتی ہے
دغابازی اور مکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی فتنہ پردازی کی سخت مخالف ہے اور
وہ لوگوں میں گڑبڑ مچا دینے کا نام ہے۔ خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے
کو جائز نہیں رکھتی خونریزی خودکشی حرام کاری اور لواطت کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ
ہو ناجائز بتلاتی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گھٹتی
ہے خصوصاً زنا سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی
نہیں رہتی نسب کے بارہ میں لوگ دھوکا کھاتے ہیں مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنا دیئے جاتے
ہیں جن کا ذرا بھی استحقاق نہیں بچا اسوجہ سے کہ اُسکا پورے طور سے کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہوتا
جدا ضائع ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس میں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہانتک کوئی بیان کرے
شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ پرائی عورت کو کوئی چھوئے یا تنہائی میں اُس کے پاس
ٹھیرے کیونکہ اس سے ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے علیٰ ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی

یہی کہا جا سکتا ہے اسی طرح اُسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی ایام میں اُن سے مقاربت نہ کی جائے
اسلئے کہ اس میں سراسر گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنے کی اجازت ہے جہاں اُسے
اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنے سے
روکتی ہے اور اس بات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا بھی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اُسکے
حکم کے موافق جو نکاح پر قدرت رکھتا ہو اور اُسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اس
میں نسل کی افزایش کے اعتبار سے خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں
کوئی عورت ہو یعنی وہ اُسکا ولی ہو تو نکاح کرنے سے اُسے ہرگز نہ روکے مرد اپنی عورت کا اور عورت
اپنے مرد کا راز فاش نہ کرے بن سنور کر کوئی عورت نہ نکلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بےغیرتی
نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرائے مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پئے کیونکہ اس میں عقل
ایسی افضل نعمت جو خدا نے انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے
تھوڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اُسکے نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اُس کا نفع
خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی قماربازی نہ کرے کیونکہ اس سے ال ناحق خطرے میں
پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لئے کوئی جھوٹی قسمیں نہ کھایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے
صاحب وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالا کرے بیجا موقعوں پر مال نہ اُڑائے اپنے پڑوسی
کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود
لینے سے مالدار جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا اور حاجتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل
جاتا تھا اُس کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانے والوں سے بالا بالا ملکر دام نہ توڑ لیا
کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکا رہا ہو تو اُسپر بھاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکا ایک دوسرے
سے خیانت نہ کریں مالک کی بے اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کرا کر
اُس کی مزدوری نہ مارے بلکہ اُسکے ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی
خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اُس سے لوگوں کو نہ روکے کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت

کوئی تصرف نہ کرے۔ اسی طرح عام راستوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔
امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ اُن کی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ
حیوانات اور اُن کی تصویر کی پرستش کرنے والوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ بھی نہ کھائے
کہ جس سے صحت میں فرق آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو
بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چھوڑے۔ آپس
میں بگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو ضائع نہ ہونے دے بلا اجازت
شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے۔ جادو کے سیکھنے سکھانے اور اُسکے عمل پر کچھ
لینے سے باز رہے سفال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے
حاکم سے بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اُس سے عہد شکنی کرے
ایسی حالت میں ہرگز حکومت نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھ سے ضرور خیانت ہوگی۔ اسی طرح کوئی
انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لائق شخص کو معزول کر کے اُس سے کم درجہ والے کو
مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے جہاں مستغیثوں کو رسائی
مشکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و شتم سے نہ پیش آئیں۔
کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا نذرانہ قبول نہ کرے جس سے اس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔
اسی طرح اُس دعوت میں شریک نہ ہو جس میں اس کی خصوصیت مدنظر رکھی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر
ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دغابازی کے درپے ہو رشوت نہ دے ہاں جو شخص حق پر ہو اور
وہ اپنی پریشانی رفع کرنے کے لئے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام نکال لے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔ رشوت کے لینے دینے
میں دلالی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اُس سے علیحدگی نہ اختیار کرے۔ فضیحت کرنے کے
لئے کسی کے عیوب کی جستجو اور پردہ دری کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ بھال نہ کرے یہاں تک
کہ دروازہ سے بھی نہ جھانکے ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اُسکو سنانا ناپسند نہیں کرتے۔ جب دشمن سر ہی
پر آپڑے تو اُس وقت کم ہمتی نہ کرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے

مسلمانوں کی امان میں آگئی ہوں عہد شکنی کر کے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی قسم کا ان پر ظلم روا رکھے ۔ فنون حرب سیکھ کر نہ بھلاوے ۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا ظلم کی وجہ سے کار منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہیگا ۔ ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لئے جھوٹ نہ بولے براہ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے بانٹنے میں تقسیم کرنے والا بے انصافی نہ کرے ۔ اسی طرح اشیاء مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے ۔ بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے ۔ کسی باروار درخت کے نیچے یا دریا یا نہر کے کنارہ قضاے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم جان مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچانے والی ہیں سب کے سب ممنوع ہیں کہاں تک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو مع ان دلائل کے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوتے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بھر جائیں اور پھر بھی ختم نہ ہوں ۔

ف — شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو شان ہے اور جو ان کی حکمتیں ہیں فرقہ پرنطیریہ میں ان کا جمال بیان

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ اس میں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سراسر عظمت ظاہر ہوتی ہے اس کی بے شمار نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر ادا ہوتا ہے علاوہ بریں ان میں اسرار حکمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جن کی بدولت عبادت کرنے والے کو کامیابی اور سعادت کے بڑے سے بڑے مرتبے تک رسائی نصیب ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق ذمیمہ کو ترک کر کے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں ۔ اپنے خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ شغل دنیوی جو اسکے دل کو گھیرے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور شیطانی امیدوں کو الگ کرتا ہے وہ اس بات کا دھیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گویا ہر وقت اس کے قریب ہی رہتا ہے ۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادات میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا کریں جس سے آپس میں محبت بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجتمندوں

کی مدد کرنے میں سہولت ہو اُن کے دردناک حالات معلوم ہو سکیں تاکہ از راہ شفقت و احسان اُن کے کام نکال دیئے جایا کریں رُسل سابقہ اور اُن کے کنبہ والوں کے حالات یاد آیا کریں کہ جنھوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اُسکے حکموں کو مانا ہے اُسکے منہیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے لوگوں کو اُن کی اقتدا کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہ بھی اُنھیں کی روش اختیار کریں۔ پھر اُن کی اور اُن کے مطیعین کی تعریف کرتے رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کرسکیں مخالفین کو راہ راست دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔ اسی طرح پر اُن عبادات میں جابجا طرح طرح کے ثمرات مفیدہ اور تدابیر نافعہ موجود ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا اُن کا سمجھنا کچھ اہل علم ہی کا حصہ ہے جو شخص اِن عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور اُن کے حکم۔ اسرار اور فوائد سے غافل رہے تو اس کی بھی ہی مثال ہے جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری ہوئی سیپ کو پتھر کا ٹکڑا خیال کرکے بے توجہی سے پھینک دے اور اُس کی کچھ قدر نہ کرے اُس کی نظروں کو اُسکے ساتھ کچھ بھی دلچسپی نہو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حاصل کرنے میں سیکڑوں روپے صرف ہوتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ضائع کرتا ہے بہتیرے نادان ایسے بھی ملیں گے جنہیں تمیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لئے آمادہ ہیں اُنہیں خوبیاں بھی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگوں کی ٹھیک مثال اُس مریض کی سی ہے جسکو پانی بھی بدمزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بتلاتا ہو کاش یہ لوگ بھی جب انہیں عبادتوں کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض کی طرح کریں جو کڑوی دوا کو مفید سمجھ کر زبردستی گلے سے اُتار ہی جاتا ہے اگرچہ اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے خدا اس جہالت کا بُرا کرے سارے گل اسی کے کھلائے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تو اس نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اسی کی وجہ سے اُن کو طرح طرح کے نقصانات اُٹھانے پڑتے ہیں۔

اب آیئے آپ کو اس فرقہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اُس کی تھوڑی سی تفصیل کہ سنائیں۔ پہلے تو اُنھوں نے دیکھا کہ یہ ہر عاقل بالغ کو منجملہ اور عبادات کے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو

خدا کی عظمت کے اظہار یعنے تکبیر سے شروع ہوکر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھنے والا اُسکو اس طرح پر ادا کرتا ہے گویا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اُس نے مقرر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک منادی یعنے مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا کرے چنانچہ اُسکے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیوی اور اخروی مرغوبات میں پھنسے ہوئے ہو یہ بھی خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور سب بات کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مرغوبات کو چھوڑ کر اُسکی جناب کی طرف راغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند تعالیٰ معبود یکتا ہے اُسکے سوا کوئی عبادت کے لایق نہیں گویا وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو وہی پورا کرسکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے ماسوا سے بے نیاز ہونے میں یکتائی اُسکے اخص اوصاف میں شمار ہو اور ساری خلق اُسی کی محتاج ہو اور ایسا معبود "اللہ" ہی ہے جسکی ذات وہی معبودیت کے شایاں اور اس امر میں یکتائی کے ساتھ موصوف ہے پس تمہیں چاہئے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی ہوں یا اخروی سب اُسی کی جناب میں لے جاؤ اور اُسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعے سے تمہیں اپنی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خیر خواہ اور تمہیں بھلائی کے طریق سکھانے والے ہیں پس اب تمہیں چاہئے کہ تم اُس عبادت کے ادا کرنے میں بدل و جان کوشش کرو جو اُنہوں نے تمہارے لئے مقرر کی ہے اور جس میں تمہارا سراسر نفع متصور ہے۔ اسکے بعد وہ دو دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اُسکو اس مضمون کی تفریع سمجھنا چاہئے جسکی طرف وہ تکبیر و تشہد میں اس سے پہلے اشارہ کر چکا ہے کہ اس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں تمہیں ضرور التجا کرنا چاہئے۔ یا یوں سمجھئے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ جب یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت براری کے اعتبار سے یکتا ٹھیرا اور اس خیر خواہ رسول نے تمہیں اُس کی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم

اسکی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگے تو تمکو چاہئے کہ نماز کی طرف ضرور متوجہ
ہوجاؤ خدائے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور نماز ادا کر کے اسکے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی
چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو پھر وہ نماز کے فوائد اور ثمرات کی طرف اجمالی طور پر "
حی علے الفلاح" یعنے کامیابی اور رستگاری کی طرف دوڑو کہکر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آدمی
کے لئے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھکر ہے اور فلاح خواہ دنیوی ہو یا آخری اسی عبادت سے
حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہوجاتا
ہے۔ قیامت میں اس کی جزا کے ملنے کی اُمید ہوجاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو
اور اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ اسکے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اس کی
طرف نمازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور اس بات پر اُن کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت
کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھیرالیں بلکہ اُن کی مشتاق
نظریں اُسی کی جناب کی طرف رہیں اُسی کا تقرب مدنظر ہو اور اُن کا مقصد اصلی اور مدعائے دلی کیا
دنیا اور کیا آخرت دونوں میں خدا ہی خدا ہو اسی وجہ سے وہ اس موقع پر دو مرتبہ تکبیر کہتا ہے اور خدا
کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موذن کی کیفیت تھی اب سیجئے سننے والے کیا
کرتے ہیں وہ لوگ بھی موذن کے اقوال کو دُہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اُسکی ہر بات میں تصدیق
کرتے ہیں اور اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ بھی اُسکے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ اُن کو نماز
اور فلاح کی طرف بُلاتا ہے تو اُسکے الفاظ کو نہیں دُہراتے کیونکہ بُلانے والے کے الفاظ جواب میں
بھی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے اسلئے وہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نماز
میں داخل ہوکر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوا ے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور
طور پر ممکن نہیں ہم تو اُسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور اُن کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا
جیسا کہ بعض ناواقف یہ سمجھکر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اُس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا
کرنے کے لئے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہوجاتے ہیں تو ندا کرنے والا مزید تاکید کے لئے اُنہیں

الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص بھی سن لے
جس نے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سنے ہی آگیا تھا یہاں تک کہ اس بارگاہ عالی کی حضوری کے
وقت یہ سارے مضامین پورے طور سے پیش نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی
پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ قد قامت الصلوٰۃ اور بڑھا دیتا ہے یعنے اب نماز قائم ہو گئی۔

نماز کے وقت طہارت کے مشروع ہونے کی حکمت

شریعت نے اس عبادت کے ادا کرنے کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرر کئے ہیں وہ
بھی سن لیجئے چنانچہ اس نے یہ مقرر کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اسکا لباس طاہر ہو اس
مکان میں جہاں وہ نماز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست نہ پڑی ہو اسکا بدن حکمی ناپاکی سے بھی پاک
ہو اور اس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور ان کا اس وقت
اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اس طہارت سے نمازی کو اس بات
پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اس کا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے مولے کے سامنے اور اس کی بارگاہ
عالی میں اس کے احسان کا امیدوار بنکر شکر کے لیے حاضر ہونا ہے پس جس طرح کہ شاہان دنیا میں سے
کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کہیں بادشاہ کی
نظر کسی چیز پر نہ جا پڑے جو اسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی
دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف
ہوں جنکا منشا خواہ اس کی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے اُن کا
مرتکب ہوا ہو اور جملہ اخلاق ذمیمہ سے اس کا دل بھی پاک ہو یہاں تک کہ سارے میل کچیل کو توبہ و پشیمانی
کے پانی سے دھو دھلا کر صاف و ستھرا بنگیا ہو علاوہ بریں بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے جس
خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اس کا کوئی
انکار نہیں کر سکتا اسی لئے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں
اسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دھونے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور
اس کی سادگی کا منہ بھی [illegible] سارے منہ میں کھولدیے جس میں وہ

جکڑی ہوئی تھی خصوصاً اُس حالت میں جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں -

شریعت نے اُن اعتباری حالات سے طہارت کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کبریٰ ہے جس سے سارے بدن کا دھونا یعنی غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغریٰ یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دھویا جاوے اور بعض کا مسح کیا جاوے اب اُس نے سارے بدن کا دھونا اُس وقت واجب کیا ہے جب منی نکلے چاہے کسی طرح ہی کیوں نہ ہو (اور حکماً منی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے منی نکلنے کا پتہ نہ لگے) یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو - چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آملے اسلئے شریعت نے بھی اُس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو ان کے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو ملوث قرار دیا اور اسی وجہ سے اُن کا نام حدث اکبر رکھا گیا پس گویا سارے بدن کو دھونے اور پاک کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن سارے گناہوں سے توبہ کرکے پاک ہونا چاہیئے جنکو تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً اخلاق سیئہ سے پاک ہونا اور بھی ضروری ہے اور حکمت اس میں یہ بھی ہو کہ یہی چیزیں ہیں جن سے بچہ بنتا ہے چنانچہ منی حمل ٹھیرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اُسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک بخت ہوتا ہے اور کبھی بدبخت - بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جا سکتا ہے اور یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جن کی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزا ملے خصوصاً اُس وقت تک جب کہ اُن دونو کی نیت بھی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ اس طرح نسل میں خدا کے مطیع ہو جانے کی ترقی ہو اور بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت غسل کے لئے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جس میں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی

وجہ غسل و اعضائے وضو خاص ... کرنے کی ...

اور اُسکے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دھونے سے اس بات پر آگاہی حاصل کرنا چاہئے کہ
ایسے امر سے بھی توبہ کرنا مناسب ہے جس میں گناہ کی سببیت کا احتمال بھی ہو۔ اور وہ گویا زبان حال
سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے جن میں میرا سارا بدن شریک ہے مجھے اس بات
کی تشخیص ہو گئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اس کا سبب ٹھیروں گا اسلئے
میں اپنا سارا بدن دھوئے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سببیت
سے تیرے سامنے کرنا چاہئے اور یہ بات گناہ سے انتہا درجہ کی علیحدگی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ
اور اہتمام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ حقیقۃً یہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہو۔ اب
رہیں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقۃً خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون بہے
یا قضائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی۔ خون حیض یا نفاس کے کوئی
اور شے خارج ہو اور خواہ حکماً ان کا خروج پایا جائے جیسے کہ اس طرح سونے کے وقت جب اعضا ڈھیلے
ہو جائیں اعتبار کیا جاتا ہے پس ان کے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتباری نجاست
سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص خاص اعضا کو ملوث قرار دیا ہے گویا اس طہارت
صغرے کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں (اور وہ بعض اعضا کے دھونے اور بعض کے مسح کرنے
کا نام ہے) اسکا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضا کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے اور اُن
اعضا کی تخصیص اور اُس ترتیب میں جو اُن کی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب نکتہ کی رعایت مد نظر
ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ سارے بدن میں بھی ایسے اعضا ہیں جو مخالفت کرنے کے لئے نہایت سرعت
کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اسی لئے اُن کے دھونے سے اُن کی طہارت باطنی کے اہتمام پر تنبیہ
ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُن کے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ کی جائے۔ اعضا کو دھونے
میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اس میں یہ لحاظ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا
ہو اُسی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اسکے بعد اُس سے کم اسی طرح آخر تک سمجھنا چاہئے پس سب سے
پہلے چہرہ کے دھونے کا حکم ہے جس میں منہ ناک اور آنکھیں پائی جاتی ہیں اور چہرہ میں سے پہلے منہ

سے دھونا شروع کیا جاتا ہے اسلئے کہ تمام اعضا میں سے زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے غیبت چغلخوری کی جاتی ہے۔ فحش بکا جاتا ہے اس سے علاوہ بھی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جن میں سے کچھ پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں پس مُنہ کے دھونے سے جب یاد آجاتا ہے کہ طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُس نے بیجا کہا تھا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اسی طرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کرکے اُن چیزوں سے جنکو اُس نے بلا اجازت شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جنکا دیکھنا حرام تھا اور اُس نے اُنہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد کہنی تک دونو ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے اس لئے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست درازی کرنے کے لئے ہاتھ بڑھتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جا ہی لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُن کی طہارت باطنی کا بھی خیال پیدا ہوگا اور اپنی دست درازیوں سے توبہ کریگا اس کے بعد سر کے مسح کرنیکا حکم ہوا اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا اس لئے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوتی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے ملی ہوئی ہیں اسی وجہ سے سر کے لئے متوسط درجے کا حکم یعنے مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح چونکہ کان میں بسا اوقات بلا قصد کوئی بات آپڑتی ہے اسکے لئے بھی مسح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجانے کی کانوں نے جو کچھ بیجا سنا ہوگا اور سر سے بباعث مجاورت ان اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہوگا اُس سے بھی اپنے کو پاک کرلے گا۔ گردن کے مسح کی نسبت بھی اسی طرح کہا جا سکتا ہے۔ اِسکے بعد پیروں کے دھونے کا حکم ہے اس لئے کہ جب آنکھیں دیکھ چکتی ہیں زبان سے کچھ باتیں ہو جاتی ہیں ہاتھ بڑھ چکتے ہیں کانوں میں آواز آلیتی ہے اُس وقت پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُن سے چلتا ہے پس مخالفت میں سب سے پیچھے پیر ہی ٹھیرے اسلئے سب سے پیچھے اُن کے دھونے کا حکم ہوا اور اُن کے دھونے سے بھی پیروں کے لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور

لہ یعنے کلی کی جاتی ہے اور کلی سے پہلے جو ہاتھ گٹوں تک دھوئے جاتے ہیں وہ اصل میں کلی ہی کرنے کے لئے صاف کرنے واسطے ہیں ۱۲ مترجم

جہاں کہیں اُس سے بیجا قدم اُٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین تین مرتبہ دھونے
میں ایک عجیب و دقیق نکتہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کی تینوں
رکن یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو اُسپر نادم ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اس بات کا پختہ قصد کر لے
کہ آئندہ اُسکا مرتکب نہ ہوگا پس ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تنبیہ ہوتی ہے۔ وضو کرنیوالا
جب وضو سے فارغ ہو چکتا ہے اور توبہ کرکے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ
یہ دعا پڑھے "اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین یعنے اسے خدا مجھے توبہ کرنیوالوں
اور پاک وصاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے اس میں اُس کے لئے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے
کہ خدا سے وہ یہ استدعا کرے کہ اُس نے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر اُسپر احسان کیا ہے اُسے
قبول بھی کر لے۔ اور جب نمازی کو پانی کا استعمال مشکل ہو یا بوجہ مرض کے اُسکے استعمال پر قدرت نہ ہو
تو اس وقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیمم مقرر کیا ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو مٹی کے
قبیل سے ہو نیت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسح کرنے کا نام ہے اور
یہی ایسے اعضا ہیں کہ انسان کو جن کے پاک کرنے کی اور اعضا سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اسمیں
گویا بندہ کے لئے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُسپر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے
حاصل کرنے کی اُسے توفیق نہ ہو تو اس سے تو گیا گذرا نہ ہو کہ اپنے گناہ دیکھ کر عجز اور انکسار کرنے لگے کیا
عجب کہ اسی بہانہ خدا اُس کے گناہ بخشدے چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ جو گناہ عجز و انکسار پیدا کرے وہ ایسی
اطاعت سے تو اچھا ہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے علاوہ بریں جب اس مسح کے
اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُس پر اب توبہ کے
تمام ارکان کا حاصل کرنا بھی آسان ہو جائے اور وہ حقیقۃً توبہ ہی کر لے پھر چونکہ اعضائے وضو
میں سے پیروں کے دھونے میں زیادہ پانی صرف ہوتا تھا اور کچھ مشقت کا بھی اندیشہ تھا
اس وجہ سے اگر چرمی موزے پہن لئے جائیں تو بغرض آسانی خاص شرطوں کے ساتھ اُنپر پانی
سے مسح کرنا بھی جائز رکھا گیا اور اس طرح پر اُن کے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ بھی ٹھیک ٹھیک پایا

شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نماز ننگے ہو کر نہ پڑھی جائے بلکہ نمازی بدن ڈھانک لیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اس کے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمیمہ سے اگر پورے طور پر توبہ کر کے پاک و صاف بننا نصیب نہ ہو تو جب نماز پڑھنے لگے یا یوں کہئے کہ اپنے مولے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبائے رکھے تا کہ اُن کا زور و شور گھٹا ہے اور اُن کی یہ حالت ہو جائے کہ گویا اُنہیں پردہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے ۔

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اُس کی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو ادہر اُدھر جی نہ بھٹکنے پائیگا ۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اُس پر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی اس لئے اُسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لئے اتنے بدن کے کھولنے کی اجازت ہے جسکے کھولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ ۔ کلائی تک دونوں ہاتھ اور قدم ان کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت لونڈی ہو تو چونکہ کام کاج کرنے میں ان اعضا کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کھل جاتے ہیں اور اُن کے چھپانے کے واجب کرنے میں حرج متصور تھا اس لئے اُسکو ان کے علاوہ بھی کسی قدر اور بدن کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی ۔

شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نمازی کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھے اسلئے کہ انسان کے لئے کئی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور اُن جہتوں کے نام یہ ہیں آگے پیچھے دہنے بائیں ۔ اوپر نیچے پس اگر اُسے اختیار دیدیا جاتا کہ جدہر چاہے مُنہ کر کے نماز پڑھ لے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف یکسو ہو جائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اُسکا جی پریشان ہو جاتا اور کچھ کرتے دہرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہجاتا کہ کدہر مُنہ کروں کدہر نہ کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لئے لائق تر کونسی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہو جائے ۔ پس خدا نے منظر لطف انسانی عقل و فطرت کا لحاظ کر کے کعبہ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اُسکی

ف
ستر کا چھپانا بھی نماز میں شرط ہونا اور عورت کو بہ نسبت مرد کے زیادہ بدن چھپانے کا حکم ہونا ۱۲

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کی حکمت ۱۲ اور نیز اسکا بیان کہ اس منہ کرنے سے مقصود خدا ہی کی عبادت ہوتی ہے نہ کعبہ کی ۱۲

طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے کیونکہ خدا نے اس قطعۂ زمین کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنے ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر معظم و مکرم بناوے اسلئے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنی خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ لیکن اس تعیین سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اُسکے جی کو اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اُس نے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے امید ہے کہ اُس کی دُعا ضرور مقبول ہوجاوے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نماز میں مثل رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اُس وقت مُنہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اُس سے مقصود جناب باریتعالیٰ ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں اسلئے کہ جو شخص (خدا اپنا پناہ میں رکھے) اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اُس کی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے پس اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا انتہا درجہ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

نماز کی تکبیر سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھانیکی حکمت

پہلے بھی معلوم ہوچکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور اُس سے مقصود بندہ کا "اللہ اکبر" کہنا ہے اور اس وقت نمازی اگر مرد ہوتا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اُٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتی ہے اللہ اکبر کہنے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اس طرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اُس کا مولےٰ جسکے سامنے وہ حاضر ہونے کو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اُس کی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی۔ پس مناسب ہے کہ اپنے مولےٰ کے سوا خواہ دنیوی تعلقات ہوں یا اُخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اُسکے حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھوں کے اُٹھانے سے بھی اسی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کر کے اُس چیز سے جو اُسکے سامنے ہو

ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اس کی آنکھوں کے روبرو
حاضر ہیں اور یہ کہہ کر کہ خدا جملہ اشیاء سے بڑا ہے وہ اُن سب سے ہاتھ اُٹھاتا ہے اور یہ کہتا ہے
کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اُسی کو اختیار کرتا ہوں اور لو میں اپنی ساری مرغوبات کو
چھوڑے دیتا ہوں میں تو اُسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا پختہ قصد کر چکا۔ مردوں کے خلاف
بجائے کانوں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اُٹھانے میں اس بات کی طرف
اشارہ ہے کہ اپنے جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ
ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں
علاوہ بریں عورتوں کے لئے محض شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانا کافی سمجھے جانے میں اُن کے
پردہ کی بھی رعایت ہو جاتی ہے۔ پھر بندہ تکبیر کہہ کر غلاموں کی طرح اپنے مالک کے سامنے
نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اس کی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے
دونو قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہلنے پاتا ہے نہ ادہر اُدھر جھکتا ہے۔

فـ سبحانک اللھم الخ اور اعوذ باللہ الخ کے شروع نماز میں پڑھنے کی حکمت ۱۲

اسکے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دُعا[عہ] پڑھتا ہے جس میں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے
براءت بیان کرتا ہے۔ پھر اُس کی تعریف کرتا ہے اسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لے کر اسکی
سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اُسکی وحدانیت کا مقر ہوتا ہے اسکو یوں سمجھئے جیسے کہ
بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے سے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہیں جنسے اُن کی عظمت ظاہر ہو اسیطرح
خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اس کی رعایت کی گئی پس تکبیر گویا درگاہ خداوندی میں حاضر ہونے
کے وقت آداب بجالانا ہے اور یہ دعا گذارش کرنے سے پہلے بمنزلہ القاب ذکر کرنے کے ہے
پھر چونکہ انسان پر شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اُسے یہی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح اسکے دل میں وسوسہ
ڈال کر خدا سے عرض و معروض کرنے میں جی نہ لگنے دے اور اُسے پریشان کر دے اسلئے شیطان
کی عداوت سے بچنے کے لئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑہتا ہے یعنے میں اس مردود شیطان

عہ اور وہ دُعا یہ ہے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالےٰ جدک ولا الہ غیرک ۱۲ مترجم

کے شر سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ مانگ کر زور اُسکے دل کو سہارا ہوجاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت آ پہنچتا ہے چنانچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردیتا ہے اسکے پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اُنکا بیان یہ ہے کہ پہلے[1] تو وہ خدا سے توسل حاصل کرنے کے لئے نہایت ہی شریف وسیلہ کو ذکر کرکے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اُسکا نہایت ہی باعظمت اسم مبارک ہے کہ اُسکے سوا کوئی اُسکے ساتھ موسوم نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جسکے اعتبار سے اُسکو اس بات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اُسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی امید کی جاتی ہے اسلئے وہ اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم یعنے بے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اُس کی دعا مقبول ہونے کے لئے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق[2] سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کی نعمتوں کی وسعت خصوصاً اسکے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتداے پیدائش سے برابر اُسپر ہوتا رہا خیال کرکے اُس کی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلیٰ سے اعلےٰ محامد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُسکے کامل احسانات کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُسکو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھ کر اُس کی پرورش کرتا ہے۔

پھر[3] یہ دیکھ کر کہ بہت سے لوگ اُس کی اس نعمت کی بیقدری کرتے ہیں اور اسکا کما حقہٗ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا بھی اُنہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہوکر التجا کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ موصوف کرکے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری وسیع رحمت کے سوا اُن لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ[4] خیال کرکے

ف — بسم اللہ اور آیات سورۂ فاتحہ کے [اشا]رات کی تفصیل [م]ع [دلائل و بر]اہین کے ۱۲

[1] یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم [2] یہ الحمد للہ رب العالمین کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم [3] یہ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۲ مترجم [4] یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم

کہ بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جب اُن پر احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ اترانے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُن کے ساتھ عدل نہ برتا جائے اور اُن کی تادیب نہ کی جائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی اس لئے اُس کی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و جزا کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جس طرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی امید کرنا چاہیئے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرنا بھی زیادہ ہے اب وہ[عہ] اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُس کی نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر ہوا کرتا ہے پیش کرتے وقت دو ضروری امروں کا لحاظ کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے اسلئے اپنے اُن موحد بھائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو پیش کرتا ہے جن میں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کر کے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ اُنہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اس کی عبادت بھی خدا کی درگاہ میں مقبول ہو جائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی ٹھیرائے ہیں اسلئے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لئے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُس کی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کرنے سے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُس وقت وہ کچھ کر سکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کر دے اُسکے دل میں اس کی رغبت پیدا کر دے اور سارے موانع دور کر دے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اسلئے وہ اُس سے اس طور پر مدد کا طلبگار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اَور کی اعانت اُسے مطلوب نہیں۔

پھر[عہ] اُس بات کا خیال کر کے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کئے جائیں اور اُس میں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہ راست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس

عہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۱۲ مترجم عہ یہ اہدنا الصراط المستقیم کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم

ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔
اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی
حیثیت سے راہ راست کو پالیا اور اس طرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض عمل میں کجروی کو
دخل دے کر خدا کے مورد غضب بنگئے اور بعض نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اس طرح
سے حق سے بھٹک گئے پس نمازی کو راہ راست کی درخواست کے بعد یہ رغبت بھی پیدا ہوئی کہ
یہ بھی اُنہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں
سے مالامال ہو گئے تا کہ اس ذریعہ سے یہ بھی اُن کے انوار و ثمرات سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب
ہو اس میں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہونا چاہیئے کہ جو اسکو راہ
راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس
گویا نمازی یوں کہتا ہے کہ اے رب میں اپنے موحد بھائیوں سمیت تجھ سے اُسی فرقہ کی راہ
راست کا طالب ہوں جس پر تو نے عقیدے اور عمل دونو کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں
نازل کیں تا کہ ہم لوگ بھی اُنہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر اُن کی نیک صحبت کی برکت سے کامیاب
ہو جائیں اور اُن لوگوں کے طریقے سے بچے رہیں جن پر اس وجہ سے کہ اُنہوں نے بُرے عمل کئے
تو غضبناک ہوا یا جو غلط عقیدوں کی وجہ سے راہ راست سے بھٹک گئے اے ہمارے رب
ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی اسی آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر اُنہیں کی
طرح ہمکو بھی نقصان اُٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دعا کو ختم کرتا ہے
چنانچہ اسی لئے وہ اس موقع پر لفظ آمین کہتا ہے یعنے اے رب اب ہماری دعا کو قبول کر لے کیونکہ
تو نے تو اپنے رسول کی زبانی ہم سے وعدہ کر کے ہمیں امیدوار بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے
کہ دعا کرنیوالی کے بہت جلد سُن لیا کرتا ہے پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کوئی شخص علاج
کراتا ہے تو اُسکے لئے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اُسکو استعمال کرتا ہے اور اُسکے حکم کی تعمیل اپنے
ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اسی طرح پر یہاں بھی سمجھئے کہ بندہ کا خدا سے راہ راست کی رہنمائی کا طالب

ـــہ یہ صراط الذین انعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم ـــہ غیر المغضوب علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم ـــہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں ۱۲ مترجم

ہوناگویا کہ اپنے بیجا اعمال اور بُرے عقیدوں کے امراض کے لئے دوائے شافی مانگنا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اُس کے جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور اس میں سے جو کچھ پڑھ سکو پڑھو اس سے تم کو شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام ایسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق شرک ریا تکبر حسد کینہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت حاصل ہوتی ہے اسلئے کہ اُس میں کافی طور پر دلائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اسے پڑھوگے تو تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہوجاے گی اور تمہارا مرض زائل ہوجائیگا اس وجہ سے نمازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو بمنزلہ مرض بیان کرنے کے تھی اپنے طبیب کی بتلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تھوڑا بہت اسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے۔ اب اس دوا کو استعمال کر کے یعنے کلام اللہ سے کچھ پڑھ کر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقفیت و شفا حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ بات سواے خدا کے اور کسی کے قبضۂ قدرت میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے بھی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لئے اپنے مولے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اُسکے سامنے جھک جاتا ہے اور اسی کو رکوع کہتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں اپنے باعظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جس کے کہ سب محتاج ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اُس نے اپنی ہیئت سے بھی اپنی عاجزی ظاہر کردی اُس کی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار بھی کرلیا۔ اُس کی عظمت و جلال کی تعظیم بھی کرچکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنے کے لئے سیدھا کھڑا ہوجاتا ہے جس نے کہ دوا شافی عنایت کر کے اُسپر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور اُسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی سُنتا بھی ہے اور اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو اس کی تعریف کرتا ہے وہ اُسے بھی سُن لیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لئے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا کرتا ہے جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا اُس کی سُن لیتا ہے۔ اور پھر وہ اپنی تعریف و حمد اللّٰھم ربنا

ف
فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ کی حکمت ۱۲

ف
رکوع و قومہ اور جو کلمات اس وقت مشروع ہیں ان کی حکمت ۱۲

لک الحمد" کہہ کر پیش کر دیتا ہے۔

اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک بھی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے جب بھی سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پھر میں کون سا کام کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان جو نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بھلا مجھ بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑھ کر تیرے مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو نہایت ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت وجلال کی تعظیم کرنے کے لئے زمین پر تیرے سامنے رکھدوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی وعظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہ ہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے مولیٰ کی تعظیم کرنے کے لئے "اللہ اکبر" کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اُسکے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے اور سجدہ میں اپنے کو نہایت ہی پستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اُس نے یہ حالت اپنے ایسے مولیٰ کی تعظیم کی غرض سے اختیار کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اسلئے "رہ سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہنے لگتا ہے یعنے میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام عیبوں سے پاک ہے اور پھر یہ خیال کرکے کہ اگر وہ تمام عمر بھی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب بھی اُس کی تعظیم کا پورا پورا حق ادا کرکے سبکدوش نہیں ہو سکتا "اللہ اکبر" کہتا ہوا اپنا سر سجدے سے اُٹھا لیتا ہے گویا وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اُس کی عظمت وکبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم وتکریم ہیچ ہے اُسکا کما حقہٗ کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا پھر سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف وبزرگی کی حالت تھی اور ابھی تو اس مقصد عالی سے میرا مدعا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بدبختی کی وجہ سے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا خدا کا شکر ہے کہ مجھے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ سمجھ کر شیطان کے خلاف پھر اُس

بارگاہ عالی میں اپنے مولا کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے سر کو سجدہ میں رکھ دیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے
سر اٹھا کر نماز کے بقیہ اعمال و افعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور اسی طرز سابق سے
جس میں کہ طرح طرح کی حکمتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے درپے ہوتا ہے اگر اُن سب
کا بیان کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پھر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری
عبادتوں کی بجاآوری کے لئے اس بارگاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہو کر غلاموں کی طرح باادب دو زانو
بیٹھ جاتا ہے اور اپنے مولا کے حضور میں جو کہ زمین و آسمان کا مالک ہے "التحیات للہ والصلوات و
الطیبات" کہہ کر تحیت و سلام عرض کرنے لگتا ہے ٹھیک اسی طرح سے جیسے کہ شاہی دربار سے باہر آتے
وقت آداب بجالایا کرتے ہیں اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو یاد کرتا ہے جنکے ذریعے
سے اُسکو اس بارگاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ کے
لئے برکت و رحمت کی دعا کرتا ہے اسی لئے اس موقع پر "السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتا
ہے پھر اُسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے اُسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب
کیا ہے وہ اُسکو اور اُسکے موحد بھائیوں کو امن و امان میں بھی رکھے پس وہ "السلام علینا" کہہ کر اس رغبت کو
خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پھر اُسے اپنے اُن بھائیوں کی یاد آتی ہے جنکی عبادت کے ساتھ ملا کر اسنے
اپنی عبادت خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تھی اور اس وجہ سے اُن کا حق اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت
کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ خدا نے جو کچھ نعمتیں انہیں دی تھیں اُنکے لئے بھی حفاظت کی دعا کرتا
ہے اور "وعلی عباد اللہ الصالحین" کو اور بڑھا دیتا ہے پھر گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ منعم
حقیقی خداوند تعالیٰ ہے اور اس بھلائی تک جنکے ذریعے سے رسائی ہوئی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اعتبار سے یکتا ہونے کی
شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اُٹھا کر اسی یکتائی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد قول اور فعل
جملہ اعتبار سے موحد بنجائے اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا
خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار سے بھی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ف قعدۂ اخیرہ اور جن چیزوں پر وہ مشتمل ہے سب کی حکمت ۱۲

کے لئے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" کہتا ہے۔
اب اُسکا اس بات کی دعا کی جانب میلان ہوجاتا ہے کہ خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبہ والوں پر خلق کی رہنمائی کے بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کرکے کہ اسکو خواہ دنیوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف احتیاج ہے اسلئے اپنی حاجتوں کے لئے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اس بات کا وقت آپہنچتا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش وغیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری کردیا ہے کیونکہ اُس نے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہوا کرتے ہیں اور وہ اشیاء بذریعہ اپنے سبب ہی کے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اسلئے اس درگاہ سے وہ اس طرح علحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اُسی طرف رہنے دیتا ہے اور فقط چہرہ ادھر اُدھر پھیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو ضرورت نہ درپیش ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبھی جدا نہ ہوتا اور اس کی جدائی کا صدمہ نہ اُٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوں اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا۔ اُس سے دعا مانگنا۔ اُس کی تعظیم کرنا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش آنا ہیں۔ اب وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور فرشتوں کی طرف جنکی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کہہ کر متوجہ ہوجاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف رہتا ہے۔

ف نماز پنجگانہ کے خاص خاص اوقات میں ادا کئے جانے کی حکمت ۱۲

پھر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مر کر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بھی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے سے معطل رہتے ہیں مرنے ہی کی مثل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اُسکو اُس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اُٹھا کھڑا کیا اور اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر ہلانے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اُس کی قوتوں میں ضعف ہوچلا تھا اس نیند سے اُسکی تلافی کردی۔ کہاں تو وہ

بالکل تھکا ماندہ سویا تھا اور اٹھنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور بشاش ہو گئی علاوہ اس کے خدا نے اسکو سونے کی حالت میں تمام موذی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اسکا کھانا بخوبی ہضم کر کے اُسکو ایسی عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجھنے میں عقل چکر میں آجاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ بھی نہ لگا کہ فعل انہضام نے کیونکر انجام پایا اور اس سے اُس کو کیا کیا فائدے پہنچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں اُس کی غایت درجہ کی کوشش یہ تھی کہ اُس نے کھانا نگل کر معدہ میں پہنچا لیا تھا اور اس طرح سے اُس نے کھانے کی لذت حاصل کر لی تھی۔ اسکے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بھی اُس کے دل میں نہ گذرا تھا صرف ان فواید پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بے شمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں اسلئے اُسکے ذمے یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب آدہا دن گذر جاتا ہے اور خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تا کہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن کر دیتا ہے اُسکے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنکے ذریعے سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اُسکو غذا مل سکتی ہے کوئی کہاں تک بیان کرے اسکے علاوہ بھی بے انتہا احسانات خدا کی جانب سے اُسپر ہو لیتے ہیں اُس وقت بھی اُسکے ذمے خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب دیکھتا ہے کہ دن ڈھلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اُس نے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُس وقت بھی اُسپر اس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آپہنچی جس میں کہ اُسے راحت نصیب ہو گی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا تو اُس پر اس وقت بھی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ

خدا کی عبادت کی طرف پھر متوجہ ہوجائیے جو کہ اسکے لئے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب
ادا کرتا ہے پھر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونے کا وقت آپہنچتا ہے اور وہ
خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لے کر اب تک اسپر ہوتی رہیں اُن کا شکر ادا نہ کر سکا اور جو کچھ
عبادت اس سے کی بھی اُس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا
ہے کہ خدا کا اس وقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اُسکی بیشمار
نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور پھر وہ بھی اُس حالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف
نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت ہی نرم بچھونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز
ادا کرنے لگتا ہے تا کہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اُتنا ہی ادا کر دے پورے طور سے شکر ادا کر کے
سبکدوش ہو جانا تو ساری عمر صرف کرنے پر ممکن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن
بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اُسکی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور
قاصر ہی سمجھا جائیگا۔

پھر دیکھئے کہ خدا نے ادائے شکر کے لئے جو نمازیں ضروری ٹھیرائی ہیں تو اُس شخص کے لئے جو مسافر
نہ ہو بتیس رکعتیں ہیں دس دن کو اور دس رات کو اور مسافر کے لئے تخفیف کر کے چودہ رکعتیں کر دی
گئی ہیں چھ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا وقت ہے اور آٹھ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے
جس میں مسافر ٹھیرا کرتا ہے ان پنج وقتی نمازوں کے ساتھ کچھ اور نمازیں بھی مقرر کی ہیں کہ جو واجب
تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ السلام نے اُن کے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچھ نقصان رہ گیا ہو تو اُن کے ذریعے سے وہ پورا کر دیا جائے
اور ایسی نمازوں کو سنت کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کر کے اُس میں بیس رکعتیں سنت
علاوہ ان کے اور مقرر کی ہیں تا کہ اُس کی نمازوں کی اور زیادہ تکمیل کر دی جائے۔ یہ تو ہو چکا اگر ابھی
اِن نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور حکمتیں نظر آئیں گی مثلاً اُن سے لوگوں
کے نفوس مہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور متکبروں کے نفوس جو کہ زمین سے

اپنے دامنوں کے چھو جانے سے بھی ناک چڑھاتے تھے اور اس سے بھی اُنہیں عار آتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور اُن لوگوں کو جو کہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کھپائے ڈالتے ہیں اسی بہانہ سے اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس خدمت گذاری کے لئے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کھڑے ہوتے اور اس امر کی اطاعت اُن کے ذمہ ضروری نہ کر دی جاتی تو دن تو دن سالہا سال تک بھی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی کہ اُن کا کوئی خدا بھی ہے جسے اُنہیں حساب دینا ہوگا اور وہ اُن کی حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس امر کی شہادت کے لئے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اس غفلت میں پڑ کر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بنجاتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث ہوتے ہیں علاوہ بریں نماز کے وقت از سر نو توبہ کرنی بھی نصیب ہوتی ہے اسی موقع سے اس راز کا بھی پتہ لگتا ہے کہ نماز بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملانے کا کیونکر ذریعہ ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رکھتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں نماز کی نسبت واقع ہؤا ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے اور جمعہ عیدین اور حج وغیرہ عبادتوں میں مجتمع ہونیکی حکمت ۱۲

اب لیجئے جماعت سے نماز پڑھنے اور تمام اعمال نماز میں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا نکتہ سنیے اور وہ یہ ہے کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جیسا کہ ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت اُن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اُن کی بخوبی رعایت نہ کر سکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنے رہیں اور اس نکتہ کو فارسیوں کے سپہ سالار رستم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکھا کہ اپنے پیشوا کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں اور ساری حرکات و سکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہو جاتی

ملا

ہے اور اس طرح سے آپس میں محبت و ہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اسی لئے اس امر کی اور عبادتوں میں بھی رعایت مدنظر رکھی گئی ہے اور یہ کام اس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لئے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں پانچوں وقت نماز پڑھنے جایا کریں اسی طرح اہل شہر کو بھی چاہئے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں جمع ہو جایا کریں۔ رہی عید الفطر و عید الضحےٰ کی نماز اُسکے لئے شہر تو شہر اُسکے قرب وجوار تک کے لوگ بھی سال میں دو بار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ اُن میں سے خدا جن جن کو مقدرت دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لئے جمع ہو جایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے

ف خطبہ کی حکمت

اِس شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں کے لئے ان دینی مجمعوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ اُن کا پیشوا لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھے یعنے اُن کے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جس میں اُن کو نصیحت کے مضامین سنائے ناز یبا امور سے زجر و توبیخ کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُن کے لئے لائے ہیں اُس کی اُنہیں یاد دلائے اور اُن لوگوں پر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر بگوش دل اسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہونگے کہ وہ لوگ اس وقت کیسے چپ چاپ گھٹنوں کے بل سر جھکائے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ اُن میں سے کسی بات کی تحسین کے لئے کوئی تالیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنے کے لئے شور کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ اُنہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُن کی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم باہر نکالنے لگے (اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا) تو سب کو چاہئے کہ اُس کی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اعلےٰ و ادنےٰ کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کر دے۔

چونکہ نماز میں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسی لئے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اُسکے ترک کرنے والے کی بہت سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور وہ دنیا و آخرت

دونوں میں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھیرایا گیا ہے یہانتک کہ نماز کا ترک کرنا بھی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے اس موقع سے اُن لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پرواہی کرتے ہیں چونکہ کاہلی نے انہیں گھیر رکھا ہے یا شیطان کا اُن کے دلوں پر پورا تسلّط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغز کو چھوڑ کر پوست کو لے بیٹھتے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اسکو ترک کرنے کی واہی تباہی وجہیں نکالا کرتے ہیں اور نامعقول عذر کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کاہلی کی کیا پروا کرتا ہے اُسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔
ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اے نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا تمہیں اُن فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں رہی تمہیں خبر بھی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لئے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اُسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو اچھا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنے ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اُس کے سامنے از سرنو توبہ کرنے اور اُس کی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں اُن فوائد کی بھی پروا نہیں رہی جو بجیلۂ نماز باہم اپنے بھائیوں سے مخالطت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے آپس میں ہمدردی قایم ہوتی ہے اسکے علاوہ بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ میں تو کسی طرح خیال نہیں کرسکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا اپنی نادانی سے اسکے بھی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اُس وقت میں تمکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔
ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل اُن بیماروں کی سی ہے جنکو کوئی خیرخواہ طبیب کوئی نافع دوا بتاکر اسکے استعمال کا حکم کرتا ہو اور وہ طبیب سے یہ کہہ کر اسکے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے

دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا آپ کو تو اس کی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گویہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اُسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ان بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ بھی اس سے بے نیاز ہوگئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف یہی سمجھا جائیگا کہ بیماری کی وجہ سے اُن کی عقل جاتی رہی ہے اور ہذیان بک رہے ہیں۔

نماز ترک کرکے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہئے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں تم سے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہوگا بلکہ اس وقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سرِ نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تم نے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی بھی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو سہی کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اس میں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تم سے ادا نہیں کی جاتی حالانکہ اُس میں کچھ بہت زمانہ بھی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقلمندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر بھی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کرکے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے اتنی دیر بھی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

بھلا بتلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو؟ یہی تمہاری اُن عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعویٰ سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کرنے میں بند نہیں ہو تو تم سے بھلائی کی کون اُمید

کرسکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بنجاؤ تو تمہارے انصاف کی کس کو توقع ہوسکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حماقت پر کیسے اطمینان ہوسکتا ہے اور جسوقت کہ تم نے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرادیا تو مسلمان اپنے بھائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کرسکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کرسکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اسکے ادا کرنے کا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے بھی شرم نہیں آتی جنکا یہ قول تھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم اُن لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھنے میں اُنکی جان نکلتی ہے اور طرّہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے برابر کوئی عقلمند ہی نہیں بڑے صائب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اُسوقت اُن کی ساری عقلمندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے اُن کو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑجاتے ہیں میری سمجھ میں تو اس کی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں آتی کہ اُنکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہوگیا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہو جنون کی بہتیری قسمیں ہیں ایک قسم یہ بھی سہی۔

اُن لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل وفطین سمجھے جاتے ہیں اور جب اُن کے ساتھ کے بیٹھنے والے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہو اس عقلمندی پر ایسی فرومائگی کی باتیں۔ شرم بشرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا بھی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اُسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اُسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اُسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہے گی یہی خیال کریگا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی شہادت قبول کی جائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل اُدنےٰ درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اُسے اطلاع نہیں اُسے سب کچھ معلوم ہے بات

یہ ہے کہ کمبختی نے گھیر رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی پڑھاتا ہی
اس بے نمازی شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ اُسکے مسلمان بھائی اگر کسی وجہ سے اس کی اس ناشایستہ
حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ نہایت ہی بُرا خیال کرتے ہیں
اگر اُن کو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اُسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور کہیں کہ
بے نماز کمزور دین والا۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے۔

پھر اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اُس شخص پر
جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا فرض قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک مرتبہ اپنے مال کا تھوڑا
سا حصہ محتاجوں کو دیدیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں ہاتھ سے نہ جانے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت
اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں۔ پھر
خوبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کرکے امیدوار
بھی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا
ادا کرنا گراں نہ گذرے اُس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے
ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت براری بخوبی ہوجایا کرے اور حاجتمند
ڈھونڈے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجتمند کی کاربرآری ہوتی ہے اور دولتمند
کا نفس پاک ہوتا ہے اور اسی داد و دہش کے ساتھ جسکا کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے
الفت پیدا ہوتی ہے وہاں اس بات کا بھی امتحان ہوجاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا
کی کہانتک محبت ہے کہ محض اُسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شئے کو
وہ اپنے پاس سے جُدا کئے دیتا ہے۔ اب اس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہوگا کہ زکوٰۃ
ساقط کرنے کے لئے حیلہ بازی کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں

ے غرض ہے
ت اور حیلہ
دا کرنے کے
یا۔ بازیاں
دا کے پاس
ل نہیں ۱۲

زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہوئے جاتے ہیں بھلا بتلائیے کہ جب صاحب مقدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی بیچارے کی کاربرآری ہو سکتی ہے یا وہ خود دولتمند مرض بخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اُس نے اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا۔ اس فقیر نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے مسلمانوں پر سال بھر میں ایک ماہ کے روزے بھی فرض کئے ہیں اور روزہ کے معنے یہ ہیں کہ دن بھر کھانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اس میں بے شمار فائدے پائے جاتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی مہذب بنجائیگا اور اُسپر عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اُسے معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اُسی کا محکوم ہو کر رہنا پڑیگا تو اُسے اُن چیزوں کو ارتکاب کرنے میں جو نقصان رسان ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے مایوسی ہو جائے گی اور گویا کہ نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کھانے و پینے کے بارے میں جو کہ روزہ دار ہی کی ملک تھیں اور اپنی عورت سے صحبت کرنے کے معاملہ میں جس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ بھی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اُس وقت میرا قابو کیونکر چلے گا کہ جب میں بلا اُس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت ہی قبیح امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال کرنے پر کیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور آدمی کی شرافت میں خلل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے لئے مجھے بہکانا کیونکر ممکن ہوگا جبکہ اُس میں طرح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قایم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں۔ بچہ جا ضائع ہوتا ہے۔ اور جنکو کسی قسم کا استحقاق نہیں وہ مستحق ٹھیرائے جاتے ہیں — پھر اگر ہم مسلمانوں کی اُس وقت کی حالت کو غور کریں جبکہ ماہ رمضان میں وہ آفتاب کے غروب ہونے

روزے کے فرض ہونیکی حکمت اور اُسکے فوائد اور یہ کہ خدا نے مسلمانوں کو اُسکے متحمل ہونے کی کیسی کچھ قوت دی ہے ۱۲

سے پہلے مل جل کر بیٹھتے ہیں اور اُن کے سامنے خورونوش کی چیزیں چنی ہوتی ہیں اُن کا دل اُنکی طرف کھچا جاتا ہے اُن کی مشتاق نظریں اُن نفیس چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر اُن میں سے کسی کا مزاج الجاکے کہ کھانے کا ایک دانہ کھالے یا پانی کا ایک قطرہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی کی خصوصاً پرہیزگاروں کی ہرگز جرأت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہینگے تو اس وقت ہم کو ضرور اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمانوں کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

روزہ نہ رکھنے والوں کی تندید اور روزہ کے فوائد

اس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ جو شخص اپنی بدبختی یا خواہش نفسانی کے پھندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقلمن کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت شکم پرور۔ کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا بندہ رکھنا چاہئے اُس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس قدر ذکاوت اس عورت کو حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اُسکا کہیں پتہ بھی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزدار کو جب بھوک کی تکلیف اُٹھانا پڑے گی اُسوقت بیچارے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکیگا اور اسکا دل اسپر کڑھے گا اور خیرات کرنے پر مائل ہوجائے گا۔ کیونکہ دولتمند خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گذرنے پر بھی اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اُسکے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور گرسنگی کی تکلیف کی شکایت کر کے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرسنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بھلا اُسپر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسنہ رہنے کی قدر و عافیت اُسے معلوم ہوجاے گی تو یتیموں اور محتاجوں کی دل کھولکر مدد کریگا۔

حج کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فائدے

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُنپر عبادت حج کو بھی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور اُن مقامات کی جو اُس کے قرب وجوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کرنیکا نام ہے اور اس میں جو جو راز اور حکمتیں پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلا بھی اُسپر حاوی ہونے سے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی دیکھئے کہ ہر

سال اُن مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے حیلہ سے مجمع ہوتا ہے جس کی وجہ سے اُن میں باہم تعارف ہو جاتا ہے اُلفت بڑھتی ہے تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پھر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس ہند۔ داغستان افغانستان ملک مغرب۔ بربر۔ سوڈان جاوہ وغیرہ تمام ممالک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک ہی مقصد یعنے اپنے بڑے رحیم و کریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال اُن کو وہاں کرنا پڑتے ہیں اُن کی بہتیری حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک بندوں اور باعظمت رسولوں پر زمانۂ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آجائے جیسے کہ ابو البشر آدم اور اُن کی زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کہ جنت سے اُنکو زمین پر اتار دینے کے بعد اُن کے دل میں خدا نے یہ بات ڈالدی کہ اُس سے التجا کریں یہانتک کہ خدا نے اُن کی توبہ قبول کرلی اسی طرح ابراہیم خلیل اللہ اور اُن کے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آنے سے اس بات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹھکانا ہے۔ وہ لوگ خدا کی اطاعت میں کیسے سرگرم تھے اور جب اُنکی آزمائش کی گئی تو کیسے ثابت قدم نکلے خدا کی خوشنودی سے سرِمو تجاوز نہیں ہونے پایا اور سب کو جانے دیجئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے اُن کو لختِ جگر اور پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنیکا حکم دیا اور اُس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نہ کی اور اس پر آمادہ ہوگیا۔ اور اسی طرح اُس ہونہار لڑکے نے بھی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو رہنے کیلئے مستعد ہوگیا اور جب شیطان نے وادی منیٰ میں وسوسہ ڈالنا چاہا تو اُسے دفع کردیا اور وہ اپنا سا مُنہ لے کر ناکام رہ گیا۔ پھر خدا نے فدیہ بھیجکر باپ بیٹے دونوں پر احسان کیا اور ان کے غم کو دور کرکے اُن کو خوشخبری سُنادی۔ اسی طرح ان کاملین کے اور بہتیرے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو اُن پر ہوئے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے کام یاد کر کے

اُن کی پیروی کی جاتی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے بقیہ افعال۔ عبادتیں عمدہ خصلتیں کیسی تھیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اس سے اُن کی اقتدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُن کے پسندیدہ خصائل اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اُن کی عبادات پر تعریف کی جائے اُن کے لئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے کیسے عمدہ افعال جاری کر گئے ہیں کیسی کیسی نیک باتیں سکھا گئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہئے اُس کی طرف رجوع ہونا چاہئے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے۔ تسلیم و رضا سے کام لے خدا کے سامنے ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ ان فوائد مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ بھی نہایت ہی عجیب و غریب ہے اس میں خداوندی عظمت و تقدس سے تنزل کر کے انسانی عقول و خیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور اُن امور کی رعایت کی گئی ہے جنکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور جنکو کہ اُس وقت برتا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی ظالم یا ایذا پہنچانے والے کے فریادی بنکر حاضر ہوتے ہیں یا جب اُن کی درگاہ میں اُن کے احسان و اکرام حاصل کرنے کی غرض سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

اسباب کا بیان کہ حج کے مقرر کرنے میں الفاظ انسانی خیالات اور عادات کی (جنکو وہ اپنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ برتا کرتے ہیں) بہت کچھ رعایت مد نظر رکھی گئی ہے سارے احرام طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں ۱۲

چونکہ اعمال حج جنپر کہ خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات و عادات کے موافق ہیں اسلئے حاجیوں کے جی کو اُن کے ادا کرنے کے وقت اس بات کا پورا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا اُن کی ضرور مدد کرے گا اُن کی فریاد سُنی جائیگی اور وہ انکی مراد پوری کر کے اُن سے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اسکا بیان یہ ہے کہ لوگ اس بات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب کبھی کوئی دشمن اُن پر چڑھ آتا ہے اور وہ اُس کے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے انہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اُسوقت بادشاہ کے حضور میں اُن کے محلوں پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق

سب کے سب پراگندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لئے ہوئے ننگے بدن برہنہ پا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اُسکے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور راستے میں جو جو چیزیں ملتی جاتی ہیں کہ جنکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاقہ ہو خدم و حشم کے علاوہ حیوانات و نباتات تک کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

۹
قصور محلات

اور قصور شاہی کے قریب پہنچکر اُن کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور اُن کے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہانتک کہ ان کو اسبات کی اجازت ملجاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اُسکے سامنے مؤدب کھڑے ہو کر استغاثہ دائر کریں اُس کی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لئے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور اُن کے اور اُن کے بزرگوں کے اعلےٰ و ادنےٰ پر جو بادشاہ کے احسانات ، رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانے میں ہوتی رہی ہیں اُن کی یاد دلائیں اسکے بعد جب بادشاہ اُنھیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے جو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کر کے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اُسکے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ اُن کی درخواست قبول کرنے اور اُن کی مصیبت دور کرنیکا اُن سے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور اُن کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ اُسکے ہمیشہ کے ممنون ہیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے اُن کے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی اُن قدیمی احسانات و رعایتوں کو اُنھیں یاد دلاتا ہے جو کہ اُن کے آباؤ اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کبھی کہ وہ اُس کی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور اُنھوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر اُنکو نعمتوں سے مالامال کر دیا گیا۔

چنانچہ اس وقت اُن لوگوں کو بھی اُنھیں خدمتوں کے بجا لانے کا وہ حکم کرتا ہے جنکی بجا آوری اُن کے آباؤ اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے لئے اُن کی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور اُنھیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں

تو وہ مزید عنایت کر کے اُنہیں اپنا مہمان بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے اُن کی پراگندگی دور کر دیتا ہے اُن کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اُسکے باب عالی پر اِس امید سے ایستادہ ہو جاتے ہیں کہ اُس نے اُن کی فریادرسی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرے ۔ چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ اُن کو مدد دیتا ہے اُن کی تکلیف دفع کرتا ہے جب اُن کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو لیتے ہیں تو اُنہیں اُن کے وطن واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و احباب سے جا ملیں اب رخصت ہونے کا وقت آپہنچتا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر ہو کر اپنے منصب کے موافق اُس کی ثنا و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اُسکے مکرم ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار بادل دردناک مفارقت اختیار کرتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے بھی انسانی عقلوں کی رعایت کر کے ایک قطعۂ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کہ وہ دنیاوی بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے اُس کا لحاظ کر کے اُسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اُسکا نام بیت اللہ یعنے اپنا گھر رکھ دیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اُسے گھر وغیرہ کی مطلق حاجت نہیں ۔ اسی طرح حجر اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست راست نام رکھ دیا اگرچہ اُسکے دونو ہاتھ ہمارے ایسے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہونگے اور نہ اُن میں راست و چپ کا امتیاز قایم کیا جا سکتا ہے بلکہ اگر اُن کی نسبت دست کا اطلاق کیا جائے تو تعظیماً دست راست ہی کا ہونا چاہیئے ۔ پھر چونکہ پیروان اسلام کی نسبت بھی یہ بات ضرور ہوا کرتی ہے کہ گناہوں کا لشکر اُنپر چڑھائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا اُنہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے اُنہیں خدا کے احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے جو لوگ اُن میں سے صاحب مقدور ہیں اُن پر یہ امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اُسی مکان پر فریادیوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں اُن کے بال پراگندہ نظر آتے ہوں سر کھلا ہو جسم خاک آلودہ ہو ۔ نہ بدن پر کوئی سلا ہوا کپڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو ساری عیش

ف کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام یمین اللہ رکھے جانے کی حکمت اور نیز مخطورات احرام اور تقبیل حجر کی حکمت ۱۲ ۱۲

و آرام کے سامان برطرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریادی بنے ہوئے اپنی مرادوں کے برآنے کی امیدیں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانۂ خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گھاس کاٹیں نہ کوئی درخت قطع کریں اور نہ کسی چرند و پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اس معظم و مکرم مکان پر پہنچ جائیں تو جس طرح کہ فریادی بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اسکے گرد پھریں اور اسکے پردے سے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اس بابرکت پتھر کو جسکا نام بہ مصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اس میں کسی قسم کے نفع رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے (چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنے سے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیئے) اسکے بعد وہ مختلف اعمال کی بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اس موقع پر ادا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں جیسے کہ آدم اور انکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور ان کے بیٹے اسمعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ علیہم السلام کے ماجرے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا۔ عرفے میں ٹھیرنا اسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منے میں اترنا شیطان کی ناکامی یاد کرنے کی غرض سے اس مقام کی طرف کنکریاں پھینکنا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اسنے دھوکا دینا چاہا تھا اور پھر ناکام رہا۔ اسی طرح اور اعمال کو سمجھ لیجئے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ ان سے مقصود ان نیک بندوں کی یاد دہانی اور ان کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اسے ضرور خلجان ہوگا کہ ان سب کی حکمت کیا ہے اور انکے

فائدوں کے تجسس میں وہ سرگرداں رہیگا اور جس کی سمجھ میں یہ بات آگئی وہ بے کھٹکے دل کھولکر
ان سب کو بجالائیگا اور اُن کے ثمرات کا نہایت شایق رہے گا اُسکی بڑی رغبت یہ ہوگی کہ سارے
فوائد حاصل کرکے کسی طرح سے کامیاب ہوجاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف پہنچکر ان اعمال
کا ادا کرنا ضروری ٹھیرایا ہے اسکو یوں سمجھئے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اس بات کے
ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فرمابرداری رعایا کو اُن کے آبا و اجداد کی سی خدمات کی بجا آوری کا حکم دیتا ہے
اور اُسکے سامنے وہ بجالاتے ہیں تا کہ اُن کی اطاعت و خیرخواہی ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ اُن کی
خصلتیں بھی اپنے آبا و اجداد ہی کے مثل ہیں یہ بھی اُنہیں کی طرح فرمانبردار رہینگے۔
پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں اُن اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت
نیک نفس بزرگوں کی پیروی کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کرنے والے کی بندگی کا مضمون اُنکے
دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال تعبدی یعنے بلا چون و چرا مان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ
ان میں حکمتیں اور فائدے نہیں پائے جاتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی افعال ہیں کہ جو انکو
ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک کا محض حکم سمجھ کر بجالاتا ہے اور اُن کی بجا آوری کو اطاعت
و فرمانبرداری خیال کرتا ہے اُسے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ اس میں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں
اس کی تفتیش کے درپے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد ان کے فوائد مخفی نہیں رہتے علاوہ بریں
اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ ان میں کوئی حکمت نہیں تو اس وقت ان کی بجا آوری سے بندوں کی
جانب سے اور بھی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبان حال سے ان کے
بجالاتے وقت یہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں اُس کی فرمانبرداری کرتا
ہوں گو کہ تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب بھی تیری شان عالی اور سلطنت عظیم کی
تعظیم کی غرض سے میں بجالاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا بھی یہی چاہئے کہ جو کچھ اُسکا مالک حکم دے بلا
چون و چرا اُسے مان لے اُسے کیا منصب ہے کہ حکمت اور راز پوچھنے بیٹھے اور شریعت محمدیہ کا مقصد

اعمال حج کی تعبدی ہونے کے معنی اور ذکر یہکہ عبودیت فطری کے لیئے ہے اور رسول اللہ صلعم کی اشرفا و صحابہ میں عبودیت شمار ہوتی ہے۔ اسکا مطلب ۱۲

اصلی بھی یہی ہے کہ اُس کی پیروی کرنیوالوں کی خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیئے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے اعلےٰ درجے کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جسکا ماحصل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندہ ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے حد سے نہ بڑھایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اُسکا پیغامبر ہے۔ خدا نے بھی آپ کی اعلےٰ درجہ کی تعریف کے موقع میں اسی وصف عبودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ آپ ہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے سبحان الذی اسرےٰ بعبدہ" یعنی جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا وہ پاک ہے پس عبودیت آپ کے لئے نہایت ہی خوشی اور بڑی خوبی کی بات ٹھہری۔

وادی منیٰ میں اُتر نے احرام کھولنے ایام عید کے دہان گذارنیکی حکمت اور اسباب کا بیان کہ یہ سب کچھ بوجہ خداوندی ضیافت کے ہے ۱۲

پھر حاجی ان خدمات کی بجا آوری کے بعد اپنے مولیٰ کے مہمان بنکر مقام منیٰ میں جا اُترتے ہیں اپنی پراگندہ حالی کو دور کرتے ہیں۔ کپڑے بدلتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں۔ حجامت بنواتے ہیں اور اپنے عیش و آرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تھیں اور جن سے کہ پرہیز کرتے تھے پھر ان سب کو مباح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دنوں کو خورد و نوش میں گذارتے ہیں خوب قربانیاں کرتے ہیں یہانتک کہ گوشت بہا بہا پھرتا ہے لوگوں کے کھائے نہیں چکتا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحوش و طیور بھی خوب سیر ہو جاتے ہیں۔ اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اصل پوچھئے تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے پاس جو کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور عاریت کے اُنہیں دے رکھا ہے اسی وجہ سے عید کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اُس دن روزہ رکھنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کرکے اور خداوندی مہمانی سے فارغ ہو کر وہ اُسی باعظمت مکان کا طواف کرتے ہیں گویا کہ اُس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا اُن کے گناہوں اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کے مقابلہ میں اُنکی مدد کرے ان کو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے اُنہیں مالا مال کر دے علاوہ اس کے اپنے

وطنوں کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قایم مقام بھی یہی طواف ہوتا ہو گویا اس کے بعد اُنہیں واپسی کی اجازت مل جاتی ہے اور اس اجازت کو اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے کہ خدا نے توبہ قبول کرلی وہ نہایت مہربان ہوگیا اور اب وہ ضرور اُن کے ساتھ انعام واکرام سے پیش آیگا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابلہ میں اُنھیں ضرور مدد دیگا چنانچہ اُن کے رسول علیہ السلام نے اس کی خوشخبری اُنہیں سنا بھی دی ہے پھر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں اور اُن کے دلوں میں یہ خیال جاگزین ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری مراد ملگئی ہماری ساری کلفتیں دور ہوگئیں۔ اب وہ اس بیت معظم سے رخصت ہونے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں اُن نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو اُن متبرک مقامات میں اُن کو نصیب ہوئیں اور جب اُس سے جدا ہوتے ہیں تو اُن کا یہ حال ہوتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل ہے کہ صدمۂ فراق سے بیچین ہوا جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے مولی کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اُس کی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اُس سے کامیابی کی دُعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے پیروں لوٹتے چلے آتے ہیں اور اس جُدائی کا اُنھیں یہانتک غم ہوتا ہے کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے اُن کے دل ابدی مسرت وشادمانی سے پرہوتے ہیں (چنانچہ اس امر کا مزامیر (زبور) میں ذکر آیا ہے) اسلئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمیں بخش دیا ہم اُس کی نعمتوں سے مالامال ہوگئے ہیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی۔

اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کرکے ہم حکمت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑھنے والے بھی اُکتا جائیں اور اُن کے مطالعہ کے لئے وقت بھی مشکل سے مل سکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اُسے یوں سمجھئے کہ بطور مشتے نمونہ از خروارے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہ راست دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کردی ہے کہ جب

انہیں موقع ملے تو وہ اُن لوگوں سے مقابلہ کریں جو دین میں اُن سے مخالفت کرتے ہیں اور اُن کی ایذا رسانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے تاکہ وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کر لیں یا اُن کے مقابلہ میں سر اُٹھانا چھوڑ دیں اور اس مقابلے کا نام اُس نے جہاد رکھا ہے اور اس میں سراسر انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے انصاف کے ساتھ لڑینگے چنانچہ شریعت نے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی لڑکے۔ عورت۔ پیر فرتوت کو قتل نہ کرے اور نہ اس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کئے ہوئے ہے ہاں جب کوئی ان میں سے لڑائی میں شریک ہو کر مقابلہ کرے یا کسی کی جانب سے تدبیریں بتلانے کا اندیشہ ہو وہ بیشک واجب القتل ہے اور مقصود جہاد سے یہ ہے کہ خدا کے دین کی اشاعت ہو اور جو لوگ اُس کے مخالف ہوں اُن کی رہنمائی کر دی جائے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ لوگ بھی اور مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے ہیں اُن کے حقوق و حالات کی مثل تمام مسلمانوں کے رعایت کی جاتی ہے اس بارہ میں عربی و عجمی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ سب کے سب باہم بھائی شمار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معاون سمجھے جاتے ہیں ہر ہر مسلمان اپنے اور محمدی بھائیوں کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جیسے کہ ایک جسم کے اعضا میں باہم علاقہ ہوتا ہے جہاں ایک عضو کو ایذا پہنچی اور تمام بدن بےچین ہو گیا۔ سب ایک ہی اصول کے پابند ہوتے ہیں سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور صرف اُسی یکتا خدا کا سزاوار عبادت ماننا ہے تمام مسلمان اُسی کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں جب کسی طرح نہ اپنی خوشی سے اور نہ کچھ خوف کر کے مخالفین اسلام ہدایت قبول ہی نہیں کرتے تو اُس وقت اُن سے مقابلہ کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سر اُٹھانا چھوڑ دیں مسلمانوں سے درپے عداوت نہ ہوں اُن کی ایذا رسانی سے باز رہیں مسلمان اُن کی ضرر رسانی سے محفوظ رہ کر نفع حاصل کر سکیں یہانتک کہ آخر کار مسلمان اُنکو ذمی بنا لیتے ہیں یعنے اُن سے صلح کر کے اُن کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں کہ ہم لوگ تمہاری جان و مال اور آبرو کی

پوری پوری محافظت کرینگے جو قانون کہ مسلمانوں کے لئے تمام معاملات میں جاری ہے تمہارے لئے بھی وہی قانون رہے گا ہم تمہارے دین سے تعرض نہیں کرتے تم اپنے دین کے پابند رہنے کے مختار رہو اور یہ کہہ کر اُن کا معاملہ آخرت پر خدا کے حوالے کرتے ہیں اور اُنہیں مجبور نہیں کرتے ۔

پس اگر اسلامی جہاد کا پہلی شریعتوں کے جہاد سے مقابلہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اس میں طرح طرح کی آسانیاں پائی جاتی ہیں کہ جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ ہرگز حکم نہیں دیتی کہ تمام دشمنوں کا پورے طور سے قلع وقمع کر دیا جائے یہانتک کہ ننھے ننھے بچے بھی مار ڈالے جائیں جیسا کہ پہلی شریعتوں میں حکم تھا جو شخص کہ اس دین کے ساتھ پہلے شریعتوں کے جہاد کے احکام سے بھی واقف ہوگا اُسے صاف معلوم ہو جائیگا کہ اُن میں اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اُسے اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ شریعت محمدیہ کے جہاد میں انتہا درجہ کا عدل و انصاف مد نظر رکھا گیا ہے ۔

فـ حقداروں کے حقوق کی حفاظت کیلئے جو قوانین شریعت میں ہیں اُن پر اس فرقہ کا مطلع ہو کر اُن کو اعلے درجہ کا پانا ۱۲

اسی طرح اس فرقہ نے شریعت محمدیہ کی ساری عبادتوں میں غور کیا تو اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ اُسی کے اعمال میں جیسے کہ چاہئے پورے طور پر اسباب کی رعایت کی گئی ہے کہ اُن میں خالق کی اچھی طرح سے تعظیم پائی جائے اور مخلوق پر سراسر مہربانی ہو اور نیز اس فرقہ نے یہ دیکھا کہ ان سب اعمال کا نفع اس عبادت کرنے والے ہی کو ملتا ہے خدا کو مخلوق کی اطاعت سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اسلئے کہ اُسے ضرورت ہی کیا ہے خدا تو تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے ۔

پھر اس گروہ نے شریعت کے اُن قوانین میں غور کیا جو اُس نے اس غرض سے مقرر کئے ہیں کہ حقداروں کا حق نہ مارا جائے اُس کی پوری حفاظت ہو ۔ رعایا میں سے خواہ مسلمان ہوں یا غیر قوم کے لوگ کسی پر کوئی بدمعاش ظلم نہ کرنے پائے کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے چنانچہ ان قوانین کو بھی اُنہوں نے اعلے درجہ کا پایا ۔

فـ قوانین ازدواج اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا

اسی طرح اس فرقہ نے دیکھا کہ اس شریعت نے ازدواج کے احکام بھی نہایت ہی باقاعدہ مقرر کئے ہیں چنانچہ اُس نے زوجہ و شوہر دونوں کے لئے کچھ اتفاق کی حالت میں حقوق قرار دیے ہیں

اور کچھ اُس وقت جبکہ وہ علیحدگی اختیار کرنا چاہیں - اور اُس نے اس بات کی اجازت دی ہے
کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ
رہے - کیونکہ اگر اُن کو اِس کی اجازت نہ دی جاتی اور پھر اُن میں کسی وجہ سے آپس میں نفرت
پیدا ہوجاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن وشوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہوجایا کرتی
ہے تو اُس وقت یہ بات کچھ بعید نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلتے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ
ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کیجاتی
بیغیرت بننا پڑتا علاوہ اسکے جب عورت بانجھ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی
یا بالعکس قصہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اس لئے
اُن کو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق ٹھیرا پھر اُس نے طلاق دینا مرد کے اختیار
میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے
وہ زیادہ طرح دے سکتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور اسکا پتہ اُسوقت لگ
سکتا ہے جب کہ دونوں کی خصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوا اسکے چونکہ عورت کا خرچ
وغیرہ مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہوجائیگا اُسوقت تک اُسکو چھوڑ کر کبھی اپنا
نقصان گوارا نہ کریگا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف نکل بھی آئے تو اسکا اعتبار نہیں
ہوسکتا سارا خرچ بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے اسلئے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی
طور پر بہ نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر
ہے اور جو کچھ مشقتیں اس میں درپیش ہونگی وہ بخوبی برداشت کرسکتا ہے ہاں عورت کے لئے
یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی دیکھ بھال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں
مشغول ہو جیسا کہ مرد بیرونی مصلحتوں کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اس طرح پر عورت جو کہ مرغوب
طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر بھی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گی -
اسی لئے فتنہ اور اسباب حرامکاری کے انسداد کی غرض سے جو کہ شرعًا اور عقلًا دونوں اعتبار سے

ف
عورتوں کے پردہ میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ انکی حق میں ظلم نہیں بلکہ بیجا نظروں سے انکی حفاظت کا ذریعہ ہے

صحیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلےٰ درجے کے
اوصاف میں سے ہے اور اُن کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اس وصف میں وہ
کامل ہوں اُتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں۔ پس جس طرح کہ کسی نفیس شئے کو لوگوں کی نظروں سے
بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھاتے اور سات پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں اسی طرح
پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے اُنہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ
یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا
ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت
بچایا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بیجا ہے جیساکہ
بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا اُنہیں قید کرنے کی مثل ہے اُن پر بڑی
تنگی کی جاتی ہے جس سے کہ اُن کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہوتی جاتی
ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے
اپنے پیدایش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مالوف ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اُس کی فطرت
میں داخل ہو جاتا ہے اُسکو یہاں تک پردے کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اُس سے انس اور محبت
کرنے لگتی ہے اُسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیساکہ اپنی اور طبعی عادات کو حتٰے کہ جو
عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں اُنہیں شرم دلانے پر آمادہ ہو جاتی ہے اُن کو بے شرم بیباک
قرار دیتی ہے ایسا دُن کا ہلکا پن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اُسی خوشی سے
قبول کر کے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی امیدوار بنجاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر
کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدؐیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو جب ہوتا کہ اُسے وہ
اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔
حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے بدکاروں اور بدمعاشوں کی
۔ سے خوب بچایا جاتا ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ

بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی اُن کی عادتیں اچھی نہیں ہوا کرتیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اُسکے خاوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کرنیکا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اُسکے بطن سے پیدا ہوگی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کریگا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اسوقت شیطان کو اُسکے دل میں عورت کی نسبت وسوسہ ڈالنے کی گنجایش نہ رہیگی بخلاف اُس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہوکر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔

باوجود اِن سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اُسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اُسکا خاوند یا اور عزیز و قریب اُسکو نہیں بتلا سکتا یا اپنے بھائی بندوں سے اُسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن وہی پردے کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے ہیجان کا باعث نہ ہو جس میں کہ اُسکی پارسائی اور آبرو پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دے گی کہ بیشک عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا اس میں فائدہ ہے بلکہ یوں کہئے کہ اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے شہروں سے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو حرامکاری کے لئے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے جمع ہوا کریں کیونکہ وہاں کے بے باک لوگوں کی خواہش نفسانی میں بھی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جس کی وجہ سے با آبرو لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہونے سے محفوظ رہتے ہیں بخلاف اُن شہروں کے جہانکہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب پھرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی میونسپلٹی کو حرامکاری کے لئے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا

اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو اُن سے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہانتک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی تعداد پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونے والے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اِس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر اُن بدکاروں سے جنکی شہوتیں کہ عورتوں کو ننگا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کر چکی ہیں انہیں خوف نہ ہوتا اور آبرو والے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ اُن کو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ میں ہماری کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کبھی ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفریں اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے مدعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو پھر اُنہیں ایسے قابل ملامت فعل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہو کر نکلنا نہایت ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کے پردے میں رہنے سے نقصان ہے تو بے پردگی میں اُس سے بڑھ کر نقصان متصور ہے اور ظاہر ہے کہ جس میں کم ضرر ہو اُسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں کہ جسکو ہر عاقل مان لیگا۔

پھر اس فرقہ نے جب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت۔ کرایہ شرکت۔ قرض وغیرہ کے احکام میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم اس میں بالکل حکمت کے موافق ہے اُسی شخص کو اس میں ترجیح دی گئی ہے جسکو کہ حاجت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ جسکے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قرابت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع پر جس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ امید ہو سکتی ہے پس اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت کی کامل انتظام اور بندوبست کی رعایت کر کے مقرر کئے گئے ہیں جس میں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور منازعت نہ ہونے پاوے

ف
قوانین معاملات بیع اجارہ وغیرہ کا شریعت محمدیہ پر نہایت عدل کے موافق ہونا جس سے تنازعات کا بہت کچھ انسداد ہو سکتا ہے ۱۲

پھر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور اُن تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کی جان و مال

ف
حدود قصاص وغیرہ کی حکمت ۱۲

آبرو اور عقل کی حفاظت کے لئے مقرر کئے ہیں پس اُن سب کو اُنہوں نے بالکل حکمت کیموافق اور امن وامان کا ذمہ وار پایا بیان اُسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کریگا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے ضرور باز رہیگا اس طرح سے کم سے کم دو آدمیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ قصاص لینے میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔

حد سرقہ اور اس کی حکمت ۱۲

علیٰ ہذا القیاس جسے یہ معلوم ہوجائیگا کہ چوری کرنے سے اُسکا خیانت کرنے والا ہاتھ قطع کردیا جائیگا تو پھر اُسے چوری کرنے کی جرأت نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دولتمندوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکا نہ رہیگا۔ ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اُس نے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو پانچسو اشرفیاں دینا پڑیں اور جب کوئی چوتھائی دینار بھی چرالے تو اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں بیش قیمت ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے۔ اور اُس کی بیقدری کی کچھ پروا نہیں ہوسکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھ جاؤ

رجم محصن کی حکمت ۱۲

چونکہ حرامکاری باوجود بہتیری خرابیوں کے اُس بچہ کے قتل کا سبب ہوا کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نسب بے پتہ ہوتا ہے اُسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا تاکہ اُسکی مدد کرے اور نہ کوئی اُسکا پرورش کرنے والا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اکثر مرجایا کرتا ہے اسلئے شریعت نے حرامکاری کرنے والے کی جبکہ وہ اپنی منکوحہ سے متمتع ہوچکا ہے یہ سزا قرار دی ہے کہ پتھروں سے اُسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اُسی طرح اُس کا ہر ہر عضو اُس کی سزا کا مزہ بھی چکھ لے۔ اور اگر وہ حرامکار ایسا نہ ہو تو اُس وقت کسی قدر اُسکو معذور رکھ کر صرف سو کوڑوں ہی پر اکتفا کیا گیا ہے جو کہ اُسکے سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنھوں نے کہ بیجا شہوت رانی کی لذت اُٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنےٰ ہیں جن پر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو یا اُن سے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو

حد غیر محصن اور اُسکے سو ضربکی حکمت ۱۲

بچہ کہ اُس سے پیدا ہوسکتا تھا اور اُس نے حرامکاری سے اُسے ضائع کردیا ممکن تھا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور یہ وہ عمر ہے جس کی انسان میں جسمانی ساخت اور آہستہ آہستہ نشو و نما پانے کے لحاظ سے فطرتًا قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض اطبا کا یہ قول بھی ہے لیکن چونکہ زندگی بسر کرنے میں مختلف حوادث پیش آتے ہیں اُن کی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہوجاتے ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کبھی انسان کی اجل آپہنچتی ہے جو اُسکے لئے مقرر تھی اور وہ مرجاتا ہے اور کبھی یہی مدت اُس کی اجل ہوا کرتی ہے تو وہ اس عمر کو پہنچکر مرتا ہے پس جتنے سال تک کہ اس بچہ میں جسکو کہ اُس نے حرامکاری کی وجہ سے ضائع کردیا زندہ رہنے کی قابلیت ہوسکتی تھی ان میں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

ف حد ضرب خمر اور اُسکے اسی ہونے کی حکمت ۱۲

پھر چونکہ انسان میں سو برس تک زندہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداءِ عمر میں پندرہ برس سے پہلے پہلے اُس کی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اُس کی سو برس کی عمر ہو تو اکثر قریب پانچ برس کے اُس کی عقل نہایت ہی ضعیف ہوجایا کرتی ہے اس بنا پر جو زمانہ اُس کی عقل کے قوی قابل اعتبار اور کامل رہنے کا ہے صرف اسّی برس رہجاتا ہے پس جو شخص کہ عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے شراب پیکر خلل اندازی کرے جس سے کہ عقل یا تو بالکل ہی جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہوجاتی ہے شریعت نے اُسکی سزا اسّی کوڑے مقرر کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمتِ عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اُسکے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے اور اس عدد سے شرابی کے لئے یہ اشارہ ہے کہ اے شراب پینے والے اس مدت تک جو نعمتِ عقل تیرے پاس بخوبی پائی جاتی تو نے شراب پی کر اُس میں رخنہ اندازی کی اسی لئے تجھکو اتنے کوڑوں کی سزا دی گئی۔

ف حد قذف اور اسکے اسی ہونے کی حکمت ۱۲

پھر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنی اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے چونکہ مکلف نہیں ہوتا

پس آبرو کے بارے میں اُس کی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اسی طرح اگر وہ اپنی عمر
طبعی یعنے سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اُس کے شہوت و قویٰ
میں انتہا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت مشکل سے اُس کی نسبت کسی فحش امر کے ساتھ
متہم ہونیکا گمان ہو سکتا ہے اِس لئے غالباً اس مدت میں بھی اُس کی بے عزتی ہونا بہت
ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جس میں کہ اُس کی آبرو کی کامل طور پر محافظت کی اکثر
ضرورت پڑ سکتی ہے وہ صرف اسی برس ٹھیرتے ہیں پس اسی وجہ سے شریعت نے ایسے شخص
کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اُس کی آبرو ریزی کرے اسی کوڑے مقرر کئے ہیں گویا کہ
اس عدد سے اس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس میں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت
کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانے والے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جس کی تہمت لگا کر
آبرو ریزی کی ہے اُس کی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اس مدت تک ضرورت پڑا کرتی
تھی اسی لئے تجھے یہ سزا دی گئی۔

ف شریعت محمدیہ شرائع سابقہ کے احکام کی جامع ہے اور اُس نے انسان کی ہر حالت کے مناسب آداب و قوانین مقرر کئے ہیں ۱۲

پھر یہ دیکھئے کہ شرائع سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں
معاف کر دینے کا شریعت محمدیہ نے اِن دونوں حکموں کو جمع کر لیا اسلئے اُس نے مقتول کے ولی کو
اس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے یا معاف کر دے اور معافی کو تقوےٰ
کے قریب ٹھیرا کر اُس نے اُس کی ترغیب دی ہے (اسی طرح پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے
کہ جو شرائع سابقہ میں جُدا جُدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے اُنہیں جمع کر دیا اور سب کا
خلاصہ نکال لیا اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے پس اللہ
تعالیٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو اس میں مجتمع کر لیا۔ پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب

ف انسان کی جملہ حالتوں کے متعلق شریعت میں قواعد و آداب مقرر کئے گئے ہیں ۱۲

کو دیکھنا شروع کیا تو اُن کو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ اُنہوں نے
دیکھا کہ اُس نے کھانے۔ پینے۔ سونے۔ قضاء حاجت کرنے یہانتک کہ صحبت کرنے
تک کے قواعد مقرر کئے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اٹھنے۔ بیٹھنے۔ باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور

حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیے زن و شوہر اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے۔ مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح پر تمام امور کے آداب و قواعد اس نے مقرر کر دیے ہیں جن کا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

ف شریعت کی سیاست کے اعلےٰ قواعد پر مشتمل ہونا اور نیز اس کی بحث کہ رسول اللہ صلعم کے احکام کا نفع خاص آپ ہی کی ذات اور آپ کی اولاد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کا نفع عام ہے ۱۲

پھر اس فرقہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور اس بابت کی تفتیش کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اُس کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہا درجہ کی باریک بینی اور اعلےٰ درجہ کی تلاش کے بھی اُنہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا کہ جس کا فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اس کی منفعت عام نہ ہوتی۔

اس قسم کے بعض جزئی احکام میں حکمت صفی کے لے لینے اور اس کو فقرا کو دیدینے کی حکمت ظاہر ہوتی اس کا بیان اور نیز یہ امر کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا اور نہ کسی کے لئے خلافت کی وصیت کی بلکہ یہ مسئلہ امت کی رائے پر چھوڑ دیا ۱۲

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم بھی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اُس کا نفع بھی تمام لوگوں کے لئے عام ہے اور اس میں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جس کو صفی کہتے ہیں اگرچہ اس کے ساتھ ابتداءً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قایم رکھنے کے لئے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ علی العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اس کے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلےٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر ڈالتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا داب ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اس لئے کہ دولتمند اس کے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور اس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالداروں کو حاجتمندوں سے کینہ رکھنے کا بھی موقع نہ ملے

اور اُن کی کاربرآری بھی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دولتمند اُن کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر اُن کے دشمن ہو جاتے اسلئے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ آپ کا تو علے العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اس میں سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھ کر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہ ایسی بات ہے کہ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں متواتر طور پر ثابت ہے یہانتک کہ آپ دُنیا سے بھی اسی حال میں رخصت ہو گئے کہ اپنے اہل وعیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث بھی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائداد منقولہ کو خیر و خیرات میں صرف کر دیا اور غیر منقولہ جائداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لئے وقف کر دیا) اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اہل وعیال کے لئے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپ نے ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کبھی آپ نے اپنوں کو اپنا سمجھ کر ترجیح نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لئے اپنی خلافت یعنے جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ امر محض مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کر لیں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لئے تصریحاً ارشاد فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک بھی آپکی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور اسبارہ میں سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ آپ اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہانتک بچ سکیں بچیں اور دنیاوی منصب اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں ۔

پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی کتنی ہی بیبیاں کیوں نہ ہوں آپ اُن کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں اسلئے شریعت نے آپ کے لئے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لئے اجازت تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا اُن کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام لیکن جب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آنے سے عاجز پایا جاتا ہے اسلئے آپ کی پیروی کرنے

ف — رسول اللہ صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل وعیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات مدنظر رکھی ۱۲

ف — تعدد ازدواج اور اُن کا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلعم کے لئے چار سے زیادہ نکاح جائز ہونیکا راز اور ہر شخص کے لئے چار سے زیادہ بھی نہ رکھنے کی از کی حکمت ۱۲ عام اُمتیوں کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں ۱۲ تعدد ازدواج کی حکمت ۱۲

والوں میں سے کسی کے لئے چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گویا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں کی تعداد کا بہ نسبت عورتوں کے اس وجہ سے کم ہو جانا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دی جاتی تو فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہتیں اور بلاوجہ اُن کو نسل کی افزائش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک خواہ وہ سو ہی برس تک کیوں نہ زندہ رہے توالد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ پچاس یا پچپن برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اُسکا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم یعنے وہ مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُس میں باقی نہیں رہتا۔

تعداد ازدواج کی حکمت ۱۲

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں اسلئے کہ حاملہ ہونے۔ بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اُس کی قوتوں میں ضعف آجاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُسکے لئے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایاس تک باعتبار اکثر کے کل پینتیس برس کی مدت رہ جاتی ہے جس میں کہ مدت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہکر اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق اپنی نسل پھیلانے سے محروم رہنا پڑتا۔ پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے نجات مل گئی اس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو درصورت اُسکی زوجہ کے بانجھ ہونے یا کبرسنی کی وجہ سے اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود توالد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا اس لئے کہ وہ طلاق تو دے ہی نہیں سکتا تاکہ بجائے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا اس طرح پر اگر مرد میں

توالد وتناسل کی قابلیت نہ ہوتی تو عورت کو اولاد سے معطل رہنا پڑتا اب یہ دو نو خرابیاں دفع ہوگئیں
رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا
چاہئے۔ لیکن اب ہم ایسی تقریر بیان کرتے ہیں جس سے یہ امر مدلل اور مبرہن ہو جائے کہ طلاق
کا جائز ہونا عقل کے موافق ہے اور اُس سے منع کرنا نظام خداوندی اور ترتیب طبعی کے منافی
ہے سوائے اپنی بڑائی کے زعم میں ہٹ دھرمی کرنے والے کے اسکا کوئی مخالف نہیں ہو سکتا
پس ہم کہتے ہیں کہ اس رسالہ کے شروع میں پیشتر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حکمت الٰہی اس امر
کو مقتضی ہے کہ نوع انسانی میں توالد وتناسل جاری رہے اور اُس کی کثرت ہوتی رہے اور یہ
کہ مرد میں سن احتلام سے لیکر مرتے دم تک تولید کی استعداد و قابلیت رہتی ہے اور عورت میں
سن احتلام سے لیکر صرف سن ایاس ہی تک تولید کی قابلیت پائی جاتی ہے اُسکے بعد نہیں رہتی
اور اس مدت کی کل مقدار پینتیس سال ہوتے ہیں۔ پس جب خاوند و زوجہ میں مفارقت ہو اور اُن
دونوں میں توالد وتناسل نہ پایا جائے اور یہ بہت ہوتا ہے تو اس صورت میں اتنے احتمال ہونگے
کہ اسکا مانع یا تو خاوند کی جانب سے ہے۔ پس جس حالت میں کہ طلاق ممنوع ہو تو ان دونو کی ساری
عمر بلا نسل کے گذر جائیگی اور اگر ان دونو میں سے کسی میں تولید کی استعداد موجود ہوگی تو اُسے نسل
سے ناحق معطل رہنا پڑے گا اور کبھی کبھی اس معطل رہنے کی مدت پچاسی برس تک متصور ہو سکتی ہے
لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو وہ کچھ دن صبر کرنے کے بعد اُس عورت کو طلاق دیکر دوسری عورت
سے مفارنت کر سکیگا۔ اور اُس عورت کو بھی دوسرے مرد سے مقارنت کرنا ممکن ہوگا۔
پس اُن دونوں میں سے جس میں تولید کی استعداد ہوگی سوقت وہ نسل سے کامیاب ہو سکیگا اور
معطل نہ رہے گا۔ اور جس میں استعداد نہ ہوگی اُسپر اپنی حقیقت حال کے ظاہر ہو جانے سے اُسکے
دل کو راحت نصیب ہو جائیگی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُن دونوں میں تولید نسل کی استعداد
موجود ہوتی ہے لیکن اُن دونو کے آئے تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت
ہو جائیگی تو اُن میں سے ہر ایک کو ممکن ہوگا کہ کسی دوسرے سے مقارنت کر کے نسل حاصل کر سکے

اور اپنی تولید کی استعداد کے ثمرہ سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پھر ہم اصل امر کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس کی بحث ہم پہلے کر رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اُس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اُس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اُسے (تعدد ازدواج کی بنا پر) ممکن ہوگا کہ اسباب کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کس کی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مقارنت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کی جانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے گا تو اُسے بدستور عقد میں باقی رہنے دے اور اُس فضل و احسان کو جو اُسکے اور زوجہ کے مابین ہے نہ بھولے اسلئے کہ اب اُسکے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مقارنت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اسلئے کہ اُس میں سبب مانع حمل موجود ہے اب اُسکے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلئے اگر خاوند چاہے تو اُسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اُسی خاوند ہی کی جانب سے ہے تو اُسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اُسے اسوقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مقارنت کر سکے کیونکہ اُس عورت میں استعداد تولید کا پایا جانا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ اس میں شک ہے کیونکہ ممکن ہو کہ عورت میں بھی استعداد تولید موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر بھی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور بڑا اہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند و زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اُسکے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مزمن مرض کا لاحق ہونا۔ بدصورت ہو جانا۔ آلۂ تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارے میں اس طرح اُس سے خیانت کرنا کہ اُسکو خاوند ظاہر نہ کر سکتا ہو اور نہ حاکم کے روبرو ثابت کرنا اُسے ممکن ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی اور وہ دونو لوگ دونو اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور اُن دونوں کی آنکھوں میں فساد اور بے حیائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تنگی

اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانے کا قصد کرینگے اور بیحیائی کے ارتکاب سے اور نیز دیوث
بننے سے محفوظ اور پاک وصاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں کیوں رکھی گئی عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی
اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے
اور عورت کے خیالات ذراسی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہہ امر
علی العموم مسلم ہے اور پہلے یہ گذر چکا ہے کہ عورت کے نان ونفقہ کی مرد ہی کو تکلیف دی گئی ہے
پس جب عورت سے اُسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک راجح یہی امر
ہوگا کہ جہاں تک ہو سکے اسکو برداشت کرلے اس نظر سے کہ اُس کی عقل ثابت اور قوی ہے
اور نیز اُسے یہ خوف بھی لگا ہوگا کہ جو کچھ اُس نے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد
نہ ہو جائے پس اس وجہ سے اُسے طلاق دینے اور اُس کی مفارقت اختیار کرنے سے حتے
المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک
نفقہ) خالی ہے نہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا تامل
طلاق دینے اور اُس کی مفارقت اختیار کر لینے پر آمادہ ہو جاوے گی اور اُسکو چھوڑ دوسرے کو
جا ڈھونڈھیگی۔ پس اسی واسطے خداوندی حکمت کا یہ مقتضا ہوا کہ طلاق مرد ہی کے ہاتھ میں
رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے۔ پس سمجھدار سوائے اُس حالت کے
کہ وہ بالکل مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کریگا۔ رہا بعض بیوقوفوں کا ذراسی
بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقلی کے خلاف ہے اور خدا
اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ ائمہ اعلام نے اس کی تصریح کی ہے منصف کے لئے اس قدر
بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متمدن (سویلائزڈ) فرقوں کے کچھ حالات جس سے
کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے
جو اشیاء ہماری شریعت نے مباح کی ہیں اُن کو مستحسن شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں

میں سے بعضوں نے دو شادیاں جائز کردی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اُس کی اولاد کی بڑی بدنصیبی ہے کیونکہ نہ اُسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور نہ اُس کی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مؤلف عورتوں کے لئے یہاں کیا کہیگا اور بعض ممالک میں طلاق بھی جائز کردی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شائع و ذائع ہوچکی ہے جملہ توصیف و ثنا کا خدا ہی مستحق ہے جسنے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اُس کے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اُس کے نظام معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مؤلف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نہ کیا کریں جنکو اُن کے پڑوسیوں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ اس کے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور تحریر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں اُن کی ضعیف رائیں اُن میں خلل نہیں ڈال سکتیں اور اسکی اس کثرت سے حامی کار لوگ موجود ہیں جو اُس پر سے اعتراضات دفع کرسکتے ہیں۔ اور قیامت تک دفع کرتے رہیں گے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

سرّیہ بنانیکی حکمت

پھر چونکہ لونڈیاں یعنی وہ عورتیں جو کہ لڑائی میں گرفتار ہوکر آتی ہیں افزایش نسل سے محروم رہی جاتی تھیں کیونکہ غلاموں کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کرکے اُن کی خبرگیری کرنا ذرا مشکل امر ہے بلکہ یوں کہیے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں اسلئے اُن کے (لونڈیوں کے) مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متمتع ہونیکی اجازت بھی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضا ہے کہ وہ غلام پر حکومت کرسکے وہ اُسکے قبضہ میں رہے اُسپر پورا اختیار حاصل ہو پھر

اگر وہ اُسکا شوہر بن سکتا تو چاہئے تھا کہ اُس کی مالکہ بحیثیت اُسکی زوجہ ہونے کے اُسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اُسپر قبضہ حاصل ہو پس اس مناقضت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بد انتظامی سے سارا عیش و آرام خاک میں مل جاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہو۔

رسول اللہ صلعم کی ازواج سے آپ کے بعد نکاح حرام ہونا اور اسکی حکمت ہو۔

پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب اُنھوں نے اس بارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو اُنپر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان حکمتوں پر مبنی ہے۔ اوّل تو یہ کہ آپ کی تعظیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے متعلقین کا اُن کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شرائع سابقہ میں ایک مانی ہوئی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ بھی مستحسن معلوم ہوتا ہے کیونکہ علی العموم انسانی طبیعتوں پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ ان کے بعد کوئی دوسرا اُن کی عورتوں سے شادی کر لے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کی کسی دوسرے کے لئے اگرچہ وہ اس اُمت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو اس لئے نہیں کی گئی تاکہ افزایش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔ دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا انسداد کر دیا جائے۔ کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص اُن میں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جانشینی کے قابل بھی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہہ کر لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو تمہارے رسول کی زوجہ موجود ہے اس وجہ سے مجھے اوروں پر ترجیح حاصل ہے اور بیشک میں خلافت و جانشینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجۂ مطہرہ کو اپنے دلی ارادوں میں عام لوگوں پر حکمرانی کرنے میں فتح حاصل کرنے کے لئے آڑ بنا لیتا۔ اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ برابر

دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ملکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اُسکے مرنے کے بعد شادی کرلی تو وہ اس حیلہ سے مُلک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

تیسرے[۳] یہ کہ اگر اسکی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں فتنہ و فساد برپا ہوجاتا کیونکہ ہر شخص یہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجۂ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اُسکو اُن کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو اُن کی اولاد سے برکت حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہوکر اپنے ہمچشموں پر فخر کرنے کا موقع ملجائے اُن کے ذریعے سے اُن باتوں پر واقفیت ہوجائے۔ جو بڑے بڑے سمجھداروں کو بھی معلوم نہیں اس طرح باہم اُن میں بڑی مخالفت پیدا ہوجاتی جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوجاتا پس اس امر کے انسداد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قطعی حرام کردیا

چوتھے[۴] یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک اُن کے منصب عالی اور مرتبۂ عظیمہ کی بیقدری ہوتی اور تمام اُمت کے دلوں میں اُن کی وہ قدر و منزلت باقی رہتی جو اُن کو اب حاصل تھی کیونکہ اُس عورت کی حالت جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہچکی ہو اور پھر وہ کسی دوسرے کے پاس رہے گویا وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ شمار کیا جاتا ہو بالکل اُس شے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے بلندی سے پستی میں ڈالدیا ہو یا اُس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے بعد گدائی نصیب ہوئی ہو۔ اور پھر لوگوں کے دلوں میں اُن کی طرف سے نفرت پیدا ہوجاتی اور اسوجہ سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے قبضہ میں آتیں کہ جسکے لئے تمام معاصی اور قبائح سے محفوظ اور معصوم ہونا ضروری نہیں اُن کی شرعی باتوں کی نسبت لوگ مشکوک ہوجاتے اور ممکن تھا کہ اُن کو یہ خیال ہوجاتا کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں عملدرآمد کرتی ہیں اور اُسی کے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لے کر رواج دیتی ہیں دیہ نہ سمجھے کہ اُن کی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہوسکتا ہے حاشا و کلا وہ باعصمت بی بیاں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ اُن کی شان میں ایسا

گمان کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا اُن کو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو امت کو اُن کے اُن علوم کے ثمرات کثیرہ سے جن پر کہ دین کے بڑے جلیل القدر احکام مبنی ہیں اور جنھیں کہ اُنہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام ہمیں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے اُن اقوال و افعال سے مستنبط کئے گئے ہیں جن کی روایت کرنے والی یہی عصمت مآب عورتیں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کھانے۔ پینے۔ سونے۔ بیٹھنے۔ جلوت وخلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور اس طرح پر اُنہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کرنیکا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا اسی وجہ سے اکثر احکام ہم کو انہیں کے وسیلے سے معلوم ہوئے ہیں۔ پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہتیں تو اُن کی یہ عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو اُن کی خبروں پر اب حاصل ہے۔ اُسکا کہاں پتہ لگتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہم سے فوت ہو جاتے علاوہ ازیں اس نکاح کے حرام کرنے میں خدا جانے اور کتنی حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کرنے کے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے۔ پس اگر آپ کے بعد نکاح کرنے کی اُنہیں اجازت نہ ہونے سے خاص اُن کا ضرر بھی ہو تو اُس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض یا پست خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں آپ کی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کر کے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم ہے۔ پس جبکہ یہ فرقہ شریعت محمدیہ اور اس کے انتظامات کی جانچ کر چکا اور اُس کو اُسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب وغریب حکمتیں جنکا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپس میں یوں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اُسکو تو ماننا ہی چاہئے

پس بیشک جو کچھ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ بھلا دیکھئے
تو سہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے پڑھے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش
پائی اپنے وطن سے سوائے تھوڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور بھی چند ماہ کے لئے کہ جو
مدت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں
اپنے شہر میں کسی واقف کار اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا کبھی اتفاق ہوا اور نہ یہہ
ثابت ہوا کہ آپ نے کبھی ملکی قوانین یا شرائع میں سے قدرے قلیل بھی سیکھنے کا اہتمام
کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملگئی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب وغریب انتظام
وترتیب کو مستنبط کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو جس میں کہ تمام عمدہ خصائل
پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام ہوتا ہو اُن کے حالات کی اصلاح
ہوتی ہو اُن کے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں اُن کے شہر آباد ہوتے ہوں اُنہیں شہریوں سے
پناہ ملتی ہو اسی طرح اُس میں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جن سے کہ بنی آدم کو نفع پہنچتا
ہو اور جملہ ضرر رساں اشیاء سے وہ محفوظ رہتے ہوں باوجود اس کے اُس میں تمام عالم
کی پرورش کرنے والے کے بارہ میں صحیح عقیدے بھی پائے جاتے ہوں جن میں کہ پست
اور بے بنیاد خیالات کا کہیں پتہ نہو۔ اسی طرح پر اُس میں خلقت کے رہنما اور برگزیدہ رسولوں
کی نسبت بھی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو۔

یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند ساری لوگوں سے
زیادہ واقف کار بہت بڑے فلسفی سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے
تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تن تنہا ان تمام چیزوں پر حاوی ہو سکتے
اور آپ کے لئے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ہاں اُس وقت بیشک یہ بات سمجھ
میں آسکتی ہے کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ
کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلا دیا ہو اُن سب کے بھید سمجھا دیئے ہوں اور پھر لوگوں

کی تعلیم کا انہیں حکم دیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات نصیب نہیں
ہوئی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو اُن کی کیسی ہی اعلےٰ درجہ کی واقفیت کیوں نہ ہو اور جملہ
فنون پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے ہوں بہت ہوا تو ایک دو فن میں اُن کو کمال حاصل ہو گیا جالینوس
ہی کو دیکھئے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ ارسطو حکمت نظری اور آلہیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا
پایہ طب میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسی طرح کوئی کسی فن میں
اور کوئی کسی فن میں کامل ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکما اور عقلا میں سے کسی کو تمام فنون میں بھی
کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اُسے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کبھی
ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے
تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اُس نے نہیں
چھوڑی چنانچہ اسکا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اُس نے ایسا
پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اُسے تو
خوب شرح وبسط سے ذکر کر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش
یا نفس کے مہذب کرنے میں اُن کی ضرورت نہ پڑتی تھی اُن کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی
سمجھا گویا کہ اس طرح پر یہ بات بتلا دی کہ اُن کے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اُن کے
جاننے والوں سے سیکھ لو پتہ ہم نے بتلا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور صناعات وغیرہ
کے بارے میں اُس نے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اُن کے تحصیل کی چنداں
تکلیف نہیں دی اسکو محض اُن کی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اُس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو اُن پر مطلع ہونے کی غرض سے اُسکی بخوبی
جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ بھلا اُس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ نظر قصور
اُسکو دیکھے یا اُسکے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر واقفیت
حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو

سو حصوں میں سے ایک حصہ کی بھی خبر نہ ہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و تفتیش کے بعد اس فرقہ نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے نہایت ہی مطیع اور اعلےٰ درجہ کی خیرخواہ بن گئے۔

مَیں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کرنیکا ایسا دروازہ کھولدیا کہ جو قیامت تک بھی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانے گذرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کرسکتا ہے اور اُسکے نزدیک بھی حق واضح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ لگائیگا اور قیود تعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھے گا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رو و رعایت کام لے گا ممکن نہیں ہے کہ اُس کی حقانیت کا اُسے یقین نہ ہوجائے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

ف اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنیوالوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولدیا خصوصاً جو زمانہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں ان کے لئے یہ باب استدلال اور بھی وسیع ہوگیا کیونکہ اتنی مدت کے گذرنے کے بعد بھی آپکی شریعت کے احکام باقاعدہ رہے اور مختل نہیں ہوئے

اور جو شخص کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ دراز گذرنے پر خصوصاً تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اُس کے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اُس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائیگا علاوہ بریں اس استدلال کا دروازہ اُسے اَور بھی وسیع نظر آئیگا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت مدید گذرنے کے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اسکے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدہ کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہانتک کہ عقل یہ حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اُسکے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اُنکے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلا جن کی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اس کو برابر مانتے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ امتحان کرکے دیکھ لے کیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر اس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے تو اُن میں ضرور خلل

پڑتا اور اُن کا نظام فاسد ہو جاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کو تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کہیں آپ بعض نادانوں کی یاوہ گوئیوں سے گھبرا نہ جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہانتک کہ بعض وہ لوگ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں اُن کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی اُن کی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ اُنہیں کچھ دکھلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف اُنہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سُن لیا ہی اسی بنا پر اُن کا بیقدر نفس طرح طرح کی باتیں بھگارنے لگا ہے اور اُن کی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لئے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کو لئے نیا قانون بننا چاہیئے اور یہ سمجھ کر غیر قوموں کے بعض بعض قوانین اختیار کرنے کا اپنے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہیں کہ جن سے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور اُن کے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہانتک کہ اگر اُن میں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو اُسکے ساتھ ہی بہت سی خرابیاں بھی نظر آئیں گی یا وہ فی الحقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ اُن لوگوں نے اسلامی لباس اُتار کر دوسرا لباس پہنا رکھا ہے جس کی وجہ سے اُن کی اصلی صورت اچھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اسیوجہ سے کم فہم لوگ اُسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے انکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی حکمتوں کی اُن میں رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اُس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اُسپر یہ بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلےٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانۂ موجودہ کیا معنے بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لئے پورے پورے کافی ہیں اُس کے قواعد کے سامنے ان ناقص قاعدوں کا ذکر کرنا ہی بیجا ہے

فـــوت: بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اُن کے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق نہیں ہیں اور اصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا تو ناقص ہیں یا اسی شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ کوئی مفید قاعدہ ایسا نہیں کہ اور کہیں ہو اور شریعت اُس سے خالی ہو ۱۲

جو کہ ہرگز اس قابل نہیں ہوسکتے کہ اسکے قواعد کے مقابلہ میں اُن کی طرف ذرا بھی التفات کیا جاے اور اگر یہ نہ ہوتا تو اسی امر کا پتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد وضوابط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں کہ یہ شریعت اُن سے خالی ہے غایت سو غایت یہ ہوگا کہ انھوں نے اُن کی اصلی اسلامی صورت کو بدل ڈالا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہو یا اگر انھوں نے شریعت محمدیہ سے اُن قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور اُن کی عقل اُن قواعد تک اسوجہ سے پہنچ گئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک مستحسن ہیں تو شریعت میں بھی وہ موجود ہیں اور اس وقت وہ ضرور یہ حکم کرتا کہ شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اُسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ہاں اس بات کے دریافت کرنے کے لئے عقل رسا اور احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جبتک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حاصل نہ ہو اُسوقت تک اس امر کا پتہ لگنا ہے ذرا امر مشکل محض سرسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کچھ کام نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل و شرح وبسط کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہوجائے اور اُن کی اصلاح ہو تو اُسکو چاہئے کہ شریعت محمدیہ کے تبحر عالموں پر اس امر کو پیش کر کے اُن سے درخواست کرے کہ وہ کوشش کر کے اُن قواعد میں سے ایسی چیزیں یکجا کردیں جن سے کہ اس کی حاجت روائی ہوجائے اور مقصد برآئے تاکہ وہ لوگ درخواست کے موافق ایسے امور جمع کردیں جنسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہوسکیں چنانچہ سلطان اعظم نے (خدا اُن کی سلطنت کا ہمیشہ حامی اور مددگار رہے) جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جس میں کہ اُن تمام معاملات کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ اُن کو آسانی سے سمجھ سکیں تو اُنھوں نے ایسی ہی کتاب لکھ دی جس سے کہ اس بارہ میں لوگوں کی پوری پوری مقصد برآری ہوسکے۔ اور اُس کتاب کا نام ”مجلۃ الاحکام العدلیۃ“ ہے

اُن لوگوں کے حالات دیکھ کر بھی آپ خلجان میں نہ پڑیں جو کہ کہنے کو تو اسلام کی پیروی کو مدعی

ف جو مسلمان قواعد شریعت کی پابندی نہیں کرتے اُن کی حالت سے شریعت پر اعتراض کرنا بڑی غلطی ہے ۱۲

ہیں لیکن اُنہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ اُن کے طرزِ عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے اُنکے تمام کاروبار میں بدتدبیری اور بدنظمی پھیلی ہوئی ہے ایسوں کو دیکھ کر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو یہ نہیں جانتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی شریعت کی کہاں تک مخالفت کی ہے اُسے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ اُن کی شریعت اپنے پیروی کرنے والوں کی اصلاح کرتی ہے اُنکو انتہا درجہ کی تہذیب سکھلاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن پھر بھی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اُن کو انواع انواع کی بدبختی گھیرے ہوئے ہے اُن کے لئے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری کہاں گئی وہ اِن لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھئے انصاف نہ نہ چھوڑیے یہ کس نے دعوے کیا تھا کہ شریعت محمدیہ اُس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے لیکن عمل کے اعتبار سے اُس کی پوری مخالفت کرتا ہے اُسکے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اُسکے بتائے ہوئے آداب و اخلاق اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجئے کہ شریعت نے اِس کی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف اُنہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے جو کہ اُسکے احکام پر عمل کرتے ہیں اُس کی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کر دی گئی ہے بلکہ شریعت نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ جو شخص اِن امور میں اُسکے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اُس پر طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوں گی یہاں تک کہ اُسکو اُن اُن مصائب سے سامنا کرنا پڑیگا جن سے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ رہیں گے اسلئے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھ لے تاکہ اسی طرح پر کہیں وہ مخالفت سے باز آجائے اور اُسے توبہ کرنا نصیب ہو۔ خدا کی یہ بھی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اُسے اُس کی بعض نیکیوں کو پسند کر کے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اُس کو دُنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اُسکے گناہوں کا کفارہ ہوجائیں اور وہ اخروی عذاب سے بچ جائے

منافق کی مثال ۱۲

آئیے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بباعث نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لئے ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں پس فرض کیجئے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے جس میں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں رکھی ہوئی ہیں ان کے مضامین تمام پسندیدہ کاموں کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن اُن میں سے کسی کتاب کو کبھی کھول کر نہیں دیکھتا اور نہ اُس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا آپ کی عقل اس بات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مطلا و مذہب کر کے اُنہیں اپنے کتب خانہ میں نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مہذب بن جائیگا یا وہ اس طرح پر فضیلت حاصل کرلیگا اور علمی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر ؎ نہ محقق بود نہ دانشمند ٭ چارپائے بروکتابے چند ٭ کے مصداق بننے کے وہ اور کس لایق ہوسکتا ہے اور اُسے سوائے جاہل کے اَور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

ان لوگوں کے حالات سے جنکو لوگ علماء دین شمار کرتے ہیں اور انکی حالت خراب ہے شریعت پر اعتراض کرنا غلطی ہے اور علماء آخرت و علماء سو میں فرق ۱۲

پس اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنے والوں میں ایسوں کو بھی پاتے ہیں کہ جنکا شمار اسلام کے علماء میں ہوتا ہے پھر بھی اُن لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ اُن کی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دُنیا طلبی میں اُن کا نمبر تو جاہلوں سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اوندھے سیدھے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کھول کر لوگوں کو ستاتے ہیں۔ انہیں کسی کے نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی پھر تبلایئے کہ اس شریعت سے اُن شریروں کو کونسی تہذیب حاصل ہوئی اُنہیں اسکا کیا ثمرہ ملا بلکہ اگر اُن کا عالموں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر تھا بہتیری خرابیوں سے اُن کا ہاتھ تو رُکا رہتا۔ اس اعتراض کا جواب مجھ سے سُنئے حقیقت امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض اسکے پوست کو اُنہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں اُنہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر تحقیق کیجئے تو معلوم ہوجائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علموں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو صرف۔ بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے جو کہ

شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب شریعت پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ انہیں اپنے مقاصد بیجا حاصل کرنے میں کامیابی ہو انہیں نیت کے درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہو جائیں تاکہ حکام کو خوش کر سکیں اور عام لوگوں سے جنہیں کہ برے بھلے کی تمیز نہیں ہوتی خوب مال حرام لے لے کر کھائیں۔

شریعت محمدیہ کے آداب اور نصائح صرف اس غرض سے انہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیٹھ کر خوب باتیں بنا سکیں اور ان کو اپنے دام میں پھنسائیں ان کا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور ان کے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو اسی لئے تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اس کے آداب جمیلہ کو سیکھتے ہیں انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال وافعال سے باز آئیں۔

ان کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کر کے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں ان لوگوں کی مثال اس طبیب کی سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کر سکتا ہے۔ اسکو ان کی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی ملتفت بھی ہوتا ہے تو دوا استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اسکا سارا خیال اسی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اسے اپنے مرض کی کچھ بھی پروا نہیں۔ تو پھر تمہیں خدا کی قسم بھلا بتلاؤ تو سہی کہ جب اس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہو تو اسکا مرض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ کیا محض علم طب سے واقف ہونا اسکے مرض کے دفع کرنے کے لئے کافی ہو جائیگا اور اسکو اس طرح شفا حاصل ہو جائیگی؟ ہرگز نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اس وقت بجا ہو سکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اس سے بیماریوں کو ذرا بھی نفع نہیں پہنچتا دیکھو نا یہ طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی۔ میں تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ اس بیہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جس کے حواس ہی ٹھیک

نہ ہوں وہ جو چاہے سو بک دے۔

اب اسکو سمجھ لیجئے کہ علماء اسلام میں سے جن کی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ لوگوں میں بدنام ہوں ایسوں کو شریعت علماء السوء یعنے بُرے علماء کے نام سے پکارتی ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کا ضرر مسلمانوں کے حق میں اُن سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے یہ مسلمانوں کے پکے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے دُنیا سے نابود ہو جائیں اور اُن کی عوض میں خدا ایسے علماء و فضلاء کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش اخلاق ہوں آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں سنت یعنی اپنے رسولؐ کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور اُن کے عمدہ اعمال اور نیک کوششوں کا اُنہیں ثمرہ عنایت کرے تمام اُمت کی جانب سے اُنہیں بہتر جزا سے مالامال کردے ایسے ہی لوگ علماء آخرت کہلانے کے مستحق ہیں جنہیں کہ خدا نے اپنے خوف و خشیت کو منحصر کر دیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں اُن کی تعریف کی ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اُن کی توصیف و ثنا کا اظہار کرایا ہے یہی لوگ ہیں کہ جنکے جملہ اقوال و اعمال میں شریعت محمدیہ کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں اُنہیں کی راست کرداری کا صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لئے اعتراض کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی استقامت کا طفیل ہے کہ کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ یہ بات عقلاء پر مخفی نہیں ہے۔

ف

علماؤں کی صورت بنا کر کھانا کرنے والوں کے فریب سے بچنا ۱۲

پھر اس شخص سے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جسے کہ ان علماء سوء کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی وہ علماء شریعت ہیں جو خود صلاح کار نہیں اور جن سے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی اُمید کی جاتی ہے خیر صاحب میں آپ کو معذور سمجھ سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے جو کہ رسمی علوم اور احکام شرعیہ کے الفاظ یاد کر کے اپنے کو عالم ثابت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو اس طرح سے آراستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھدار ہیں تو میں آپ کو ایسا نہیں خیال کر سکتا کہ ان کے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھ کر آپ دھوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں اُنہیں

کچھ بھی واقفیت نہیں راستی کا اُن میں نام ونشان نہیں محض جاہل اور نادان ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے لئے پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پھنسانے کے لئے جبہ و دستار سے آراستہ ہو کر جال پھیلایا ہے فقط کھانے کمانے کے لئے اپنی شکل بدل لی ہے ان میں سے بعض لوگ علم کے منصبوں پر بھی جرأت کر بیٹھتے ہیں درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں مفتی و قاضی بننے میں بھی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے پھنس جاتے ہیں وہ کیا جانیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے۔ خدا ہدایت کرے۔ ایسوں پر تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے میرا کہنے سے مقصود یہ ہے کہ بحث و مناقضہ میں کہیں ان دھوکے بازوں کو نہ لے بیٹھیگا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے ذرا سی بات میں تو ان کی قلعی کھلتی ہے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ حیوانات سے بھی گئے گذرے ہیں۔

اب ایک مکار فرقہ اور رہ گیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت ضرر پہنچتا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکیوں کو رواج دے دیکر اُن کے عقیدے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ اُلٹے ان دھوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جان کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اُن پر حقایق اشیاء منکشف ہو گئیں اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ سبقت لے گئے اور سچ پوچھئے تو وہ اپنی اُسی گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں ان دغا بازوں کی حقیقت مجھ سے سنئے کہ وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں شریعت محمدیہ کے ایسے ایسے بھید اور علوم کی معرفت حاصل ہو گئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتی اور خدا نے فلاں فلاں ذریعوں سے انکو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بھید اُن کو بتلا دیے اور وہ اُن رموز اور بھیدوں کو ایسے کلمات سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد کے موافق سراسر کفر ہیں۔

ف سچے صوفیوں کے حالات ۱۲

لیکن بات یہ ہے کہ اُن کی باتیں علماء شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بظاہر مشابہ معلوم ہوتی ہیں جنکے عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں جنکی راست کرداری کی بہتیری شہادتیں موجود ہوتی ہیں اور در حقیقت خدا اُن کی پرہیزگاری اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہتیرے رموز اور بھیدوں پر انہیں مطلع بھی کر دیتا ہے

جنسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو اُن کے ایسے نیک عمل نہیں کرتے اور جن میں کہ اُنکی ایسی
راستی اور استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا بھی مخالف نہیں ہوتے
بلکہ وہ اسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ اُن کے
بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خرابی زبان میں اُنکی
ظاہر کرنے کے لئے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے پس اُن کے ظاہری
الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا پھر چونکہ
ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوا کرتا اسلئے علماء اُن کے
کلام کی تاویل کر دیا کرتے ہیں یعنے اُن کے اقوال کے ظاہری معنے چھوڑ کر صحیح معنے لیتے ہیں جو کہ
شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ اُن بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور اُن کے عقاید کی نسبت
مشکوک ہونیسے محفوظ رہیں باقی رہے یہ دغاباز جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر کجروی اختیار کرتے
ہیں۔ اور لذات فانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ محض مدعی
ہوا کرتے ہیں اُنھیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ واہی تباہی کلمات
بک دیا کرتے ہیں جو کہ بظاہر اُن کے کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن اُن کی ایسی پرہیزگاری سے
کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ اُن کے علوم و معارف کا اُن کے پاس نشان ملتا ہے ہوشیار رہو دیکھو خبردار
کبھی ان دغاباز گمراہوں کی باتوں میں نہ آنا ان کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرنا یہ لوگ دین کے تباہ
کر دینے والے ہیں۔ اس زمانہ میں ان کی بڑی کثرت ہے خدا جانے انھوں نے کتنوں کے عقیدے
خراب کر ڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کر دیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہو
یہ چاہئے کہ وہی عقیدے رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور اس بارہ میں
اُنھیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جنکا علم اور جنکی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص
تمام لوگوں کے نزدیک مسلم الثبوت ہو اور اسکے سوا تمام خیالات اور اوہام کو الگ کرے خدا بطفیل
سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین۔

ایک متعصب جماعت مخالف کا ان محققین کے پاس آکر ان کی تحقیق میں شبہ ڈالنا اور دندان شکن جواب پانا

اسکے بعد یہ شک ڈالنے والے اُس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی تھی کہ اُس نے آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہوجانا سوائے اُس صورت کے کہ وہ خدا کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اُس فرقہ کی جانب جس نے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپکی شریعت کی حالت بالکل منتظم اور باقاعدہ ہے اُس میں کُل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی پوری پوری کفیل ہے پس یہ لوگ ان دونو فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے رسالت سے پیشتر بلاد روم کی جانب تجارت کے لئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے دبحیرا راہب جو آپ کو شام کے راستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے۔ ملا تھا اور اُسوقت علامات سے اُس نے پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخرالزمان ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے، شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور ان سے آپ یہ شریعت سیکھ آئے ہوں اور اپنے بلاد میں آکر مدعی رسالت بن گئے ہوں اور اپنے دعوے کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے بلاد میں ایسے واقف کار لوگ موجود نہ تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُس کے مثل وہ بھی لاکر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے اُنھیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی ایسی کتاب جو اُن تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو جن کی شرح اور اس امر کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ

ان سب کو بڑے بڑے علما و حکما اور سیاست و ملکی انتظام کے ماہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ۔ اخلاق حسنہ اور اُن عبادتوں پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور اس میں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات کے منتظم اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ واری کرتے ہوں علیٰ ہٰذا القیاس اور دیگر امور بھی اُس میں پائے جاتے ہوں جنکے پورے پورے بیان کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑیگی ہاں اجمالاً اُن کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت اگر بفرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑے گی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گنی جا سکے اگرچہ ان باتوں کا سکھلانے والا بعت ہی کامل حکما ہی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلےٰ درجہ کا ذکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اُس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجار قریش کی ہمراہی میں جو روم کے شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ مکہ سے بلاد روم تک گئے بھی اور آئے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دیئے بھلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت جو اسکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے۔ سیکھنے کی دشواریوں اور اُسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُسکا سیکھ لینا تو پڑھے لکھے شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدید کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو اُمّی (ان پڑھ) محض تھے نہ لکھے نہ پڑھے۔

پھر بھلا عقل کیونکر تجویز کر سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ اُمی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپ کا اُمّی ہونا جسکی نسبت آپ دعوےٰ کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (وما

کنتَ تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے
پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا ہو) ایسی حالت میں اہل باطل کو شک
کی گنجایش ہوسکتی تھی (نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے) آپ کا یہ امی اور ان پڑھ ہونا صرف آپکے
دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلاشبہ ثابت ہے اسلئے کہ آپ نے
ہم ہی لوگوں میں نشو ونما پایا ہے اور ہمیں کبھی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی مشقت
اُٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ نقل کیا کہ آپنے
کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو۔ اور اگر آپ ایسی قوم میں رہ کر اس (کتابت) کو جانتے ہوتے جس میں
کہ سوائے معدودے چند اشخاص کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت
تک ہم سے چھپا رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کرتے اور بھلا آپ (اگر جانتے ہوتے
تو) چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شئے اس کی جانب آپ کو داعی نہ تھی بلکہ
اُلٹے اظہار کا داعی موجود تھا کیونکہ اس جاہل اور بے پڑھے لکھے گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور اسباب
کو عقل ہرگز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں
اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دونگا اور پھر کسی روم کے راہب
سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مدد لوں گا اور اسکے بعد مدعی رسالت
بنجاؤں گا بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھا
لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہوگئی کہ آپ کے اس فن کو حاصل کرنے اور نیز جو کچھ کہ آپ لائے ہیں
اسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بھروسہ پر رسالت کا دعوے کر دیا اس
بات کا تو سوائے اُس شخص کے کوئی قائل نہیں ہوسکتا جو ہٹ دھرمی پر کمر باندھ لے اور وہمی باتوں
کا مطیع بنجائے اور بعد ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلانے والے کے بلاد روم میں یا اور
کہیں پائے جانے کی بھی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام اُن علوم و معارف پر جسپر کہ قرآن اور یہ شریعت
مشتمل ہے حاوی اور اُن سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل روم کے ساتھ مخالطت کرنے

کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہوگئی کہ جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے
پاس بھی اُسکا وجود نہیں چہ جائیکہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو اُن کو دیکھا
ہے کہ مخالطت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انتظام
سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اُس میں سے جو کچھ سیاست اور اُن کے ملکی انتظام کے
موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ اُن کے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں
اور وہ اپنے لوگوں میں اُسکو شائع نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا۔ یہانتک کہ محمد صلے اللہ علیہ
وسلم نے جب اُن کو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ اُس میں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو عقاید اعمال و اخلاق میں
روم کے دین کے مخالف تھیں اور اُن کی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں غایت درجہ مذموم
خیال کی جاتی تھیں پس عقل کیونکر اس بات کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب نے یہ سب کچھ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا ہو اور اُسکو اس کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے سیکھ لینے
سے جو موانع پیشتر ذکر کئے گئے ہیں اگر اُن سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی مانع
بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں
لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اُسکو ظاہر نہیں کر دیا ہے بلکہ ابتدائی دعوے
رسالت سے لے کر برابر تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے رہے یہانتک کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا اور ان
فرقوں اور گروہوں میں پھیل گیا جنہوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ
اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں
کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے جاتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ
آیتیں یا سورتیں کسی امر پر استدلال کرنے یا کسی شبہ کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے
وغیرہ پر مقتضا ئے حال کے موافق مشتمل ہوا کرتی تھیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوادثات

مشکلات۔ سوالات اور مصلحتوں کے موافق تھوڑے تھوڑے کر کے لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ
ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت
کی ساری مدت میں جو جو واقعہ آپ کو پیش آتا جاتا تھا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت
میں سے اُسکے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت ہم کو اور نیز اُن کو جن لوگوں تک
آپ کے اخبار اور حالات تواتر صحیح کے ساتھ نقل ہو کر پہنچے ہیں ضرور معلوم ہے۔ اب اس وقت
کہا جا سکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانۂ آئندہ کے حوادثات اور واقعات جن کا
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آگے چلکر اتفاق پڑنے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے
مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دئے تھے جسکی وجہ
سے اُسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں اُن میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے
چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آئندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شبہ کا دفعیہ
اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آئندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے
ہر شے کے لئے جو امر ضروری تھا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل
لا دیا اور ہم منجملہ اُن واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جس کی نسبت کسی کے دل میں اسکا
خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آئندہ چل کر واقع ہونگے اور آپ کو اُن کا اتفاق پیش آئیگا اور جس
شخص کو تمام اُن واقعات پر جو آپ کو بعد دعوے رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں
واقفیت ہوگی۔ وہ یقین کر لیگا کہ اُن سارے واقعات پر جو آپ کو اس مدت میں پیش آنے والے
تھے کسی راہب[1] کا جس کی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی ہو جانا اور ہر ایک کے لئے جو حکم ضروری
تھا اُسکا مستحضر کر لینا بلا شک محال ہے سوا ے دھینگا دھینگی کرنے والے کے اور کوئی اس کا قائل

---

[1] علاوہ بریں یہ شبہ اس طرح بھی بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ سفر روم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تنہا نہ تھے بلکہ قریش کے اور لوگ بھی
آپکے ساتھ تھے پس اگر آپنے اُس راہب سے کچھ سیکھا ہوگا وہ ساتھیوں کو ضرور معلوم ہوگا۔ پھر دعوے رسالت کے وقت اُن میں سے کسی نے اس امر کو
ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ اُن میں کے بہتیرے ایسے تھے جو آپکے اوپر ایمان نہ لائے تھے اور آپکے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپنے کسی راہب سے

نہیں ہوسکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیروانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بعض بعض شخص (خواہ مسلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و معارف اور انتظامات مُلکی میں شہرۂ آفاق تھے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو حوادثات آپ کو پیش آتے ہوں اُن کے احکام اور جو سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہوں اُن کے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہے آپ پر وارد کئے جاتے ہوں اُن میں سے ہر ایک کا دفعیہ اور علاوہ اس کے جو کچھ ہو جب اُس کی آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اُسی وقت سب کچھ آپ اُن شخصوں سے پوچھ لیا کرتے ہوں۔ پس جب کبھی اِن اموروں میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور اُس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت ہو اُسکے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے اس بات کا وہم کرنا کئی وجہوں سے بالکل لچر ہے اول تو اس وجہ سے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب اشیاء کا سیکھنا سکھانا ایک ایسا امر ہے جو ایک آدھ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہوسکتا اور نہ خفیۃً ہی یہ انجام پاسکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف اُسی وقت تعلیم ہوسکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس مدت دراز تک آمد و رفت کرتا رہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو لوگوں میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُن علوم کا جو آپ کے قرآن شریف میں موجود ہیں سکھلانے والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑا ہی صاحب فضل ہوتا لوگوں میں ممتاز شمار کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے اس پایہ کے شخص نہیں ہیں۔ بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت و واقفیت کے لحاظ سے شہرت تھی اُن میں بھی تو اُن کا شمار نہیں۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بہتیرے لوگ شرعی احکام پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے اور وہ خود اُن سے اور اُن سے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کرتے تھے اور شاگردوں کی طرح

اُن کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس پایہ کے ہوتے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور تیسرے اس وجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھلانے والے ہوتے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ اُن کی انتی قدر و منزلت میں کوتاہی کرتے تو ان کو کب صبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے اُن کا درجہ گھٹا ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے اُن کو یہ امر ہرگز ناگوار نہ تھا۔ چوتھے اس وجہ سے کہ ہم نے اُن اشخاص کی قوم سے اسکے بعد میل جول کیا تو ہم نے ان علوم احکام اور جملہ بھلائیوں کے جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اُن کے پاس نہ پایا اور اُن میں سے بہتیری چیزیں ایسی ملیں جنکا اُن کے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ پتہ ہی نہ تھا بلکہ ہم نے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین اُن کو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کرلیتے ہیں پس یہ اشخاص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لے آئے جس حال میں کہ اُن کی قوم اُن سے محروم تھی پس اے شک و شبہ ڈالنے والو اس بیان نے تمہارے سارے اُن احتمالات کو جو تم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہمل ثابت کردیا اسلئے ہم بلا شک و شبہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہینگے۔

فلاسفہ طبعیات (سائینس) کا نتیجہ تحقیقات

آٹھواں فرقہ سائنٹفک اور مادہ کا قدیم ماننے والا دہریہ فرقہ ۱۲ (زمانہ کی ضرورت کے موافق اس فرقہ سے طول طویل اور نہایت تفصیلی گفتگو کی گئی ہے ۱۲

اور اُن میں سے ایک دہری مادہ کا قدیم ماننے والا اور طبعیات کا جاننے والا فرقہ بھی تھا جنکا خیال یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے عالم کے لئے کوئی خدا نہیں جس نے کہ عالم کو پیدا کرکے اس عمدہ انتظام پر اسکو مرتب کیا ہو۔ وہ باوجود اپنے رنگ برنگی اور اس عجیب و غریب حالت پر موجود ہونے کے جس میں کہ عقل چکرا جاتی ہے محض عناصر کے

ماننے اور قوانین قدرت کے موافق جو اُن میں موجود ہیں فعل وانفعال ہونے کی وجہ سے بنگیا ہے اور
چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کو نہیں مانتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی بھی تصدیق نہیں
کرسکتے جنکا کہ یہ دعوے ہوتا ہے کہ اُن کو اللہ یعنے اس عالم کے پیدا کرنے والے نے ہدایت کے
لئے بھیجا ہے۔ پس جب اُنھوں نے یہ سُنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا کہتے
ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پھر آپ کی تصدیق کرنے لگے
اور وہ مختلف دلیلیں بھی انھیں معلوم ہوئیں جن سے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال
کیا تھا اور یہ مشاہدہ کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجب انقلاب عظیم پیدا ہوگیا کہ
ان سارے فرقوں نے اپنی تمام رسموں اور عادتوں کو جنکے کہ وہ مدتوں سے عادی ہو رہے تھے
ترک کردیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو بھی بدل ڈالا اور ایک بے پڑھے لکھے شخص کے مطیع بنگئے
جس نے کہ تن تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوٰے کیا اور اُن کے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت یہ تھی
کہ نہ اُسکا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور
اس قابل ہے کہ اسکی طرف توجہ کی جاے اس بارہ میں خوب غور وفکر سے کام لیا جاے اُسکے اسباب سے
اور اس بات سے بحث کی جائے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا
جائے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوہام اور خیالات ان کے باعث
ہوئے ہیں پس اُن کی عقلوں کو اس کی وجہ سے تحریک پیدا ہوئی اور اُنھوں نے فکروں کو اس طرف
متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو سنتا ہے ضرور اُسکے دل میں اس کی نسبت کچھ نہ کچھ
خیال پیدا ہوتا ہے اور اس کے دریافت کرنے کی فکر پڑجاتی ہے۔ پس وہ بھی آپس میں یوں کہنے
لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا ذرا سی چیزوں سے بحث کیا کرتے
ہیں اُن کے اسباب کی تفتیش کرتے ہیں۔ اُن کی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو
اس بات کو مانے ہوئے بیٹھے ہیں کہ انسانی دنیا میں ہر حادث اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور
ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حوادثات میں ہمارے نزدیک ثابت ہوچکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا

جاسکتا کہ جسکا کوئی مؤثر نہ ہو بلکہ اُسکے ہر ہر تغیرات کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور مقتضی موجود ہوگا تو کیا اسباب کے ماننے کے بعد بھی اتنے بڑے عظیم واقعہ سے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں کامیاب ہوگئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بنگئے ہم چشم پوشی کرسکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ تاریخ میں اس کی نظیر مشکل سے مل سکیگی تو پھر کیا ہمیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کئے ہوئے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہدیں کہ اجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کرنے کے لئے یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم ہوگیا ہے کہ اُنھوں نے آپ کا اتباع کرلیا کیا اس موقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب دریافت کریں اور اس کی کوئی وجہ ڈھونڈھ نکالیں کہ اس بے یار و یاور اور محض بے پڑھے لکھے شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع ہوگئے اچھا اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت حاصل کرنے کی غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بتاسکتے ہیں کہ ان تمام متعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کرلی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور اپنے خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بنگئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب اُن سب کا تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اسکا تو مقتضا یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرنا کیا معنے اُلٹے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اسکا یہ سبب ٹھہرائیں کہ اُن کو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہوجائے گی تو ہم بھی اُس سے بہرہ یاب ہونگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابتمندوں کو تو دیکھتے ہیں کہ آپکے سب سے زیادہ مخالف تھے اور جو کوئی اُن میں سے آپ کا مطیع بھی ہوا تو اُسوقت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہوچکی اور آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو اُن کا قومی تعصب کسی طرح اسکا

ف
اس فرقہ سے بڑے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بحث کرنیکا کیا باعث ہوا اور اس فرقہ نے بڑی تفتیش کے بعد تمام لوگوں کے لئے رسول اللہ صلعم کے اتباع کرنیکا کیا صحیح سبب ٹھہرا دیا ۱۲

سبب نہیں ٹھیر سکتا علاوہ بریں اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والے آپ
کی حمایت کرتے تھے تو بھلا اس کو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے
کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُن سے
بہت ہی کم تھی اور نہ اُن لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان
تھا پس اگر آپ اپنے قرابت مندوں کی طرفداری پر بھروسہ کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے
تو ضرور آپ نے اُن سب کو معرض ہلاکت میں ڈالدیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے
اُن کا نام ونشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُس وقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب
کی صحیح تعداد دریافت کی جاوے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ لالچ
کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور
آپ کو جو غلبہ حاصل ہونے والا تھا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اس کے ثمرات حاصل کرنے
کا موقع ملیگا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہونگے اور آپ کو ایسا غلبہ حاصل ہو ہی
جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتدا ابتدا میں یہ دعوے کرنے کھڑے ہوئے تھے تو بالکل
تن تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی ظاہر ایسا ذریعہ
ہی آپ کو حاصل تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا تھا
کہ لوگوں کے لئے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا کرتے تھے کہ اس خبط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے
اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کونسی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص
کو اُسکے دعوے میں جھوٹا بھی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تن تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اُسکو
کوئی ذریعہ بھی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جن سے کہ وہ اپنی
دین ودنیا کی بہتری کی اُمید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے
لگیں کہ جب اُسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائیگی تو اُنہیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب

ہونے کا موقع ملیگا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ مجنونعہ ایسا کرسکتے ہیں اور اس بات کو یقینًا عقل ہرگز نہیں تسلیم کرسکتی کہ یہ سب فرقے مجنون تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادر بیانی سے ان سب کو اپنا فریفتہ کرلیا ہے اور راستی کے دلائل کا ذبہ کو رنگ آمیزیاں کرکے سچ کر دکھایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ سارے فرقے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے مطیع نہیں ہوئے جیسا کہ اُن لوگوں کی ساری دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ اُنھوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس ہیں آپ کو کوئی دخل نہیں اور نہ اُن کا قایم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تھا۔ بھلا بتلائیے تو سہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اپنے میں اُن ساری علامتوں کو جمع کرلیتے جو کہ اُنھیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں کہ وہ پہلے رسولوں کی کتابیں بتلاتے تھے اور وہ اُنھیں یہ خبر دیگئے تھے کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئیگا کہ جس میں یہ ساری علامتیں پائی جائیں گی چنانچہ آپ میں وہ ساری علامتیں اُنھوں نے بچشم خود دیکھ لیں۔ کیا آپ کی طاقت میں تھا کہ اپنے قرآن میں تمام اعلےٰ درجہ کے صفات جمع کرلیتے جن سے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی بھی عاجز ہیں اور حالت یہ کہ آپ بالکل بے پڑھے لکھے شخص۔ آپ نے جاہلوں میں پرورش پائی اور پھر جمع کرکے اپنی راستی کی دلیل میں پیش کرتے کیا یہ آپ کی قدرت میں تھا کہ ان جملہ قوانین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اس عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ جسکو دیکھ کر عقلیں دنگ ہوجاتی ہیں مرتب کرلیتے تاکہ اپنی راستی کی دلیل میں پیش کرسکیں اور پھر نہ آپ لکھے نہ پڑھے متفرق قوموں کے حالات سے بے خبر اور مختلف ممالک و بلاد کے قوانین سے محض ناواقف کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تھی کہ قرآن کی چھوٹی

عہ اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ اول ہم ہیں ان تمام فرقوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی خوف نہ تھا اسلئے کہ آپ تن تنہا تھے نہ کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے بھی آپ کا اتباع کیا ہے لیکن یہ کب؟ جبکہ آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہوچکی لیکن اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو پھر ان لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

سی چھوٹی سورت کے مقابلہ سے بھی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگا بناویں یہانتک کہ بعض تو اپنے عجز کا اقرار کریں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو جنگ و جدل کی مصیبتوں میں پھنسائیں اور ایک سورت کے بھی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ پر قادر ہوتے تو اس سے بڑھ کر ان کے لئے اور کوئی آسان تدبیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر کوئی یوں کہے کہ ان سب لوگوں پر چونکہ وہم طاری ہو گیا تھا اسی وجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے اسلئے کہ جب آپ نے اُن سے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل لانے سے بھی عاجز ہو تو اُن پر وہم غالب ہو گیا اور اُنہوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پھر اُن سے کچھ نہو سکا اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جسکی تاثیر سے کوئی انسانی عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اس شخص کا یہ قول ہرگز نہیں تسلیم کیا جا سکتا کیونکہ جو اثر ہم وہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اُسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہوگا بھی تو یہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بھی ایک آدھ مقام پر اور اگر رہا بھی تو ایک یا دو دن اور اگر بہت رہا تو ایک یا دو مہینے بس لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جائے ہر مقام میں اُس کا دخل ہو بیئیں بیئیں برسوں سے بھی کچھ زیادہ زمانہ گذرنے پر بھی باقی رہے بلکہ صدیاں گذرنے پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اُس وہم کے سبب کے وارد ہونے کے وقت بہت دور ہوں اُن پر بھی قبضہ کر لے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ اُن کو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جنپر کہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سنتے ہی اُن پر بھی وہم کا قبضہ ہو جائے کبھی ایسا دیکھا نہیں گیا اور آجتک سننے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے والا تسلط بھی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں بھی ہو برسوں گذرنے پر بھی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اس خاصیت کو بغیر کسی خارجی سبب کے پائے جانے کے کہ جس سے اسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کیسی ہی وہمی باتیں کیوں نہ ہوں لیکن غور و فکر کرنے سے امتداد زمانہ کے بعد اُن سے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ یہ ممکن

نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جائے اور پھر بھی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سارے فرقے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی حریص تھے تاکہ آپ کی تکذیب ثابت کر سکیں اور باوجود اسکے بھی اُن کی کسی ایسی چیز تک رسائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اُن کا عاجز رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جس میں وہم کی ذرا بھی تاثیر ثابت نہیں ہو سکتی پس اب بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اُن کو وہم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام تسلط اور مستمر رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جائے کہ دیکھئے قدیم ہیئت داں علماء کو عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم رہا کہ آسمان گھومتا ہے اور زمین ساکن ہے تو اُسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دورہ کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں اُن کے پاس وہ آلات بھی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کو دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ اُن کا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث در پیش ہے اُس میں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جس کی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہو سکے کیونکہ اس کا سبب (جیسا کہ معترض کا گمان ہے) سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اس قدر قوت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جس کی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہو جائے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اچھے طور سے فرق ظاہر ہو گیا۔

(میں کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے بیس برس سے کچھ زائد بھی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور بھی کوسوں دور ہو گا اور جب یہ ٹھیرا تو سنئے کہ اتنی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر انشاپرداز محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے بہتیروں نے آپکی شریعت

کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور اُن کے لئے کوئی ایسا مانع بھی نہ تھا پھر بھی ہمیشہ قرآن شریف کی
چھوٹی سی چھوٹی سورت کا بھی مقابلہ نہ کرسکے اتنی قلیل مقدار بھی قرآن کے مثل لانے سے سر
تا پا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو کھلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ
قیامت تک بھی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکیگا)

پھر اسی طرح یہ فرقہ ایسے سبب کی تفتیش کرتا رہا کہ جس کی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں
لوگ غلطی میں پڑ گئے ہوں لیکن اُنہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے
استقرا اور تلاش کے بعد اُن کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی
سبب نہیں ہوسکتا پھر کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہو اور جو کہ
ذہن میں آسکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کرلیا اور اشیا کا ہمیں پورے طور سے پتہ لگ گیا ہرگز نہیں
انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقایق کو جو کہ خیال میں آسکتی ہیں ہرگز محیط
نہیں ہے بلکہ بڑی چیز یعنے اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین
قدرت برابر ہم سے مخفی رہے چنانچہ دن میں کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہم کو دریافت ہوتے
جاتے ہیں۔ وہ امر جسے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیا سے ہم کو
واقفیت حاصل ہوچکی ہے اگر اُن کی نسبت اُن اشیا کے ساتھ دیکھی جائے کہ جو اب تک
ہم کو دریافت نہیں ہوئیں تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی
ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ اتنا گھٹا ہوا ہو اور تمام اشیا پر حاوی
اور محیط ہونا ہمارے لوازم ذات سے قرار پانا تو جدا رہا ہم کو تمام حقایق کا پورا پورا علم بھی نہ ہو تو
پھر ہم اسبات کا کیونکر اطمینان کرسکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے
کہ جس کی اطلاع ہم کو نہیں ہوئی اور نہ ہم اُسکو دریافت نہیں کرسکے خواہ اس وجہ سے کہ ہمارے فکر پر
مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمہ تن مصروف تھیں اُس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ
ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے عادی ہورہے تھے تو اس سے یہانتک نوبت پہنچگئی کہ

ف اس فرقہ کا اس امر کو جان کر کہ ہم تمام چیزوں سے پورے پورے واقف نہیں اپنی حجت کو سمجھاتا رہیں بات کا قائل ہونا کہ اور حقائق بھی موجود ہوسکتی ہیں جنکا ہمیں آج تک پتہ نہیں لگا ہے۔

ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دُنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اِس وجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اس وجہ سے کہ ہمیں ایسے ذرائع حاصل نہیں تھے کہ جنکے وسیلے سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرے عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جاتے بھلا بتلائیے تو سہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اُسکا کون خیال کرتا تھا اور اُسکے خواص و آثار کس کی سمجھ میں آسکتے تھے اور اُن کو کون مان سکتا تھا یہانتک کہ اتفاقیہ وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد تجربوں سے اُسکے فوائد کی تحقیق ہوتی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اِسکے ہم اُسکو آنکھ سے آج تک دیکھ بھی نہ سکے غایت سے غایت یہہ ہوا کہ ہم نے اُسکے آثار دیکھ کر اُس کے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ بریں ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نہ کر لیں نہیں مانتے اُسپر بھی قایم نہ رہ سکے اور اسکا ہر موقع پر التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہم کو اپنے اس قاعدہ کو برابر چھوڑنا پڑتا ہے یہی دیکھئے کہ مادۂ اثیر (یعنے ایتھر) کو ہم مانتے ہیں اور اُسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہم نے اُسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہم کو صرف اُسکے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اُسکے ثابت کرنے کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادۂ اثیریہ (یعنی ایتھر) کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اثیر (ایتھر) اُن کے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی خلا میں بھرا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اُس میں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور اُن کے اثر کرنے کی وجہ سے اُس میں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا جسم کے اثر کرنے سے آواز کے لئے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اُس کی حرکت آنکھ تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے اُس میں اثر ہوتا ہے اور اُسے مرئیات کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ

اس فرقہ کا اپنے اُس دعوے پر قائم نہ رہ سکنا کہ ہم جب تک حواس خمسہ سے ادراک نہ ہو کسی چیز کو نہیں مانتے اور حقائق کے دریافت کرنے سے اپنے قاصر رہنے کا اعتراف کرنا اور پھر یہ کہ مادی عالم کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض تعصب کی بات ہے ۱۲

کہتے ہیں کہ عوامل یا قوی کہربائی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف ایسی اثیر
(ایتھر) کی لہریں ہیں اور وہی ایسی اصل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع
کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کہربائی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور
جب ہمارا ایسا مشہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کونسی شے مانع
ہوسکتی ہے کہ جنکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کرسکتے اور یہ بات اُن موجودات سے جو
کہ خوردبین (مائکرسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت بھی ہوچکی ہے کیونکہ اُن کا ادراک جبتک
کہ آلات بصریہ نہ استعمال کئے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اب ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے
کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ جنکے ادراک کے لئے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آلہ سے
مدد ہی کیوں نہ لیں کافی نہ ہوں بلکہ اُن کے ادراک کے لئے کسی دوسرے جلسہ کی ضرورت
ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی اثیر (ایتھر) ہی ایسا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی
دنیا کے اعتبار سے اسقدر عاجز ٹھیرے تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے
ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی مستبعد نہیں۔ پس اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم
معرفت اور شناخت کے راستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور اُن تمام اشیاء کے حقائق دریافت
کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہے ہم میں بیشک ناتمام ہیں۔ پس عقل اس بات
کو جائز رکھتی ہے کہ بہتیری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہوسکتی ہیں کہ جن سے ہم محض ناواقف
رہیں یا اُن کی ہم کو خبر ہی نہ ہو اور اُن اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں
یا اُن کی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کی مددگار
بنیں گے تو ضرور ہم یہی سمجھیں گے کہ عالم طبعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک
تخمینی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہوگا کہ جہانتک ہم نے
بحث کی ہے ہمیں اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اس امر کی
دلیل ملی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا۔ رہی یہ بات کہ اس عالم

مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل مل گئی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہہ امر ہر سمجھدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ نفس الامر میں بھی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل ہمیں معلوم نہ ہو تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے بھی موجود نہیں ۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھئے کہ مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہم کو پتہ نہ لگے یا اُس کی موجود ہونے کی دلیل ہم کو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الامر میں بھی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہو اور ہمیں دریافت نہ ہوا ہو چنانچہ یہی دیکھئے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبعیات کے جاننے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گذر گیا اور وہ رعد اور برق کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن اُنہیں اُس کی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو سکی اور اُس کی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اس کی دلیل نہ معلوم ہونے سے اُس کا فی نفسہ موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اُس کی دلیل معلوم ہو گئی اور اُنہوں نے اُس کی حقیقت کو دریافت کر لیا ۔

(اور وہ اُن کے خیال کے موافق قوت کہربائی ہے) اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جس کی وجہ سے اُس میں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔

پس بنا بر جمیع امور مذکورہ کے کہ جس سے حقایق اشیا کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور ناتمام ہونا معلوم ہو چکا ہے یہ بات بلاشک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی پایا جائے اگرچہ اب تک ہم کو اُسکے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اس بات سے کیونکر مامون ہو سکتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن حقائق ممکنۃ الوجود کا دعوے کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم اُن کی حقیقت اور واقعیت سے ناواقف ہوں اور اسی وجہ سے ہمنے اسکو حکومت حاصل کرنے کا حیلہ سمجھ لیا ہو اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام فرقوں

ف
اس حقیقت کا اندیشہ کہ ہونا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سچا ہی ہو اور پھر اپنی بد انجامی سے خوف کر کے اس بات کا قطعی فیصلہ کرنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اچھی طرح جانچ کرنا ہی ٹھیک ہوگا

کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لینا محض وہم پر مبنی ہے اور اُن کے پاس اس کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو سچی ہی دلیلیں معلوم ہو گئی ہوں کہ جن کی وجہ سے اُنہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں اُن کی صحت کا ذرا بھی پتہ نہ لگا ہو اور جب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اِس عالم کے پیدا کرنے والے یعنے خدا ہی کی بھیجے ہوئے ہوں اور اُن کی بتلائی ہوئی سب باتیں ہو بہو ہیں اور اُنہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے لئے ضرور حشر و نشر ہو گا اور یہی خدا اُس شخص کو جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کرے گا اور جو شخص کہ آپ کی تکذیب کرتا ہے۔ اُس کو ابدی سزا دیگا۔ تو بھلا بتلائیے کہ اس وقت ہمکو کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و تفتیش سے کیا ثمرہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے بڑے لمبے چوڑے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات[عہ]۔ علم حیوانات۔ علم کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا اُس وقت ہمپر یہ بات صادق نہ آئیگی کہ ہم ادنے درجہ کی فانی چیز کے ساتھ مشغول ہوئے اور باعظمت دائمی شے کو ہم نے چھوڑ دیا بیشک ہم خسارہ میں رہینگے۔ اور جس سے کہ ہم برداشتہ خاطر ہوتے جاتے ہیں اور جس سے کہ ہم سوء اختیار (یعنی بے تمیزی کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے) میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر ہے کہ اگر کہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہ میں صحیح ہو گیا تو بیشک ہم کو نقصان اُٹھانا پڑیگا اور ہم اشکِ خونین سے رونے قابل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہو گی اور انسان مرنے کے بعد زندہ نہ کیا جائیگا صحیح بھی ہو گیا تو اُن کا ذرا بھی نقصان نہ ہو گا چنانچہ طبیب اور منجم دونوں کے بارہ میں کہ جنکا قیامت سے انکار کرنے میں ہمارا ہی سا خیال تھا کسی[عہ] نے کیا خوب کہا ہے ؎ قال المنجم والطبیب کلاھما + لن تبعث الاموات قلت الیکما

عہ جیالوجی۔ عہ بوٹانی۔ عہ کیمسٹری۔ عہ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ ۱۲ مترجم

ان صحّ قولکما فلستُ بخاسر + او صحّ قولی فالخسار علیکما ⁂ یعنی منجم اور طبیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کبھی زندہ نہ کئے جائیں گے تو مَیں نے اُنھیں جواب دیا کہ بس الگ ہو۔ اگر تمہاری بات صحیح بھی ہو گئی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح نکل آیا تو تم دونوں کو ضرور نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ پس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حزم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں اُن کو سنتے ہی بلا تحقیق اُن سے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہٹ دھرمی کو ترک کریں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی تفتیش کریں کہ لوگ اُن کی کیوں تصدیق کرنے لگے اور اُن کے دلائل میں غور و فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اس میں ضرر ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کونسا امر مانع ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرر سے بچ جائیں پس دلائل سابقہ کو دیکھ کر اسی امر پر اُن کی رائے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور اُنھوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کمر ہمت باندھی اور اُس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعوےٰ سچا تھا یا جھوٹا اور اُن دلائل کی تفتیش کرنے لگے کہ جن کی وجہ سے اُن لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تا کہ اُن میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیلیں صحیح ہیں کہ جن کی وجہ سے اور لوگوں کی طرح اُنھیں بھی تصدیق کرنا چاہئے یا غلط ہیں یہاں تک کہ اُن کی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شبہ رفع ہو جائے اور کچھ تردد باقی نہ رہے پس سب سے پہلے اُنھوں نے اُن اشیاء کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت اُن کا یہ دعوےٰ تھا کہ یہ اللہ یعنے اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

پس اُنھوں نے اُس میں بہتیری ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو اُن کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تھیں جسے کہ وہ بالکل یقینی سمجھتے ہیں منجملہ ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہوا ہے کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تھا اور پھر پیدا ہوا ہے اور جسے کہ اُسے بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اُسی طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے وہی خدا ہے اور اُس نے جیسے کہ اُسی عدم سے

ف

شریعت محمدیہ کے عقاید پر اُن کا مطلع ہونا جنہیں سے بعض اُنہیں اپنے علوم کے مخالف معلوم ہوئے اور جنکی وجہ سے قریب تھے کہ شریعت کے حال سے بحث کرنا چھوڑ دیں لیکن اُنہیں بحث کرنے کے بارہ میں اپنا قطعی فیصلہ یاد آیا ہے

موجود کر دیا ہے وہ اسی طرح بعد موجود ہونے کے اُسے پھر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اسی خدا نے
علاوہ تمام حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اُسی سے اُس کی عورت کو پیدا
کیا ہے۔ اور پھر اُن دونوں کو اُسی نے ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں
اور بعد اسکے ان دونوں کو اُن سے ایک امر میں خلاف ہو جانے کی وجہ سے زمین پر اُتار دیا
انسان کے لئے اُسکے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس بھی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں
اُسکے بدن کے ساتھ اُسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اُسکو
زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ جاتا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے
جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ ادراک کرتی ہے اُسے لذت اور الم بھی حاصل
ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اُسکے فنا ہونے کے بعد بھی خدا اُسے پھر زندہ کریگا اور
اُسکے ساتھ دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کر دیگا اس نے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کئے ہونگے اسکو ان کی جزا دیگا
اور جو بُرے عمل کئے ہونگے ان کی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اس مکان میں ملیں گی جسکا نام جنت ہے اور
اسکا عذاب اس مکان میں ہوگا جسکا نام دوزخ ہے خدا انسان کو ان دونوں میں زمین و اسمان کے تباہ ہو جانے
اور لوگوں کے مرنے کے بعد پھر ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد داخل کریگا۔ لوگ ان دونوں میں
ہمیشہ رہیں گے بدن کے ساتھ روح کے متعلق ہونے اور اس میں زندگی
پائے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونو مشترک ہیں
انسان کی طرح باقی حیوانات میں بھی رُوح پائی جاتی ہے اور جتنی سمجھ کہ اُن کی زندگی کیلئے
ضروری ہے تمام حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اُس قدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی۔
جسقدر کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے بخلاف اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی
عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کئے ہیں کہ جنکا نام فرشتہ ہے
اُن کو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گذر جائیں اور
اور ہم نہ دیکھیں اُن میں نری بھلائی ہی پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جن سے

انسانی طاقتیں بالکل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اُن نیک بندوں کے مابین کہ جو رسول کے
نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا نے اسی
طرح اور اجسام بھی پیدا کیئے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے مشابہ ہیں
مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نظر سے چھپا رہنا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا لیکن ان باتوں
میں اُن سے فرق ہے کہ وہ ان کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ اُن میں نری بھلائی ہی
ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اُس کے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام
کا نام جن ہے خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیئے ہیں کہ جو فرشتوں سے بھرے
ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اُتارتا ہے اُسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک
بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا ایک اور جسم
ہے کہ جسکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے
اور فرشتے اس فاصلے کو بہت تھوڑے زمانے میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان
جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی کی قضا و تقدیر[1] سے واقع ہوتا ہے یعنے
اس وجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اُسکو اپنی قدرت سے موجود
کر دیتا ہے۔ اُس نے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے
کہ قلم کہتے ہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ جو کچھ واقع ہو اُس میں ثبت کیا جائے اور مسطور رہے اگرچہ
اُسکو اُسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جتنی چیزیں کہ اُسکی قضا اور حکم سے ہوتی ہیں سب اُسی کے
پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب
کے ساتھ مرتبط کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سبب کے بعد مسبب پایا جائے لیکن ان دونوں
کے لئے وہی خالق ہے وہی سبب کو پیدا کرتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے

[1] قضا و قدر کی بحث آگئے آتی ہے یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ قدر اور تقدیر کے معنے اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنے حکم کرنے
کے ہیں پس حاصل ہوا کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اُسی کے موافق اپنے حکم اور ارادے سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے ۱۲ مترجم

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں
رکھ دی گئی ہے حقیقۃً مؤثر نہیں ہے۔
وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُسپر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور
صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی
کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُسکے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ
ہو سکتا ہے اُسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ
کہ ہوچکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُسکے علم سے کوئی شے الگ نہیں
جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن
وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے
شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو
سمجھئے کہ جنکو اُنہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جو نہ
اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُن کے
علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھکر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس
ارادہ سے ہٹ جاتے جسپر کہ اُنہوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر جم جائیں
لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہوا کہ جس پر لوگ متفق الرائے
ہوچکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے
سے بحث کر کے اُسکی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لئے
کہ اُن کا تمام حقایق کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہ ہونا
اُن کو معلوم ہوچکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ
کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں ہمیں اُن مسائل سے بحث کرنا چاہئے کہ جو شریعت میں ہمیں ملے ہیں اور وہ ہمارے اُن خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ ہم نے اپنے علوم کی رو سے قایم کیا ہے یا ہمارے علوم میں اُن کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی اُن سے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہو جائے اور پیروان شریعت کے نزدیک بھی اُن کا غلط ہونا مدلل ٹھیر جائے تاکہ اول امر سے اُن کا دعوے ساقط ہو جائے اور اُسکے متبعین یا اَوروں کے دلائل سے بحث کی محنت ہمیں نہ اُٹھانا پڑے اور اِسی طرح معاملہ طے ہو جائے۔ لیکن اِسوقت اُن کے دِل میں یہ بات آئی کہ جب ان مسائل سے باہم ہم بحث کرینگے تو بسا اوقات واقعی امر کے ظاہر ہونے میں ہمیں دقت پڑ سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اُن سے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھ میں آتا ہے یا کوئی ایسی صحیح وجہ نکل سکتی ہو کہ جسکی وجہ سے ہمارے علوم کے ساتھ مطابقت ہو جائے اور ہم خود اُسکو نہ دریافت کر سکتے ہوں۔

اِسلئے بہتر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروی کرنے والوں میں سے کسی عالم سے ملیں اور یہ مسائل اُسکے سامنے پیش کرکے اُن کے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہمیں یا تو اُن کی غلطی معلوم ہو جائے گی یا اُن کی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور اِس عالم کی وجہ سے ہمیں مطلب کے سمجھنے میں دقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماء اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور اُنھوں نے اپنا قصہ اور اُن مسائل میں اُسکے ساتھ گفتگو کرنے سے جو اُن کا مقصد تھا سب بیان کیا۔

اُس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لئے ایک شریعت دان عالم سے استفسار کرنا تاکہ حق بات ظاہر ہو جائے ۱۲

اُس عالم نے اُن سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات کے وجود کی اصل مجھ سے بیان کردیں کیونکہ شاید اس طور پر میں اُن شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں کے خیالات کے موافق ثابت کر سکوں یا میں آپ کے اعتقادات اور خیالات کی غلطی نکالدوں یا اسکے سوا کوئی اور صورت اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہو جائے تب اس امر کو سب نے

اُس عالم کا اُن کا اصل مذہب جدید کے مذہب کا خلاصہ دریافت کرنا اور اسکا بیان کرنا ۱۲

پسند کیا اور کہنے لگے کہ لیجئے ہمارے مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنیئے کہ جو ہم نے اپنے علوم
کی مدد سے قایم کئے ہیں وہ یہ ہے کہ اس عالم کی اصل اور انواع انواع کی ارضی اور سماوی اشیار
کی پیدایش کے بارے میں قدماے فلاسفہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا مذہب
قایم کیا لیکن زمانہ حال میں جس امر پر کہ راے قرار پاچکی ہے اور جس بات کا پتہ تجربہ اور دلیل سے
معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عالم کی سماوی اور ارضی اشیار کی اصل دو امر ہیں مادہ اور اُسکی
قوت (حرکت) اور یہ دونو قدیم اور ہمیشہ سے ہیں ازل سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن
ہی نہیں کہ مادہ اور اُس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہو سکے اور ان دونوں میں سے کوئی
بغیر دوسرے کے پایا جاسکے۔ مادہ سے مراد یہی اثیر (ایتھر) ہے جو کہ خلاء میں بھرا ہوا ہے مادہ
کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اُن میں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت
کے اعتبار سے اُسکو اثیر (ایتھر) کہتے ہیں رہی مادہ کی قوت اُس سے اُس کے غیر منقسم[1] اجزا
کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں
جن کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنی سائنس جاننے والے) اس بات کے قائل ہیں کہ
یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اسکے لئے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ پھر اجرام سماوی
یعنے ستارے اور کائنات ارضی یعنے جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور پھر اسی مادہ
سے بذریعہ اُسکی حرکت کے بنے ہیں اور ان کا بننا بھی اسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت
سے معلول بالضرورت بنجاتا ہے اور اشیار کی پیدایش میں مادہ اور اُس کی حرکت کو نہ کسی
قسم کا ادراک ہوتا ہے اور نہ اُن میں قصد پایا جاتا ہے۔
اب سنیئے پہلے تو انہیں اجزا کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہوجانے سے سدیمی مادہ کا
وجود ہوا۔ سدیمی[2] مادہ سے چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع
کا باعث ہوا اس طرح پر ایک کرہ بنگیا اور وہ اپنے محور کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر دوسرے

ف
سماویات۔ ارضیات۔ حیات عقل انسان وغیرہ کے بارہ میں فلاسفہ جدید کا خیال ۱۲

[1] یعنے جنکی قسمت نکی نہیں ہوسکتی ۱۲ مترجم [2] سدیمی یعنے اجزاء لطیفہ المسیہ) ۱۲ مترجم

قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہوگیا وہ کرہ یہی شمس تھا پھر اسکی گردش کے مقتضا کے
موافق باقی ستارے اُس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بن کر اپنے محوروں پر گردش کرنے
لگے منجملہ اُن کے ہماری زمین بھی ہے جسپر کہ ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے
جدا ہونے کے بعد اپنے محور کے گرد مدت تک گردش کرتی رہی اور اس طرح پر اُس کا پوست
یعنے سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور معادن حیوانات ـ نباتات
پیدا ہوتے رہے اور اسکا سبب وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم اُن کا اجتماع تھا
علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ہمارے نزدیک یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے
کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر اُن کا وجود ہوا ہے اور یہ اس لئے کہ ارض کی مختلف
طبقات کے خلاف آخری طبقہ میں جہانتک کہ ہماری رسائی ہوسکی ہم نے حیوانات اور نباتات
کے بالکل آثار نہیں پائے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذرا ہے
کہ جب اُسپر جاندار اجسام یکلخت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث و تحقیقات اور کیمیاوی اعمال کے
مشاہدات کی بدولت ہماری یہانتک رسائی ہوگئی جس سے کہ ہم نے یہ دریافت کرلیا کہ عناصر
بذریعہ حرکت مادہ کے اُسکے اجزا کے اجتماع سے پیدا ہوئے ہیں کہ جو شمار میں ساٹھ سے بھی
زاید ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر ملنے کی وجہ سے معدنیات اور جاندار اجسام
وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا زلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جس کی
ترکیب میں چند عناصر شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل جما ہوا ہوتا ہے اور نہ پتلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی
حالت رکھتا ہے۔ اُس میں غذا حاصل کرنے منقسم ہونے توالد و تناسل کی قوت پائی جاتی ہے
ہم نے اس مادہ کا نام پروٹوپلاسم (یعنی پہلی شے) رکھا ہے اسی کے منقسم ہونے سے وہ خول
طیار ہوئے ہیں جن سے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہو جانے سے حیوانات
اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوئے ہیں حیات (زندگی) انہیں
عناصر کے فعل و انفعال اور اُن کے کیمیاوی امتزاج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی

دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو
ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں یہی حیات ہوتی ہے روح کوئی
چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین
کے موافق جو اُن کے لئے ضروری ہیں توالد و تناسل کی وجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے
پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مبائن ہونا ہے جسکا نام تبائن افراد ہے پس
کوئی فرد اپنی اصل کے تمام مشابہ نہیں ہو سکتی منجملہ ان تبائنات کے نر اور مادہ کا ہونا ہے دوسرا
قانون فروع کا باوجود دوسرے تبائنات یا جداگانہ خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے انکی اصول
کے تبائنات یا خصوصیتوں کا منتقل ہوجانا ہے جسکا نام قانون انتقال تبائنات الاصول الی
الفروع مع بقاء الامتیاز ہے پس اسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور
کوئی خارجی صدمات کا متحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے لئے ظروف موافق ہوتے ہیں۔
کسی کے لئے ناموافق تیسرا قانون باہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا واقع
ہونا جسکا نام قانون تنازع بقا ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل
نہ کر سکنے والے اور وہ جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہوجاتے ہیں اور افراد میں
سے جو اُسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ چوتھا قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے
فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے پس لاکھوں برس کے
گذرنے پر حیوانات اور نباتات کو اجزا مادہ کی اضطراری حرکت اور فطرت کے ان قوانین
اربع کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یہاں تک
کہ خود انسان بھی منجملہ تمام حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے
قانون کے موافق عمدگی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجودہ حالت پر پہنچ گیا
ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قرین
قیاس معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدایش ہوئی ہو اور دونوں ایک

ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر انسان ترقی کرنے لگا ہو حتی کہ ترقی کرتے کرتے اپنے قرین بعیدہ
بندر سے بڑھ گیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اس کی
پیدائش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اسی وجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے نہایت محدود اور
معدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کروڑوں برس اس سے پہلے بھی بکثرت انواع
موجود رہی ہیں۔ عقل اور ادراک انسانی اور ادراک منجملہ اُن تمام افعال مادہ کے کہ جو مادہ کے اجزاء متحرکہ
اور عناصر ممتزجہ کی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی
علیحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے دونوں عقل و ادراک سے بالکل
خالی تھے پھر انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقول میں محض کمیت اور مقدار کا فرق ہے ماہیت
کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے
بڑھی ہوئی ہے پھر وہ باقی مسائل کہ جو ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ
انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا دار نعیم و دار عذاب یعنے جنت اور دوزخ کا پایا جانا۔
فرشتوں۔ جنوں۔ آسمانوں۔ عرش کرسی۔ لوح اور قلم کا موجود ہونا فرشتوں کا بڑے بڑے
کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل (یعنی وہ مسائل جو پہلے بیان ہو چکے) یہ سب باتیں
ایسی ہیں کہ ہمارے علوم میں ان کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اسلئے ہم اُن کا اعتقاد بھی نہیں
کرتے بلکہ ان میں سے بعض امور تو ایسے ہیں کہ جنکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت
کرتے ہیں اور ان کے استحالہ پر دال ہیں کیونکہ اُن سے اُن قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے
جنھیں کہ ہم نے کائنات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ ماننا ایک نہایت ضروری بات ہے
یہ تو ہمارے مذہب کا علی وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبیعیات (سائنس) جاننے والے
فرقہ کی عام طور پر رائے قرار پا چکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب
ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ کہئے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔
تب اسلامی عالم نے اُن لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ میرے انسانی بھائیو سنو میر احمدی

محمدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کر کے لئے تمہید بیان کرنا ۱۲

دین اور آپ لوگوں کا بغرض اظہار حق گفتگو کرنے کے لئے مجھے انتخاب کرنا یہ دو تو امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور اظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھ پر لازم کرتے ہیں لیکن اس موقع پر میں آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کئے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بلا تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفداری کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اسے اپنے دماغ میں جگہ دیں کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائیگا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آسے گی اور عقل کی بینائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن دوپہر بھی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسیطرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑجائینگے اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہوجائیگا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ کی طرفداری نہ کی اور اس طور پر ان دونو ناحق کی قیدوں سے اپنے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھ لیجئے گا کہ میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گا (بشرطیکہ اس خدا کو منظور ہو جسکے سوائے میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیدا کرنے والا نہیں مانتا)

ابطال مذہب فلاسفہ کی تمہید ۱۲

پس آپ لوگوں کے مذہب یعنے اُن خیالات میں جنہیں کہ آپنے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کرنے کے بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو قدیم مان لیا اسلئے بظاہر آپ کسی کو خدا ماننے کے لئے مجبور نہ ہوسے کہ جو اسکو پیدا کرتا اور جب کہ آپ نے مادہ کے سماوی اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اُن کا حادث ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہوگیا اور عقل اُن تمام تنوعات اور تغیرات کے حدوث کو محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے تسلیم نہ کرسکی کہ اس کے نزدیک مادہ میں اس کی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان وجوہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسیطہ کے لئے حرکت ثابت کریں

اِس طرح پر تمام تنوعات کو آپ نے مادہ اور اُسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث
مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو کہ اُسے پیدا کرتا اور اُسکے
عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اسکے بعد جب آپ اُسکے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اُسوقت
یہی کہنے لگتے کہ جس خدا نے کہ مادہ کو پیدا کیا ہے وہی اُسکے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے
کیونکہ اِس تقدیر پر اُن تنوعات کے لیئے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت
ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لئے حرکت ہی ثابت کرنے کی حاجت رہتی اور اس
تکلف سے بھی نجات ملجاتی اور اس زبردستی کی بات کا قائل بھی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی انواع
انواع کی چیزیں محض مادہ اور اُس کی حرکت سے علی وجہ الضرورۃ پیدا ہوگئی ہیں اور خوبی یہ کہ
ان ہیں دیعنے مادہ اور اسکی حرکت میں، نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے
نہ اُنہیں کسی شئے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر بھی اُن
سے سب کچھ با قاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام عالم نہایت ہی عجیب و غریب انتظام
کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھ کر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُسکے لئے اُنہی چیزوں کی ضرورت
ہے کہ قدرت پوری پوری ہو۔ علم نہایت ہی کامل ہو۔ حکمت اور تدبیر اعلے درجہ کی موجود ہو اس
موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جب میں مادہ کے قدم کے بطلان پر دلیل قایم کردوں گا۔
اور اُسکا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اس وقت لامحالہ آپ کو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جسنے
مادہ کو پیدا کر دیا اور جو عدم سے اُسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ سمجھنا بھی آسان
ہوجائے گا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اُس کی قدرت
علم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ اسکے بعد آپ
لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی مسائل کی تصدیق کر لینا بھی جنہیں کہ آپ اب تک اپنے
علوم اور اعتقادات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نہ رہیگا۔

ف
ابطال مذہب فلاسفہ کے لیئے انکو مسلمات سے تین قضیوںکو انتخاب کرنا اور مادہ کا قدم باطل کرنا ۱۲

سنیئے میں نے آپکے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پائے ہیں کہ جنکا آپ لوگ

بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے اُن میں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ اُن سب کے ثبوت کی مَعًا تصدیق کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض اُن میں سے بالکل قطعی ہیں مشاہدہ سے اُن کا ثبوت ہوچکا ہے اُن کی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر اُن کی تصدیق کی جائے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا (پہلا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اُسکے ذرات بسیطہ کی حرکت کے قدم[1] کے قائل ہیں اور اُن دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کہ کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جاسکتا یعنی مادہ اور حرکت میں مفارقت ہونا محال ہے (دوسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث[2] کے قائل ہیں یعنی تمام اشیا سماوی اور ارضی خصوصًا حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہ تھیں اور اسی مادہ سے پیدا ہوگئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیکھ بھال نے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوئے ہیں اور اُن کی پیدائش کے لئے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھہرایا ہے اور اسی کی مقتضا کے موافق آپ نے یہ حکم لگایا کہ انسان کی پیدائش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ اُس کے آثار صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پائے جاتے ہیں طبقات زیرین میں اُس کے آثار کا نام ونشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا پھر اس کی پیدائش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا اختلاف کیا ہے جیسا کہ میں نے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے (تیسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اُسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے لئے ازل سے لازم ملازم ہے اور نیز اُن قوانین قدرت کے مقتضا کے موافق

---

[1] قدم سے مراد کسی شے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اُس پر عدم کا کوئی زمانہ نہ گذرنا ۱۲ مترجم [2] حدوث سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہوجانا کہ جو پہلے موجود نہ تھی ۱۲ مترجم

کہ جو اُن میں موجود ہیں علی وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث مانتے ہیں اور پھر مادہ اور اُسکی حرکت
کا نہ اُس میں کچھ اختیار ہے اور نہ اُن میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقصود اس سے یہ ہے
جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جس طرح معلول اپنی علت سے
حادث ہوا کرتا ہے اسی طرح مادہ اور اُس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہوئے ہیں
پس تمام تنوعات معلول ٹھیرے اور مادہ اور اُس کی حرکت تنوعات کی علت۔
حقیقت میں اُن کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اُسکی حرکت
میں انفکاک ناممکن تھا یہانتک کہ وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اور اُسکی حرکت میں
سے کسیکا وجود بغیر دوسرے کے متصور ہی نہیں ہے اسلئے دونو کو بمنزلہ شے واحد کے اعتبار کر لیا ہے اور اسی کو علت کہدیا
ہے اور چونکہ ان دونو میں تلازم پایا جاتا ہے، اسی لئے یہ اعتبار کر لینا جائز ہے کوئی مذاقہ بھی نہیں ہے۔
جب آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تو اب سنئے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شئے اپنی علت سے جس
کہ اس کا وجود لازم ہو جاتا ہے ہرگز تخلف نہیں کر سکتی پس اگر اسکی علت حادث ہوگی تو وہ شے بھی اسکے بعد
ہی بلا تاخیر موجود ہو جائیگی اور اگر اسکی علت قدیم ہوگی تو وہ شے بھی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت
کریگی اس سے ہرگز متاخر نہ ہو سکیگی ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو پائی جائے اور معلول نہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت
ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اسکی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو جمادات نباتات حیوانات
اور تمام عالم کی انواع و اقسام کی چیزوں کے لئے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیاء
بھی کہ جو اُن کی معلول ہیں قدیم ہو جائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض
کی تحقیقات کے موافق اُن کے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت
کو اُن معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کا وجود ایک ہی دفعہ بالکل
مکمل ہو جائے اسلئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جا سکتا ہے اور ایک دوسرے
پر سلسلہ وار موقوف ہو سکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا
ظہور ہو سکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے موجود ہو جائے اور وہ دونوں

عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہیڈروجن اور آکسیجن ہیں اور خود وہ دونوں اجزا مادہ کے
خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے اُن کی تالیف حاصل ہو سکے موجود نہیں ہو سکتے
پس حیات کا وجود پانی کے وجود پر موقوف ہے چاہے اُس سے ایک لحظہ ہی پہلے کیوں
نہ ہو۔ پس کونسی عقل یہ قیاس کر سکتی ہے کہ مادہ اور اُسکے سارے مرکبات ایک ساتھ ہی
موجود ہو سکتے ہیں۔ اسکا جواب ہم دینگے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت بھی (اور
وہ مادہ اور اُسکے اجزا کی حرکت ہے) حادث مان لی جائے اُسوقت بیشک اُن قوانین قدرت
کے موافق جو پیدائش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرور ایک مدت کی حاجت
پڑ سکتی ہے تاکہ اُس میں استعداد آجائے اور مادہ کے اجزا اس طرح پر مجتمع ہو لیں جس سے
کہ عناصر کی تالیف ہو پھر پانی بنے اُس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلا شبہ انہیں
قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ پانی سے پہلے حیات
موجود ہو جائے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہو جائے یا اجزا مادہ کے مجتمع ہونے سے
پہلے ہی عناصر بنجائیں (یہ سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں
میں یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ اُن کے نزدیک تو یہ سب کچھ خدا سے قادر ہی کرتا ہے اور اُسکی قدرت
کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہو سکتا کوئی شے ہو چاہے کتنی ہی مستبعد اور تعجب انگیز کیوں
نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جائے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ
یہ سارے معلولات حادث ہوں باوجودیکہ اُن کی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب
اُنکی علت اُنکے موجود ہونے کو بالاضطرار لازم کرتی ہے تو پھر بتلائیے کہ ان سب اشیاء کو اتنی لاکھوں
یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس
وجہ سے اتنی مدت گذرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہو گئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ اتنی مدت کی اسلئے حاجت ہے تاکہ علت میں معلولات کے پیدا ہونے کی

استعداد آجائے یعنے اُس میں استعداد ہونے کے لئے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھینگے
کہ آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہوگئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اُس کی
مقتضی بھی موجود تھی اور کس چیز نے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر اسقدر مدت
گذرنے کے بعد اُسے پیدا کر دیا معلولات کے حدوث اور اُس حدوث کی استعداد پیدا ہونے
کے لئے جتنی مدت آپ بڑہاتے جائینگے ہمارا یہ سوال برابر قایم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے
حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی بہرحال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا
اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ اُٹھ سکیگا۔ خلاصہ یہ کہ علت اولیٰ ہی سے استعداد کے بالاضطرار
پیدا ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے پس حدوث و قدم کے اعتبار سے استعداد کی بھی وہی
حالت ہوگی جو اُس کی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اس لئے
ضروری ہے کہ استعداد بھی قدیم ہو اور استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہے کہ تمام تنوعات جو معلول
ہیں وہ بھی قدیم ہوں ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول ندارد۔ حالانکہ یہ
صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو بھی جو معلول ہیں قدیم مانیے اور جو بات
کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہو اُس کی
تکذیب کیجئے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہوسکتے اور یا اسکے قائل ہوجائیے
کہ مادہ اور اُس کی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس اُنھوں نے ان تنوعات
کی پیدایش کے لئے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکو بھی کبھی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا
تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے
اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل بھی ہوجائیں تو یہ خرابی لازم آئیگی کہ اُن کو اجزار مادہ کے
ہر ہر جزر کے لئے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے
قابل ہوسکے کہ وہ باقی اجزار کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہوتا کہ عالم کی بیشمار انواع
میں سے کوئی خاص نوع بنجائے اور پھر وہ اپنی وضع کونسی طرز پر بدلدے جس سے کوئی دوسری

نوع بنجائے علیٰ ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجئے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں اتنے امور
کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دُنیا کے
نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کمیٹی بھی دریافت نہیں کرسکتی اور وہ بھی عاجز ہیں۔
اس موقع پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہوسکتے ہیں کہ اگر ہم اُن سب
کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہوجائے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح
بیان کرنا چاہئے کہ جس کی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متخلف رہے
اور اتنے کروڑ برس کے بعد جاکر بنے ہیں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً
کچھ بیان کرسکتے ہیں اسکا بیان کرنا گویا منہ کا نوالہ ہو ذرا کام رکھتا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اُسکی
حرکت کو حادث مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔

ف حدوث مادہ کی اعلیٰ دلیل منطقی حیثیت سے ۱۲

آئیے اسی دلیل کو ہم اختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کرکے دکھلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر
تمام تنوعات کی علت (اور وہ مادہ اور اُسکی حرکت ہی) قدیم ہوگی تو اُسکی استعداد بھی قدیم ہوگی اور
اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات بھی قدیم ہونگے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اسلئے استعداد
بھی قدیم نہ ہوئی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے لگیں (اگرچہ میں آپ کی نسبت ایسا ہرگز
خیال نہیں کرسکتا کہ آپ ایسی بدیہی البطلان بات کے کہنے کی جرأت کرسکینگے) کہ نہیں استعداد
حادث ہے اور تمام تنوعات بھی حادث ہیں لیکن پھر بھی مادہ اور اُسکی حرکت دونوں قدیم ہی
ہیں تو میں آپ سے دریافت کرونگا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اُس کی حرکت ازل
میں یعنے لگاتار زمانہ غیر متناہی تک کیا کرتے رہے اور مادہ پر کیونکر لامتناہی زمانہ گذر سکا اور وہ
محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور پھر نامتناہی ازلی اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے
کے بعد کس چیز نے اُسے اس امر پر آمادہ کردیا کہ ایک محدود زمانہ سے اُس میں استعداد پیدا
ہوجائے پھر اسی طرح سے محدود زمانہ سے تنوعات بھی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے کہ آپ
کے پاس سوائے ساکت ہوجانے کے اور کیا جواب ہوگا۔ پس اس ساری بحث کے بعد حق واضح

ماننے کی بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہو گئیں مادہ اور اُسکے اجزاء کی حرکت جسکے کہ آپ قائل ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہئیے یعنے پہلے انکا وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔

اس موقع پر اور بھی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حدوث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل دلیل سابق کے آپ لوگوں کی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں معلوم ہوتا اگر میں اُن میں سے ایک آدہ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ نیک گمان کرکے بیان کر دوں کہ آپ کی عقلیں سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اُسے تسلیم کرینگی خصوصاً جب آپ اپنے ترک تعصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے ثابت قدم رہیں جسکو کہ میں نے آپ کی جانب سے کچھ دیکھا بھی ہے

حدوث مادہ کی دوسری دلیل ۱۲

وہ یہ ہے کہ یہ امر ذرا بھی مخفی نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اُسکے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام صورتوں سے مجرد ہو کر پایا جانا ممکن ہی ہے (جیسا کہ مادہ کا بغیر تحیز اور کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گھیرے ہوئے موجود ہونا ممکن نہیں ہے) پس مادہ جب کبھی پایا جائیگا اُسکے لئے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت اثیر کی ہو یا سدیمی[1] عنصری ہو یا معدنی۔ نباتی ہو یا حیوانی۔ اسی وجہ سے تو آپ اسبات کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اُسے تمام انواع کے بننے سے قبل حاصل تھا جتنی صورتیں کہ متصور ہو سکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کہ جتنی صورتیں کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں بھی تمام صورتوں سے مجرد اور خالی نہیں مانا ہے اسلئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کر سکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی اسلئے کہ وہ زائل ہو سکتی ہے اور اُسپر عدم طاری ہو سکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے ابسط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت کو لے لیجیے جسکا کہ تمام انواع کے بننے سے

[1] سدیمی سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جس میں عنصر بننے سے قبل موجود تھا ۱۲ مترجم

قبل مادہ کے لیئے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم
اور زائل ہونا ہمکو اس طرح پر معلوم ہوا کہ اُسکا معدوم ہوجانا اور اُسکے بعد بہتیری صور نوعیہ کا
طاری ہونا مشاہدہ کر لیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہو اور وہ اُسے قبول کر سکتی ہو
اُسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زایل اور معدوم نہیں ہوسکتی جیسا کہ اسکا
بیان آگے آتا ہے اسلیئے کہ اُسکا قدم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اُسکی ذات ہی اُسکے وجود کو مقتضی ہوگی
یعنے اُسکا سبب سوائے اُسکے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اسکا نام قدم
ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اُس کی علت قدیم ہوگی اور خود اُسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیمہ
اُسکے قدم کو مقتضی ہوگی اور اسکا نام قدم غیر ذاتی یا قدم بالغیر ہے اسکے سوا قدیم ہونے کی اور
کوئی صورت نہیں نکل سکتی اور ظاہر ہے کہ اُس شے کے وجود کا مقتضی جام ہے کہ اُسی کی ذات
ہو یا کوئی دوسری شے جب تک حاصل اور قائم رہیگا اُسوقت تک کیونکر ممکن ہے کہ اُس شے
پر عدم اور زوال طاری ہوسکے پس قدیم کی دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ اُن پر عدم کا طاری ہونا
ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہوگیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ
جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث ثابت ہوگیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں
ہوسکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو لیتے ہوئے ایسی صورت تک پہنچ جائیں کہ
جو سب سے ابسط ہو اور مادہ کے لیئے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن
نہیں ٹھیر سکتا کہ اس سے پہلے بھی مادہ کے لیئے کوئی صورت ہوسکے مادہ کے ابسط صورت
کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ تھیں اور اُس کی اوّل صورت
کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی ابسط اور سب سے پہلی صورت تو
ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی حادث ہے اسلیئے کہ وہ معدوم اور زائل ہوگئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے
جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلائیے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے
قبل کس حالت میں موجود تھا یہ تو آپ کہہ ہی نہیں سکتے کہ مادہ کے لیئے کوئی صورت نہ تھی

کیونکہ اسکا نسابق میں بیان ہوچکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہہ مانئے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے بھی ابسط صورت موجود تھی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کرلیا ہے کہ اس سے قبل کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی اور یا تو آپ اس کے قائل ہوجایے کہ مادہ اسی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ٹھیریگا نہ قدیم۔ اور یہی مقصود ہے۔

حدوث مادہ کی دلیل ثانی منطقی ہیئت میں ۱۲

پھر اسی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی بیان کرسکتے ہیں کہ مادہ اس اول صورت اور اسکے بعد والی صور نوعیہ کے لئے ملزوم ہے اور یہ صورت اور اسکے بعد آنیوالی صورتیں مادہ کے لئے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی سب منفک اور جدا نہیں ہوسکتیں جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اب یوں تقریر کی جائیگی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لئے ملزوم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں بھی جو اس کے لئے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اپنے ملزوم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے۔ لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہوسکتیں پس مادہ بھی قدیم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تالی کے سلب اور رفع کرنے سے مقدم کا رفع یا سلب لازم آتا ہے جیسا علم منطق میں یقینی طور پر یہ بات طے ہوچکی ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

دلیل اثبات آلہ کے مقدمات میں سے استحالہ ترجیح بلا مرجح کی توضیح ۱۲

پھر بحث سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادث یعنی ایسی شے کے لئے جو پہلے نہ تھی اور پھر موجود ہوگئی ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہئے جو اسے موجود کردے اور جس کی وجہ سے اسکے عدم پر اسکی وجود کو ترجیح ہوجاے اور وہ عدم کی تاریکی سے وجود کی روشنی میں نکل آئے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور وہ منجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ لوگوں کی یہ حالت ہوجائے کہ آپ ترجیح بلا مرجح کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھ سے سنئیے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنیں کہ میں نے انسانی ایجاد کردہ ترازوں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جسکے دونو پلڑے بوجھ میں بالکل برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کماں تو اسکے دونوں پلڑے

بالکل متوازی تھے یا فرض کیجئے کہ بائیں جانب کا پلڑا کسی سبب سے جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا
پھر دفعتہً داہنا پلڑا بائیں سے راجح ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ گیا اور بایاں اتنا اونچا ہو گیا
جہانتک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجح کے پایا گیا راجح ہونیوالے
پلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے راجح کیا یعنی جھکایا نہ اُسے ہوا کا دھکا لگا نہ کوئی دوسرا جسم جو اوپر
سے گرا ہو اسکا باعث ہوا خلاصہ یہ کہ جتنی چیزوں سے پلڑا جھک سکتا ہے ان میں سے کوئی بھی
نہیں پائی گئی اور پھر بھی وہ بلا وجہ جھک گیا پس اس موقع پر اگر آپ اِس قائل کے قول کو سچ
سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا عناد انتہا درجہ کو پہنچ گیا پس اب آپ سے گفتگو
کرنا جائز نہیں اور اگر آپ نے اُس کی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو
محال ہے تو اُس وقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجح ہے اسی کی نسبت
میں نے سابق میں آپ سے کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

اس مثال میں اور جتنی حقایق کہ اسکے علاوہ متصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ حسّی ہوں یا عقلی ان
سب میں اس لحاظ سے ذرا بھی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجح سب میں محال ہے جیسا کہ
یہ امر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر ہے اور جب آپ اپنے بہتیرے علمی مباحث اور
گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لینگے کہ آپ اپنے مدمقابل سے بحث کرتے وقت بیشمار
مواقع پر اسی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجح کا
کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلان
امر بلا سبب پایا گیا اور اُسکا وجود اتفاقات فطرت میں فلتۃً[*] یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اُس
سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جسکو فلتۃ یا اتفاقی کہتے
ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اُسکا سبب نہیں معلوم ہوا اور نہ حقیقت میں اُس کا وجود
ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہمپر
مخفی رہا ہے بے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اسی ترجیح

[*] فلتۃ سے فلاسفہ کی اصطلاح میں اسی بخت و اتفاق کہتے ہیں ۱۲ مترجم

بلا مرجح کے محال ہونے پر بھروسہ کرنا ہے اِس تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ بھی اس قاعدہ
کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور مَیں نے جو باوجود اسکی بداہت اور وضوح کے تقریر
کو اس موقع پر اتنا طول دیا تو اُسکی یہ وجہ ہے کہ مَیں نے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کی کمزوروں
کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلا مرجح کے
واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اسبات کے قائل ہیں کہ بلا وجہ بھی کوئی چیز
ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرمی اختیار کر لینا اُن کی جہالت کا نتیجہ ہے اِسکا ارتکاب وہی کر سکتا
ہے کہ جو محض لٹھس طبیعت کا ہو اور جس کی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو
بالکل سوفسطائیہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو حقایق اشیا کے حتی کہ مشاہدات کے بھی منکر ہیں اور
یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض اوہام اور خیالات ہیں۔

اثبات الٰہ ۱۲

یہ سب تو آپ سمجھ گئے ہونگے اب سنئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک مادہ کا
حادث ہونا بہت سی دلیلوں سے ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلیلیں بھی ہیں جو مَیں
نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دلیلوں کی
تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں۔ یا
اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو دقت
ہو۔ اور اُن کے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلا مرجح محال ہے اسلئے وہ اسبات کے قائل ہو گئے
کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہئے کہ جس سے مادہ حادث ہوا اور اُسکے وجود کو اُسکے عدم پر ترجیح
ہوئی اور اُس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شے
خود معدوم ہے اُس سے کوئی شے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ نا ممکن ہے جیسا
کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) معتقد ہو گئے کہ وہ شے جس سے
کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ہے ضرور موجود ہے اُسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات
کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے اور اُنہوں نے

اُسکا نام عالم کا خدا رکھا۔

پھر اُن لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم بھی ہونا چاہئے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اُس کا حادث کرنے والا کوئی اور دوسرا ہو کیونکہ ترجیح بلا مرجح تو محال ہی ہے اور پھر اُس دوسرے کیلئے تیسرے کی ضرورت پڑے گی اور اسی طرح یہ سلسلہ چلے گا پھر یا تو دور لازم آئیگا یا تسلسل۔ اور دور اور تسلسل دونوں محال ہیں اور جو چیز کہ اُن دونوں کی طرف مفضی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم آئیگا وہ بھی محال ہوگی اور اس موقع پر اس خدا کے حادث ماننے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حدوث بھی محال ٹھیرا اور جب اُسکا حدوث محال ہوا تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

ف ابطال دور ۱۲

اب دور کے معنے سمجھئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئیگا کہ شے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جاسے اور یہ بالبداہتہ باطل ہے پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جس پر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اُسکا وجود بھی اسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شے کے واسطہ سے اسطور پر کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسرے شے پر موقوف ہو اور اُس شے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو اس صورت میں یہ لازم آئیگا کہ مادہ قبل اُس شے کے پایا جائے کہ جو وجود مادہ کے لئے سبب ہے جس سے کہ یہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جائے اور یہ امر صراحتہً باطل ہے اور کوئی عقلمند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اسکا نام دور حقیقی ہے کہ جسکے باطل ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے

ف دور معیت جائز ہے ۱۲

اور ایک دور معیت بھی ہوتا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ دو شے میں سے بعض بعض پر اس وجہ سے موقوف ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے معلول ہیں مثلاً دن کا موجود ہونا اور دنیا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا اسمیں کلام ہی ہے

ف ابطال تسلسل

اب رہا تسلسل اُسکے یہ معنے ہیں کہ بیشمار امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اسکے ناممکن ہونے کا اسلئے حکم لگاتی ہے کہ اُس سے متعدد

محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوتی ہے۔
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم اُن میں سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کرینگے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جن کو کہ آپ کی عقلوں سے مناسبت ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف دو ہی دلیلیں بیان کرینگے۔

ابطال تسلسل کے مقدمات کا بیان ۱۲

پس سنئے ہر عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور اجلیٰ بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد زائد کے ہرگز برابر نہیں ہوسکتا۔ مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جتنی پانچ میں اکائیاں ہیں اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اسیطرح ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سمجھ لیجئے خلاصہ یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا (یعنے چھوٹے اور بڑے عدد کا) اکائیوں میں برابر ہوجانا صریح محال ہے اسی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار دو حدوں کے درمیان گھری ہوگی وہ ضرور محدود اور متناہی ہوگی اور یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شئے دو حدوں کے درمیان گھری بھی ہو اور غیر محدود بھی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہوجانا سراسر محال ہے پس جب آپ نے ان دونوں حکموں کو تسلیم کرلیا اور ان کے تسلیم کرلینے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہوسکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں سنئے۔

برہان تطبیق سے تسلسل کا بطلان ثابت کرنا ۱۲

پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ممکن ہوگا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مترتب ہونیکا نام ہے تو ضرور ہمکو یہ جائز ہوگا کہ ہم ایسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کرلیں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانۂ موجودہ سے ہو اور دوسرا اب سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور وہ دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ (جو زمانۂ موجودہ سے شروع ہوا ہے) دوسرے سلسلہ سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہوگا۔ پھر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک

سے ایک ایک امر کو ساقط کرنا شروع کرتے ہیں یعنے ہم پہلے سلسلہ سے ایک ساقط کرینگے ہم اسکے مقابل دوسرے سے بھی ایک ہی ساقط کرینگے پھر اسی طرح سے دونوں سے برابر ساقط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائیگا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے معاً ختم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں ان کا غیر متناہی اور غیر محدود ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائیگا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ ہوگا تو اس صورت میں لازم آئیگا کہ سلسلۂ ناقصہ سلسلۂ زائدہ کے برابر ہو جائے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ عدد ناقص کا عدد زائد کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشیاء کا جانب ازل میں غیر متناہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جو شے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوا کرتی ہے اسلئے تسلسل بھی ضرور محال ٹھیرا۔

برہان تسامی سے بطلان تسلسل کا ثبوت ۱۲

دوسری دلیل یہ ہے اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کرلیں کہ جو ایک نقطہ سے مثلث کی دونوں ساقوں کے مثل نکلکر لگاتار چلے جائیں پس اُن کے اجزا بمنزلہ اُن غیر محدود امور کے ٹھیرینگے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہوتے ہوئے چلے گئے ہوں پھر ہم اُن دونو کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لئے ضرور پے در پے خطوط فرض کر سکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط بھی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائینگے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض بڑھتے جائیں گے اس صورت سے سمجھ لیجئے پس جب ہم نے ان دونو خطوں کو غیر متناہی مانا ہے تو ضرور ہے کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جسکو ہم نے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کریگا ضرور غیر متناہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدوں کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیانی مسافت کی دو حدوں کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونو خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدوں کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور

متناہی ہوگی اور یہ کہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اُسکا غیر متناہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہوا اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا۔ پس جب آپ میری تقریر میں جسکو کہ میں نے دور اور تسلسل کو باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کرینگے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہویدا ہو جائیگی کہ وہ خدا جس نے مادہ کو بنایا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آئیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اُس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے۔ اور یا تسلسل لازم آئیگا اگر ہم کہیں کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اُسکا وجود کسی تیسری شے پر پھر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرتے چلے جائیں اور دور اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہی پس جو امر (اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے) ان دونو محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا۔ اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہوا۔ تو لازمی طور پر قدیم ٹھیرا کیونکہ موجودات میں سوائے حدوث اور قدم کے کوئی تیسری شق نکل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی مقصود تھا۔

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اُس خدا کے قدم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اُسکا قدم لامحالہ کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا کہ جو ازل میں اُس کے وجود کو مقتضی ہوا ب اگر وہ امر اُسی کی ذات مانی جائے تو قدیم لذاتہ ٹھیریگا۔ لیکن اگر وہ امر اُسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دی جائے گی تو اُسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑیگا حالانکہ اُسکے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اُس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال نکالے تو اس صورت میں اس غیر میں گفتگو جاری رہے گی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ بھی قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اسی طرح برابر سلسلہ چلا جائیگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے قدیم[ع] لذاتہ سے گریز کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا پس حق یہی ہے کہ اُس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جائے یعنے خود اُس کی ذات ہی اسکو مقتضی ہے کہ وہ ازل میں موجود ہو۔ اس کی نظیر آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی

خدا کا قدیم لذاتہ ہونا ۱۲

ع یعنے ہم اُس قدیم لذاتہ کا نام خدا رکھینگے ۱۲

کی حرکت کے لئے کوئی دوسری شے مقتضی نہیں بلکہ اسکے لئے خود نفس حرکت ہی مقتضی ہے جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اس بات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجئے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ ہے یعنے اس کی ذات ہی اسکے وجود کے لئے مقتضی واقع ہوئی ہو اب اسوقت یہ کہا جائیگا کہ جب تک خدا کی ذات جو اسکے وجود کو مقتضی ہے قایم رہیگی اُس وقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کرسکتا ورنہ لازم آئیگا کہ کسی شے کے وجود کا مقتضی تو موجود ہو اور باوجود اسکے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہوگیا کہ اُس خدا کا فنا اور معدوم ہوجانا محال ہے اور اُس کا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہنے والا ہے۔

ف خدا کا مرید اور مختار ہونا ۱۲

پھر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اُس سے بلا ارادہ اور اختیار کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہوگا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہوگا یعنی اُسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کرلیا اور اُسے اختیار کرلیا اور اُسکے لئے وہی وقت مقرر کردیا جسوقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حدوث خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اُس سے بطریق علیت اُسکا حدوث ہوتا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اُسکی وجہ سے تمام متنوعات بھی ضرور قدیم ہوجاتے کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لامحالہ متنوعات کا حدوث اُس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اس صورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ٹھیرتا اور اپنی علت سے متاخر ہوسکتا حالانکہ مادہ اور اُس کے تمام متنوعات کا حدوث بخوبی ثابت ہوچکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حدوث بطریق معلولیت نہیں ہوسکتا اب سوا اسکے کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اُسی نے اُسکے لئے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کردیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لئے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اُس کی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایان ہم اُسکے

لئے اس کی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے۔
پھر اُس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اُسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اُسکے وجود کا ایک زمانہ معین کردیا (اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیاری صنع اور فعل ہے) اسلئے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ (جس کی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفروں کی عقول پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ اُن کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اُس کی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ خبط مچایا ہے) بنایا ہے کہ جو سماوی۔ ارضی۔ جمادی۔ نباتی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر متنوع ہوا ہے اور جس میں کہ طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنیکی قابلیت موجود ہے بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اس بات سے کہ اُسی نے مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہو اور تمام تعجب خیز کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اُس سے بنایا ہو جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُس نے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُسکے ذرات بسیطہ کی حرکت اور اُن قوانین فطرت کے موافق جو اُسکے ساتھ قایم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شئے کو پیدا کرے اور پھر بدل بدل کر اُسکے بیشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا اور تعجب خیز اشیا کو اُس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ اُن قوانین فطرت کے مقتضا کے موافق ہی سہی جو اُس میں قایم ہوں بیشمار عجیب غریب انواع کی جانب منتقل ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل

خدا کیلئے کمال علم و قدرت ثابت کرنا ۱۲ مترجم

گھڑی کی مثال دیکر خدا کے علم و قدرت کو سمجھانا اور یہ ظاہر کرنا کہ حرکت اجزاء مادہ کو انواع کرنے کا سبب قرار دینا غلطی ہے ۱۲

کو ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہوگا اور اسکا عاجز یا ناواقف ہونا سراسر محال ہے۔ مثلاً جب ہم کسی گھڑی کو جس سے کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کیسی عجیب اُس کی ترکیب ہوا کرتی ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جس طرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں کہ اس گھڑی کا ضرور کوئی بنانیوالا ہے کہ جسنے اُسے بنایا ہے اور نہایت محکم اصول پر اُسکی بنا رکھی ہے اِسی طرح قطعی طور پر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُسکا بنانے والا جبھی اسکو بنا سکتا ہے کہ اُسکے بنانے کی کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور مستحکم اصول پر مبنی کرنے کا اُسے پورا پورا علم بھی ہو عام ہے کہ خود اُسی نے اُسکے پرزے بنائے ہوں اور پھر انہیں اس طرح خود ہی جوڑا ہو کہ وہ بخوبی کام دے سکتی ہو اور یا اُس نے محض اُسکے پرزے ہی اس انداز سے بنائے ہوں کہ جسکو مرتب کرکے گھڑی جوڑی جا سکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہنے لگے کہ اس گھڑی کو ایک شخص نے کہ جو اندھا۔ بہرا۔ دست و پا بریدہ ناسمجھ۔ بےخبر۔ علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ۔ اور کل سازی کے اصول سے محض ناواقف ہو بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑی شدومد سے تکذیب کرینگے اور ہماری عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرلے درجہ کا احمق ہے۔ یہ تو آپ نے سنا اب میں آپسے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اُسکے وجود کا پتہ نہ لگا جس نے کہ مادہ پیدا کیا ہے اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اُس کی مختلف تنوعات اور تطورات کو آپ نے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر حادث ہوئے اور یہاں بھی آپ اُس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کرنیوالا ہے اسلئے آپ لوگوں کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب سے بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ عقل ہرگز اس کو نہیں تسلیم کر سکتی کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اس وجہ سے کہ ہر حادث کو لئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیئے کہ جس میں اُسکے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ

ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی ہنگرانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مادہ کی ذرات بسیط جنکی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث سے یہ اجزار مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے محض یہ کہہ کر اپنی عقلوں کو سمجھا لیا کہ ان تمام تنوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزار کو نہ محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آجتک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزار کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا کسی کو ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکینگے) لیکن جس چیز نے کہ آپ کو مادہ کے اجزا اور اُنکی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بنگئیں اور اسپر بھی آپ نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزار کے لئے مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزار کے اجتماع سے باوجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن اُن اجزار کے اشکال کا دیکھنا تو جدا رہا محض اُن اجزا تک کو تو آپنے دیکھا نہیں بلکہ یہ ساری باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جن کے ماننے پر آپ کو محض اس ضرورت نے آمادہ کیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بنگئیں اب اس موقع پر آکر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بالا سے طاق رکھ دیا جسکی نسبت ہمنے آپ لوگوں کو اکثر ڈینگ مارتے سُنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اُس کا احساس اور مشاہدہ نہ کر لیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نہ کیجئے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکماء کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صرف آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سوا کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکے (اور نہ

ف
اہل سائنس کو جتلانا کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر کہ بغیر مشاہدہ ہم کچھ نہیں مانتے نہیں رہ سکتے اور اسکے چھوڑنے کی شہادتیں پیش کرنا اور ثابت کرنا کہ وہ عقلی استدلالات کے بغیر مانتے نہیں ۱۲

ہرگز قایم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ موقع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزا اور اُن کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لئے اور وہ آثار یہی تنوعات ہیں اور انہیں آثار سے اُن کے موثر پر ہم نے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کرکے ہم اور اسی طرح تمام مذاہب والے خدا کے وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف سے پوچھئے تو عقل ہماری ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کرینگے*

خدا کے ثابت ہوجانے کے بعد تنوعات عالم کی پیدایش کے لئے کسی اور موجد کی ضرورت نہیں ۱۲

اس تمہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جبکہ مادہ کا حدوث اور یہ امر ثابت ہوچکا کہ اس مادہ کے لئے ضرور کوئی محدث اور موجد ہے جس نے کہ اُسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجود کردیا کہ وہ تمام تنوعات اور تطورات قبول کرنیکے قابل ٹھیرا اور اس سے اُن کے نزدیک اُس موجد کا ارادہ اُس کی قدرت۔ اور اُسکا علم بھی بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا اب اسکے بعد اُن کو اس امر کے سمجھنے کے لئے کہ تمام انواع کیونکر بنگئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لئے وہ قائل ہوگئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اُسکو تمام تنوعات قبول کرنے کے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ۔ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اُسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اُس سے ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو کہ جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہجاتی ہے ایجاد کیا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لئے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ اُن کے حدوث کو اُس خدا ہی کی طرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ قدرت اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ اُن کی حدوث کو اجزا مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جن میں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اُسکے اجزا خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہوجاتے

ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی عملدرآمد بھی کر لیتے ہیں گرچہ
ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے
اور یہ تباینات اصول کے لئے فروع کی وراثت کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپکے مذہب
کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انکی ملازمت
کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور یہ وہ تباینات ہیں جن کی موجودگی ہر
فرع میں ضروری خیال کی گئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف
ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تباینات
کا موجود ہونا لازمی ہو گیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہوا کہ کسی امر میں متباین ہونے کے بغیر فرع اپنی
اصل کے موافق ہوا کرتی حالانکہ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہوا کریں
انکے خلاف نہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تباینات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت
لازمی نہیں ہو سکتا اب ہاں کہ محض اجزا کی حرکت ان تباینات کو دائمی طور پر ضروری کردے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی اور اسلئے
اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ ان اجزا میں تو اس امتیاز کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فکر سلیم کیلئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے
اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بغرض توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ
ہے کہ جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دخانی کل کے پرزے طیار کئے ہیں پھر اسکے بعد
ہم دیکھیں کہ وہ دخانی کل ان سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہر ہر پرزہ اپنا اپنا کام
دینے لگا اب بتلائیے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا
صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اسی نے ان کو جوڑ کر اس کل کو چلایا
ہوگا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اس حرکت کے ذریعہ سے جو ان میں پائی جاتی ہے
خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر لگنا شروع ہوئے یہانتک کہ زمانہ دراز کے بعد یہ
یہ کل اس طرح جڑ جڑا کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں ذرا شک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات
کو تسلیم کرے گی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کرے گی اسی پر قیاس کر کے

ایک دخانی کل کی مثال دیکر ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب تحقیق عالم کے بارہ میں محض لچر ہے ۱۲

آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسنے مادہ کو ایجاد کر کے اُسکو تمام تنوعات
کے قابل بنایا اُسی نے اُسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنے
والے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کی وجہ سے قانون وراثت اور قانون
تباین کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متنوع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لئے اعلیٰ درجہ
کی قدرت نہایت ہی کامل علم و حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اے عقلمندو ذرا تو انصاف کرو۔

خدا کا علم ارادہ اور قدرت ان میں ہر ایک کن کن اشیاء کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے ۱۲

خدا سے عالم کے ارادہ ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین
ایک بات کے اور قایل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے
ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اُس کی قدرت دونوں صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو
عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جسکے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُسکے نزدیک
وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور معدوم بھی ممکن ہونے کے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور مشکل کیوں
نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا اُسکو وجود یا عدم کے ساتھ اور اسی طرح اُسکے اور احوال میں سے جسکے
ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جسکے ساتھ کہ اُس نے اپنے ارادہ سے اُسے
خاص کر لیا ہے اسی کے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب
ہو یعنے عقل اُسکے معدوم ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدار شے کا لازمی
طور پر کچھ نہ کچھ جگہ گھیرنا ؛

خدا کے ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا ۱۲

اسی طرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسکے موجود ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع
نقیضین سو ان دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاداً ہو یا اعداماً البتہ نہ تو خدا کا ارادہ
ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اُسکی قدرت اسلئے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً
حاصل ہوگی اُسکا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُسکے ساتھ
نہ ایجاداً متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعداماً۔ ایجاداً تو اسلئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا
موجود کرنا لازم آتا ہے اور اعداماً اسلئے کہ اُسکا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا

امر محال وہ حتمًا معدوم ہوتا ہے اُسکا وجود میں آجانا ممکن نہیں پس اُسکے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) نہ اعدامًا متعلق ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجادًا اس وجہ سے کہ اُسکا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہوجانا محال ہے لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلًا ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس منکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گذشتہ یا آئندہ سبکو بخوبی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہوسکتا ہے پس خدا اُسکو اور اُسکے استحالہ کو جانتا ہے اب رہا امر گذشتہ جسکا کہ وجود منقطع ہوچکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیا میں سے ہوگا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اُسی کے اعدام سے معدوم ہوگیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کردیا ہو اُسکے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ کے ساتھ بھی جو اب تک موجود نہیں ہوا۔ اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونے کے قابل ہے اور بغیر اسکے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُسکے وجود کی تخصیص کرے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کردے وہ ہرگز حادث نہیں ہوسکتی اسلئے کہ کل حوادثات خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُسکے ایجاد کرنے سے پہلے خدا اُسے جانتا بھی ہو کیونکہ اُس نے تو اُسکے وجود کا ارادہ کیا ہوگا جب تو اپنی قدرت سے اُسے موجود کریگا اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ جس انسان نے یہ پختہ قصد کرلیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلًا ایک ماہ کے بعد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اس گھر میں بنائیگا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کی وجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اُسکا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اُسکے افعال سے جنکے کرنے کا اُس نے ارادہ کرلیا ہے کوئی مانع باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور ہی اُنہیں کرتا ہے اسلئے اُسکا علم ہمیشہ واقع

خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گذشتہ یا آئندہ ۱۲

کے موافق ہی ہوتا ہے اُسکے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ۔

(ف: اثبات قضا و قدر اور اُن کے معنے کی توضیح ۱۲)

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شئے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر ٹھیرا کہ عالم میں ہر حادث جسطرح پر کہ اُسکے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اُسکے موافق اُسکے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکے علم سابق کے موافق اُسکے ساتھ خدا کی قدرت ایجاداً متعلق ہو اور اسی کا نام قضا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ازل سے اُسکے ساتھ خدا کا علم متعلق ہو اور وہ اسکے لئے ایک حد مقرر کر دے جسکے موافق کہ وہ اسے ایجاد کریگا اور اسی کو قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کی گئی یہ منجملہ اُنہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوری نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر ماتریدیہ کیا کرتے ہیں) *

(ف: انبیا اور اولیا کی پیشین گوئی کی حقیقت ۱۲)

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیا غیب اور آئندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اسکو بھی آپ سمجھ گئے ہونگے کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کی حوادثات کو جانتا ہے اسلئے کہ ہر حادث اُسی کے علم سے اُسکے ارادہ کے متعلق ہونے سے اُسی کے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیا میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آئندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اسکے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ مقتضا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شئے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتلا دے تو اُسے کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیدیتے ہیں اُن میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعوے کرتا ہو چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعوے کرنے کو اعلی درجے کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعوے کرے اسکو کافر بتلاتی ہے *

(ف: خدا زندہ ہے ۱۲)

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا اس عالم جسکا ہمارے نزدیک وجود ۔ قدم ۔ بقا ۔ قدرت ۔ ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہئے اسلئے کہ مردہ کا صفت

ف خدا مادہ کے تمام خواص سے مبرا ہے ۱۲

ارادہ۔ قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے
پس خدا کے لئے صفتِ حیات ثابت ہوگئی اور اُس کا موت کیساتھ موصوف ہونا محال ٹھیرا
پھر وہ کہتے ہیں کہ وہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں
ہوسکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جنکے لزوم کے لئے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو
اور وہ اُس سے جدا نہ ہوسکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اسکے جمیع انواع کیلئے
لازم ہیں اور یا وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کرسکتی ہو خواہ وہ اُس کے
تمام انواع میں پائے جاسکتے ہوں یا فقط اسکے بعض مرکبات ہی میں اور یہ وہ صفات ہیں جو
کہ مادہ کے جمیع انواع کے لئے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یا وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے
کہ جوہریت۔ جسمیت۔ عرضیت۔ متحیز ہونا (یعنی کسی قدر جگہ کو گھیرنا) مرکب ہونا۔ متحیز ہی ہونا
غیر سے جنا جانا۔ غیر کو جننا۔ اتصال۔ انفصال۔ حیوانیت۔ نباتیت۔ جمادیت۔ ایک جگہ
سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ تمام انفعالات نفسانیہ اور اسکے مثل جتنی چیزیں ہیں۔ کیونکہ خدا
ان خواص میں سے کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اُسی کے مثل مادہ ٹھیریگا
اسلئے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شئے کسی دوسرے کے ساتھ اُس کی ذات اور طبیعت کی لوازمات
اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اُسی کے مثل اور ویسی ہی ہوگی
اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لئے
بھی ممکن ہوگا اور خدا بھی حادث ٹھیریگا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے
ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لئے قدم کے لازمی ہونے
پر دلیل قائم ہوچکی ہے اور اسکے حدوث کا محال ہونا ثابت ہوچکا ہے پس اس سے یہ ثابت
ہوا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اسکے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ
کا مقصد ہے جسکے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتقد ہیں کہ خدا عالم کے لئے تمام حوادثات
کے خلاف ہونا ضروریات میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے اسلئے خدا

نہ مادہ ہوسکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے ساتھ اُسکا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ÷

خدا مکان اور محل کا محتاج نہیں ۱۲

پھر چونکہ ظاہر ہوچکا ہے کہ خدا نہ جوہر ہے نہ جسم اسلئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قایم ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اُسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قایم ہوتا ÷

خدا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل ۱۲

علاوہ بریں اگر اُسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھ جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے موصوف ہونا ممکن ٹھیریگا اور وہ صفات قدرت ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قائم ہوچکی ہے اسلئے اُسکا صفت ہونا ممکن نہیں ہوسکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہو سکیگا۔

خدا موجد کا محتاج نہیں ۱۲

پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہوچکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اُسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہوسکتا غرض یہ کہ خدا کا مکان محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس عقیدہ سے مقصود ہیں کہ خدا سے عالم کا نفی اور خود ہی قائم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھ اُسکا قائم ہونا محال ہے۔

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ امر مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُسکے بنا سے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اس بات پر دلیل قایم ہوچکی ہے۔ کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے۔ اور کائنات میں ہر شے اسی کی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہو کہ اس کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کی جانب محتاج ہو ÷

صفات خداوندی اور صفات ارباب مادہ میں محض اسمی مشارکت ہے ۱۲

اس سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ لیجئے خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہوگیا کہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے

عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور اسی طرح اور صفات ہیں جو کہ اُسکے لئے ابھی ثابت ہوئیں کیونکہ مادہ کے انواع اِن صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں اسلئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض آثار کی مشابہت کی وجہ سے انواع مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسمی مشارکت حاصل ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور مباینت پائی جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ اُن کے نزدیک صفات قدیم ہیں اعراض نہیں ہو سکتی لیکن انواع مادہ کی وہ صفات جنکے ساتھ اُن کو اسمی مشارکت حاصل ہے بلاشبہ اعراض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونے والے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خفا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصًا جبکہ صفات خداوندی کے آثار باعظمت۔ محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار اُن کے مقابل میں حقیر۔ ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کرنے سے صاف صاف واضح ہوتا ہے۔

فلاسفہ جدیدہ کے مقابل میں وحدت خدا کی دلیل بیان کرنے کی حاجت نہیں

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خدا ے عالم کے وجود پر دلیل قایم کر چکے اور آپ لوگوں پر اُسکے وجود کی تصدیق کرنے کو دلیل سابق کے مقتضا کے موافق لازم کر چکے تو اب انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قایم کریں کہ وہ خدا ایک ہے خدائی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اُسکا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے انہوں نے دلیل سے اُسکے وجود کی تصدیق کرنے کو آپ پر لازم کر دیا اب انہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اُس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں گے اس لئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو یہ ظاہر بات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خدا ے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کونسا امر مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لئے بھی ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لئے صرف ایک ہی خدا بس ہے

کہ اُسکے ایجاد اور محکم کرنے کے لئے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے۔ لیکن چونکہ وہ اسکے معتقد ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اُس کی خدائی میں کسی کا شریک ٹھیرانا سراسر محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کئے ہوئے باز نہیں رہ سکتے اُن کے عقیدوں کی بنا ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس لئے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کرنے میں اُسکے منفرد ہونے پر اُسکے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قایم کریں۔ علیٰ ہذا القیاس جب وہ اُن فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ متعدد خدا ماننے والے ہیں اور عالم کے لئے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی اُن فرقوں پر خدائے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کرنے کے لئے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اسکے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قایم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں اُن کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہئے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر اُن کے سامنے اُسکے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا۔

ف مسلمانوں کے عقیدے بلا دلیل نہیں بلکہ یقینی دلیل پر مبنی ہیں اس لئے وحدانیت کی دلیل بھی ضرور ہے

ف وحدانیت کے منکر فرقوں کے لئے بھی دلیل وحدانیت کی ضرورت ہے ۱۲

رہی خدائے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن میں جس کی نسبت اُنہوں نے خدائے عالم کے پاس سے ہونے کی خبر دی ہے بکثرت موجود ہیں۔ قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کرنے میں اُس کے منفرد ہونے کی تصریح کرتی ہیں بلکہ اُن میں اُسکی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برہانی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور ہیں۔

ف قرآن میں توحید کی عقلی برہانی اور اقناعی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں ۱۲

اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اسلئے کہ آپ کے دعوے کی حقانیت

پر متعدد دلائل قائم ہونے کی وجہ سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجد ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک مانا جائے پھر جب کہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو پھر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑیگی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک ہے اُس میں اُسکا کوئی شریک نہیں۔ لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اُن فرقوں کے مقابلہ میں جو متعدد خداؤں کے قایل میں خدائے عالم کی وحدانیت پر قایم کرتے ہیں اور نیز جس پر کہ اُسکی وحدانیت کے اعتقاد کے بارہ میں وہ خود بھی اعتماد کرتے ہیں اُس کی بکثرت صورتیں اور مختلف طریقے ہیں اس مقام پر بغرض اختصار ان میں سے ہم ایک ہی دلیل بیان کرینگے پس سُنئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں (یا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا) تو عالم میں کسی شے کا بھی وجود نہیں ہوسکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اسلئے کہ اُس کا وجود تو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں بس وہ امر بھی (یعنی خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہوگا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ٹھیرا تو اُس کی وحدانیت ثابت ہوگئی اور یہی ہمارا مقصود تھا اب سنئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکر لازم آتا مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہوجائینگے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہوجائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کرسکتے ورنہ لازم آئیگا کہ دو موثروں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جداگانہ اور مستقل وجود ہوگا تو لازم آئیگا کہ عالم دو دو وجود کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے زیادہ نہیں عالم کا فقط ایک ہی وجود حاصل ہو تو ماننا پڑیگا کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک نے بانفراده اُسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کے لڑھکانیکا باعث ہوں ہر ایک

وحدانیت کی عقلی دلیل

اُن میں سے بانفرادہ اُسکے اُٹھکانے کے لئے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج ٹھیریگی اور اُسکے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونو قوتیں مرکب ہوکر ایک قوت بنینگی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے اُٹھکانے کی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہئے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس اس بنا پر دونوں خدا ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہونگے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائینگے کہ جس کی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہوسکیگی کیونکہ ہر ایک موجد کا جز ہوگا نہ مستقل موجد حالانکہ خدا سے عالم اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہوچکا ہے کہ خدا سے یعنے موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اُس میں اور مادہ اور اُسکی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ اُن کے ساتھ مختص ہیں مخالف ہونا ایک لازمی امر ہے اور اُنہیں صفات میں سے ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لئے حدوث لازم ہے تو اس بنا پر خدا کا حدوث لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی اور وہ محال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہوچکا ہے۔ اور نہ یہی ممکن ہو کہ بعض چیزونکو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہوجائیگی تو لامحالہ اُس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونے کا طریق وہ پہلا مسدود کردیگا پس دوسرا اُسکی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہوسکیگا اور عاجز رہیگا اور اگر دوسرا اُسکے خلاف کریگا اور اُس کی اپنی قدرت کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑیگا بہرحال خدا کا عجز لازم آئیگا اور خدا کا عجز محال ہے۔

اور اگر دونوں مختلف ہوجائیں اس طرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنے کا ارادہ کرے اور
دوسرا اُسکے معدوم کرنے کا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہوسکے ورنہ اجتماع ضدین لازم
آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جسکا ارادہ نافذ نہ ہوسکیگا
وہی عاجز ٹھیریگا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا اسواسطے کہ دونوں میں مماثلت منعقد ہوچکی ہے
اور دونو یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہیں
تو جسکا ارادہ نافذ ہوجائیگا وہی خدا ٹھیریگا دوسرا نہیں ہوسکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہوگئی
اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملاً اور علی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لوکان فیھما
الھۃ الا اللہ لفسدتا) اگر دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے
پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قایم ہوسکتے اگرچہ اللہ بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں
درہم وبرہم ہوجاتے۔ یعنے آسمان وزمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن اُن دونو کا وجود نہ ہونا باطل ہے
اسلئے کہ اُن کا موجود ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے پس وہ شے یعنے اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود
ہونا (یعنی کسی اور خدا کا موجود ہونا) بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھیرے تو اب ثابت ہوگیا
کہ زمین اور آسمانوں میں یعنے عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہوسکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ
مفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجرد متعدد
ہونا محال ہے چنانچہ ہمنے اپنے قول جنس خدا سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں
دونوں خداؤں کے متفق ہوجانے کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرسری نظر کے لحاظ سے
ہے ورنہ جب غور کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کرلینے کا سرے سے
احتمال ہی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام غلبہ اور کامل استقلال کو مقتضی ہے جیسا کہ قرآن
مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلیٰ بعضھم
علیٰ بعض) ابتو (یعنی اگر کئی خدا مانے جائیں) ہر ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کو لے جاتا اور
ایک دوسرے پر چڑہائی کر بیٹھتا یہ تو آپ نے سن لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ

ف
دلیل تمانع کی ایسی تقریر جس سے اسکا قطعی دلیل ہونا ثابت ہوتا ہے ۱۲

دلیل اور اسی طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قایم کی جاسکتی ہیں کہ جو خدا سے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعوے سے باز رکھے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لئے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اُنکے مقابلہ میں اس دلیل کا قایم کرنا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اُن پر اُس امر کا ماننا لازم کردیا جائے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی خدا ہے جس نے کہ اُسے ایجاد کیا پھر اُنکو خدائی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو کہ خدائی کا منصب مقتضی ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ انہیں اسکی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا عجز لازم آتا ہے یا اسکے سوا اور محالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیشتر ذکر ہوچکا ہے لازم آتے ہیں پس اس سے ذرا آگاہ رہنا چاہئے)

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجد عالم کے لئے ثابت ہوئیں ہر چند کہ خدائی کا مدار ٹھیر سکتی ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت - اپنے آپ قایم ہونا یعنی مستقلاً موجود ہونا - وحدانیت - علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہو تب بھی وجود کائنات کی علت بننے کے لئے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر عاقل اتنے پر قناعت کرسکتا ہے لیکن اُنہوں نے اس خدائے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا شروع کیا اور اُسکی عجیب غریب مصنوعات اور اُسکی کمال پا مداری میں تامل کیا تو کہنے لگے کہ جب اُسکی مصنوعات میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدا ہے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی ٹھیر سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں تک ہم خیال کرسکتے ہیں کسی کو ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنی مثل کوئی شے ایجاد کرسکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے اکمل کو ایجاد کرنے کے قابل ہوسکے - انہیں حیوانات کو لیجئے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ اُن کو اس سے عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانات میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے - انسان کو لیجئے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلےٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی

ف خدا کے لئے سوا صفات مذکورہ بالا کے دیگر صفات کمالیہ کے اثبات کی تمہید ۱۲

ف انسان کسی چیز کا خالق نہیں ہے وہ کچھ نہیں پیدا کرسکتا ۱۲

کیوں نہ بنائے اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل بنانا تو جدا
رہا اُس کے مصنوعات میں اُس کمال کے قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا۔ جو کہ خود اسمیں
قایم ہے۔ حیوان یا انسان کا بنانا تو بالاے طاق رہا انسان میں نبات بنانے کی تو قدرت
ہے ہی نہیں۔ غایت سے غایت وہ جو کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جمادی صورت جو کہ حیات سے
بالکل خالی ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس
میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں پایا جاتا۔ یا کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جر
ثقیل کے موافق غیر دائمی اور ناپائدار حرکت کرنے لگتی ہیں اور پھر نہ ان میں حیات کا نام و نشان
ہوتا ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اُس کی صورت کے متغیر کرنیکے
لئے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو وہ خود ہرگز اسپر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کار چارو
ناچار اُنہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تغیر دینے کے لئے اُس
خدائے پاک کی جانب سے مقرر ہیں اور جو تغیر کہ اُس سے حادث ہوتی ہے وہ حقیقت میں اُسکا
فعل بھی نہیں ہے اُسکو صرف اسی قدر دخل ہے کہ اُس نے اُس قانون قدرت کو دریافت کرلیا
جس سے کہ تغیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اُس نے جس شے کو تغیر دینا مقصود ہے اُس پر اُسے
مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ تغیر اُسکے بنانے اور اُسکے پیدا کرنے سے ہوتی تو اُسکے ظاہر ہونے سے
قبل ضرور اُسکو اُسکے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اُس کی مقدار اور کیفیت کو پوری
تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا
ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اُسکی خلقت میں بدصورت کر دیئے تو وہ انڈے میں ایک جانب
سے قوی حرارت پہنچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف۔ اس سے بچہ میں ایک خاص
قسم کی بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے پس یہ بدصورتی اس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے
سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنمائی کی مقدار۔ اس کی کیفیت اور یہ کہ بچہ کے کس موقع
پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اُس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا

ح
انسان جو کچھ تصرفات
کرتا ہے وہ حقیقت میں
خدا کے مقرر کردہ
قوانین قدرت کو
مسلط کردیتا ہے
اور اُس سے کام لیتا
ہے خود مستقل طور
پر کچھ نہیں کرسکتا ۱۲

غایت سے غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اُس قانون قدرت پر مطلع ہوگیا جسکی وجہ سے کہ
انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی ہے اور بدنما ہوجاتا ہے اور اُس قانون کو وہ استعمال کرنے
لگا جیسے کہ کسی شخص کو یہ معلوم ہوگیا کہ پانی سے پیاس بُجھ جاتی ہے پھر جب اُسے پیاس لگتی
ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پہنچا لیتا ہے اُس سے اُسے سیرابی حاصل ہوجاتی ہے اور اُسکی
پیاس بجھ جاتی ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے معدہ میں پانی پہنچایا ہے
خود اُسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو دفع کردیا اور کیا یہ اُسکے مصنوعات میں شمار کیا
جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اُس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اُس نے اپنے معدہ میں پانی پہنچا لیا۔
پانی جب معدہ میں پہنچا تو اُس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب یہ
جو کچھ حاصل ہوا اُس میں پانی پہنچانے والے کی ذرا بھی تاثیر نہیں۔ اس موقع سے یہ امر بطریق اولے
واضح ہوگیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور اُن کے بارآور ہونے میں اُسکے لئے مقررہ
قوانین قدرت استعمال کرکے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اُسکی نسبت یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا
کہ اُسی نے کھیت کے درختوں کو ایجاد کیا اور بنایا ہے اُن سے پھل نکالے ہیں اور اُن کی
عجیب وغریب ترکیب اور حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کرنے والا ہے اسلئے کہ اُس میں سے
فی الحقیقت کوئی شے بھی اُسکی بنائی ہوئی نہیں ہاں اگر مجازی اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اُسمیں
کوئی مضائقہ نہیں اُسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام اُن اشیا کی نسبت جنکے وجود کا سبب
انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کرکے ہوا کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُنکا انسان
بنانے والا اور موجد نہیں صرف اُسکا کام اتنا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو اُن کے مقررہ
راستوں میں جاری کردیتا ہے اُسکے بعد تمام آثار اُن سے پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ انسان آثار
کو نہیں پیدا کرتا دعنقریب اسکا بیان آتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قائل
ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خدا تعالی کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے ہیں نہ فقط
قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اسکی تحقیق عنقریب آئیگی) پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

متبعین کے نزدیک یہ بات جسکا پیشتر ذکر ہوا واضح ہوگئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر
بھی قادر نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھ کر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہہ
لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب و غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جن کی
وجہ سے کہ اُس میں بیشمار تطورات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اُس سے یہ حیرت انگیز بیحد
انواع وجود میں آئیں ضرور اُس خدا کی جملہ صفات جو کہ اُسکے لئے دلیل سے ثابت ہوئیں اور
جو صفات کمالیہ کہ اُسکی ذات کے شایاں ہیں سب مرتبہ کمال کو پہنچی ہوئی ہوں۔ ورنہ وہ اپنے
مصنوعات کے مثل یا اُن سے بھی کمتر ٹھیریگا حالانکہ یہ امر اُسکے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور
پر جان چکی اور اُس کی تصدیق کر چکی پس وہ اسکے معتقد ہوگئے کہ وہ خدا ضرور ضرور سمیع۔ بصیر
متکلم۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اُسکی ذات کے شایاں ہیں متصف ہے اسلئے کہ یہ بات
عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ بہرا۔ اندھا۔ گونگا ہو اور پھر اُسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو۔ آنکھوں کو
روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص
ہو حالانکہ اُسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے
لیکن جتنی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں اُن کے بارے میں اُنہیں یقین ہے
کہ نہ وہ حوادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں اُن کے مشابہ ٹھیر سکتی ہیں اگرچہ باہم اُن میں
آثار کی مشابہت کی وجہ سے مشارکت اسمی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ آثار
کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج
نہیں بلکہ اُس کی صفت قدیمہ ہے جو اُسکی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مسموعات
اُسپر منکشف ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح اُسکا دیکھنا آنکھ کی پتلی پر موقوف نہیں بلکہ وہ بھی صفت
قدیمہ ہے جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام مبصرات اُس کے نزدیک منکشف
ہوجاتے ہیں اُسکا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہوسکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے
جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جسکے ذریعے سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کسی کو

ف
خدا کا سمیع بصیر متکلم وغیرہ ہونا اور اُن کے معنی کی تشریح اور خدا کے اور حوادث کی صفات کے مابین کیا فرق ہے ۱۲

جو کچھ سمجھانا چاہتا ہے سمجھا سکتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق میں بیان ہوئیں یہی کہا جا سکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیمہ ہیں جو اُسکی ذات کے ساتھ قایم ہیں جن میں سے ہر ایک کا اُسکے مقتضا کے موافق اشیاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تخصیص کے یا احداث کے ورنہ اگر اُسکی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی اُنہیں کی طرح حادث ٹھیریگا حالانکہ اُسکے قدم کے ضروری ہونے پر اور اُسکے حدوث کے محال ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اسکا تفصیلی بیان پہلے گذر چکا ہے۔

ف
خدا کے لئے شریعت محمدیہ نے کچھ ایسی صفات بھی بتلائی ہیں جنکا ثبوت یا عدم ثبوت محض عقل سے بغیر معلوم ہو سکتا ہے ۱۲

پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اسی خدائے پاک کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کی وجہ سے جو آپ کے صدق پر قایم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت خدائے عالم کے لئے صفات سابق الذکر جو عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدائی کا مدار ہے اور نیز وہ صفات کمالیہ جن کے لئے کہ اُس کی شان عظیم مقتضی ہے اور سوا اُسکے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات بھی کہ جنکا پتہ نصوص شرعیہ سے لگتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت نے خدا کے لئے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی جنکے نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور نہ اُن کی نفی پر لیکن شریعت محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی وہ اُن صفات کے بھی معتقد ہو گئے اسلئے کہ اُن صفات کے خبر دینے والے (اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) صادق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطعہ کی وجہ سے جو اُن کے صدق پر قایم ہو چکی ہیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں سمجھتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ پس و پیش کرنے کا موقع ہوتا۔

ف
صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم ۱۲

اسی طرح اس شریعت میں خدائے پاک کے لئے چند ایسی اشیا کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جسمیت کا شبہ پڑتا ہے اور یہ اشیا جیسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ انگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد

صلے اللہ علیہ وسلم کے تبعین نے ان اشیار کو خدا کے لئے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور نقلی دلیل کی رو سے خدا کا جسمیت سے منزہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اسلئے اُنہوں نے اُن کی ظاہری معانی نہیں تسلیم کئے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں حوادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اُسی خدائے پاک پر رکھا اور اُسکے حوالے کیا۔ اسی لئے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ہاتھ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اُسکی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہو سکتی علیٰ ہذا القیاس اور اشیار کو بھی سمجھیے اتنا تو ہم کہہ سکتے ہیں باقی رہی اسکے مرادی معنے کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر وہ خدا کو منزہ مانتے ہیں اور حقیقی علم خدا کے حوالے کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہانتک کہ عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ سے معلوم ہوا اُسکے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اُس کی شان عالی کے سزاوار ہیں موصوف مانتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اُسکو زیبا نہیں منزہ اور مبرا اعتقاد کرتے ہیں +

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اُسی طرح اُسکے وہ نام بھی جو اُس نے اپنے لئے خود تجویز کئے ہیں بتلائے اُنہیں میں سے لفظ (اللہ) ہے جو اُسکا خاص نام ہے دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کرنے والے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اسلئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ اُنہوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی لغت کا اسی طرح پر خدائے تعالیٰ کے باقی ناموں کو سمجھئے۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کرنیوالوں کو خدا کے وجود کے اور اُسکے اُن صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے کی تعلیم دی جن کے یا تو ثبوت ہی پر عقل دلالت کرتی ہے یا خدا کے لئے اُن کو جائز رکھتی ہے اور اُسکے نام تبلائے اسی طرح اُس نے خدا کے وجود پر اُس کی عظمت پر اُسکی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف

ف خدا کے اسمار توصیفی ہیں اور اللہ علم ذات ہی ۱۲

ف شریعت محمدیہ نے خدا کی عظمت اور اسکی صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی قطعی اور اطمینان بخش دونوں قسم کی دلیلوں سے استدلال کرنے کا طریقہ بتلایا ہے ۱۲

ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کرنیکا طریق بھی سکھلایا عام ہے کہ وہ دلائل برہانی قطعی ہوں یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہوجاتی ہے اور دل اُن کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔ اس طرح پر اسلامی امور کے اثبات کے لئے نہایت ہی وسیع طریق اُن کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کرنے کے واسطے اُن پر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدائے عالم کے وجود پر صفات کاملہ کے ساتھ اُسکے موصوف ہونے پر۔ اُسکی اور اُس کی صفات کی عظمت پر۔ اور پھر اُن کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جس سے کہ دلوں میں اُس کی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایک سے ایک مصنوعات اور اعلی سے اعلیٰ عجیب وغریب اشیاء کے بنانے پر اُسکو پوری قدرت حاصل ہونے کا دلوں کو یقین ہوتا ہے۔

ف آثار خداوندی سے خداوندی صفات پر استدلال کرنیکے لئے مقدمہ بیان کرنا جس میں بتایا ہے کہ مادہ کے عام اور خاص صفات کی نسبت مسلمان کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور اہل سائنس کے ساتھ کس میں مخالف یا موافق ہیں اور کہاں تک

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں۔ جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہوجائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو مخفی نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع کے لئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تحیز (یعنی کسی نہ کسی قدر خلاء کو گھیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہتوڑے کی چوٹ کھا سکنا اور شیشہ کا چور چور ہوجانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی (سائنس کی) کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہوسکتیں اُن کا منفک اور جدا ہوجانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جسم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی سبب سے اُس سے ضرور جدا ہوسکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً لوہے سے ہتوڑے کی چوٹ سے بڑھنی کی صفت جدا ہوسکتی ہے اور پھر اس میں اُسکی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہوجانے کی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بھگو یا جائے تو پیدا ہوسکتی ہے

زلزلہ آنے کے وقت مقناطیس سے لوہی کی کشش کرنے کی قوت جاتی رہتی ہو اسی بنا پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب الوقوع ہونا دریافت ہو سکتا ہے تا کہ انسان اُس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ میں سے کسی نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ ہم نے پیشتر ذکر کیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اُن عام صفات کی نسبت جنکا ثبوت اُن کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں مدلل ہو چکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات دو قسم پر منقسم پائی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود اُن کے متحقق الوجود ہونے کے اُن کے معدوم کرنے کے لئے متعلق نہیں ہو سکتی اسلئے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنی ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جسکا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہوا کرتی جیسے کہ جسم کے لئے تحیز یعنے جسم کا کسی نہ کسی قدر خلاء کو گھیرنا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلا کے گھیرے ہوئے پایا جائے +

جسم کی قسم کشش عام اور کشش اتصال اور قوت مدافعت پر ایک محققانہ بحث ۱۲

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جسکے منفک ہونے کو عقل جائز رکھتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہو کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آسکتا ہے۔ جیسے کہ اجسام کی عام کشش جسکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنی جس کشش کی وجہ سے کسی جسم کے ایک ہی جنس کے اجزاء فردہ یعنی ذرے جیسے لوہے کے مثلاً باہم ملے رہتے ہیں اور اُن کے ملنے کی وجہ سے جسم بنجاتا ہے اسی قسم کی اور صفات لے لیجئے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن اُن کے لئے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اُسکا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لئے یہ ممکن ہو

کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا اُن کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اگر ہم کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنی وہ نہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرا جسم اُسکو اسی طرح اس میں بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی کہ اگر ہم کسی جسم کو کششِ اتصال سے خالی تصور کریں اور اُسکی ذات کا باہم ملنا کسی دوسرے سبب سے مان لیں علاوہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کیساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتماع نقیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت سے وہ قوت مراد ہے جسکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ اُنکو ملنے سے روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجی قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اسکا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بننا ہی خیال میں نہیں آسکتا۔ تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت سے بغیر اس قوت کے مانے ہوئے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہوجائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قدرت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ بھلا بتلائیے اسی میں کونسی قباحت ہے کہ یہی اجزا فردہ (ذرات بسیط) جنکے اجسام میں موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کی شکلیں ایسی ہوں کہ اُن میں کچھ اُبھار پائے جاتے ہوں اور کسیقدر تجاویف یعنے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزا کے مجتمع ہونے کے وقت یہی اُبھار اُن گڑھوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہوں پس جب یہ گڑھے اُن اُبھاروں پر دباؤ پاکر نہ بیٹھتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پھیلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو جسم سیال یا از قسم گیس بنجاتا ہو اور جب یہ اُبھار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ برودت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جسم میں بمقدار دباؤ کے سختی آجاتی ہو اور ٹھوس جسم بنتا ہو

ـــہ گیس کی قسم کے وہ اجسام کہلاتے ہیں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۲ مترجم۔

اب اس موقع پر قوت مدافعت کی وجہ سے باہم ذرات کی مدافعت کے بجائے یہ علت بیان کی جا سکتی ہے کہ جب یہی گڑھے ایسے تنگ ہوتے ہیں جس میں کہ یہ اُبھار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہجاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سوراخ ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام متحد الجنس کو ذرات کے باہم ملے رہنے کی وجہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اُسی طرح عقل کے لئے اجسام مختلف الجنس کے باہم ملنے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے۔ مراد اس علت سے اجزار فروہ (ذرات بسیطہ) میں اُبھار اور خلا پائے جانے کی وجہ سے اس امر کا واقع ہونا ہے اور ظہور کی وجہ یہ ہے کہ یہ علت آپ لوگوں کی اُس علت سے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لئے بیان کی ہے یعنے یہ کہ یہ امر بذریعہ قوت کشش انصال کو انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ ہمنے پیشتر بیان کیا ہے اور جب کہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزار فروہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن وہ عقلی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم کچھ اُبھار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بخلاف اُن اجزار بسیطہ کے جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ میں اجزا فروہ (ذرات بسیطہ) میں اُبھار اور خلاء کے وجود کو مانتا ہوں اور اس پر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے وارد ہونے سے میں مامون نہیں ہوں میں نے تو صرف یہ دکھلانے کے لئے آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور نہ وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے

انکار کرتے ہیں یہانتک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قایم کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے وہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی رہ سکتی ہیں اور اُن سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اسلئے کہ عقل اُن سے نہ اُن کے موجود ہونے کو محال سمجھتی ہے اور نہ اُن سے اُن کے معدوم ہونے کو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیاء پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور داخل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُس نے اُنہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود رہنے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہانتک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدائے پاک بلا قوت کشش اتصال کے بھی اجزا فردہ (ذرات بسیطہ) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعہ سے ہو یا بلا وساطت کسی سبب کے ہر طرح پر قادر ہے اگرچہ وہ لوگ خدائے پاک کی عادت پر جو کہ اُس نے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہونگے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے یعنے اُس نے اپنی یہ عادت ٹھیرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اُسکے مسبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو اُن کے بارہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ اُن سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے اُس وقت جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُسکے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کی وجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور پھر آپ کے نزدیک اس مفارقت کے لئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین جب تک کہ اُن کے نزدیک امر واقعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی یہی کہتے ہیں

کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیطہ کی وضع کے متغیر ہو جانے سے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے سبب سے ہو اور جب اُن کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ خدا ہی کو پیدا کرنے سے ہے اور اُن[ف] اسباب کی نسبت جنہیں آپ اُسکے لئے موجب ٹھیراتے ہیں ؛

ف قوانین قدرت کا محض عادی اسباب ہونا اور سب کچھ حقیقت میں خدا ہی کے پیدا کرنے سے موجود ہونا ۱۲

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنی خدائے تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت وہ اُن کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کے لئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ اُن اشیاء کو اُن کے سبب کی جانب نسبت کرتے سنیں گے لیکن اُن کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ اُن اسباب کو اُن کے وجود میں بالطبع کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کرنے سے اُن کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس مسبب کو اُسکے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب[ع] کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹھیرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کرنے سے قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جسکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لئے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ

ع اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال جھنڈی دکھلانے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سبز سے برابر چلی آتی ہے تو اہالیان ریل نے جیسے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالعکس مقرر نہیں کر سکتے یا بغیر جھنڈی دکھلائے جانے کے ریل کو نہیں لا سکتے اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سُرخ جھنڈی سے ہمیشہ ریل رُکے گی۔ اور سبز سے آئے گی اور جب وہ اپنی اس عادت کو بدلنا چاہیں تو اس کے خلاف بھی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنی جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت ہوئے ہیں وہ جھنڈی کے مثل ہیں اور خدا نے اُنہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے موافق وہ اُسکے مسبب کو بھی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اسکے خلاف بھی کر دے چنانچہ جب وہ کسی مصلحت سے مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر پیدا کرتا ہے تو اسکو خرق عادت کہتے ہیں۔ جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹھیرائے گا اور ذی اختیار مانیگا اُسکو اسکے سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہو سکتی ۱۲ مترجم

میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے وہ اتنے دراز زمانہ کے ساتھ پابند ہونے
کے لئے مجبور نہیں ہے مثلاً جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بھگو یا جائے
تو بوجہ بھگو دینے کے اُسکے ذرات بسیطہ کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے چوٹ کھا کر
بڑھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اسکے چوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت
آ جائے گی۔ اور اُسکے لئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بطبعہ
مؤثر اور موجب ہے اور اتنا زمانہ لازمی ہے یہاں تک کہ بغیر اسکے یہ امر پورا ہی نہیں ہو سکتا
تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا تعالیٰ کے فعل سے
اس طرح پر حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کھا کر بڑھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے
اُسکے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایجاد کر دیا عام ہے کہ یہ بات اُسکے ذرات کی وضع کے
متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہمکو معلوم نہیں ہوئی اور
اس تبدیلی میں اس عرق نے بطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُسکے لئے موجب ہوا بات صرف یہ ہے
کہ خدا کی اس عرق میں بھگو دینے کے وقت اس تبدیلی پیدا کر دینے کی عادت جاری ہو گئی ہے
اور یہ زمانہ جس میں کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک
لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بھگونے کے اس تبدیلی
کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح اس قول کے بارے میں کہ آگ فلاں جسم کو
جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں چیز سے فلاں اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بطبعہ مؤثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان
اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے
ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے
بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں اُن آثار کے پیدا کرنے پر
قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط

کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم رکھ سکتا ہے ۔

جس چیز نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جس کا پیشتر بیان ہوا کہ اشیا میں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آمادہ کر دیا دو امر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قایم ہو چکیں کہ خدا اُن تمام اشیا کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد اور مستقل ہے پس اگر اشیا ان آثار کے وجود میں جو اُن سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع مؤثر مانی جائیں گی تو وہ اُن کے لئے ضرور خالق ٹھیریں گی حالانکہ خدائے عالم کے سوا کہ اُسی کا نام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس استحالہ پر دلیل قایم ہو چکی ہے خصوصًا جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط اور مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھ کر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُن کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اُن کا پیدا کرنے والا صاحب تدبیر پورے علم اور کامل ارادے والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیا کے لئے ثابت کرنا ایسی بات ہے جس کا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا مثال کے لئے آپ ایسے نبات کو لیجئے جس میں کہ عجیب عجیب چیزیں جیسے جڑ۔ تنہ۔ شاخیں۔ پتے۔ پھول۔ پھل۔ نسل بڑھنے کے اجزا اور تخم مع قسم قسم کی شکلوں طرح طرح کے رنگوں۔ ذائقوں اور خاصیتوں کے جسے دیکھ کر عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ پھر یہ پیدا کاہے سے ہوئیں۔ مٹی۔ پانی اور ہوا سے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمہ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں کہ یہ تمام چیزیں جن کے لئے اعلیٰ درجے کے علم۔ قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کر دی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لئے اُن کے ایجاد اور پیدایش کو وہی قدرت اور اعلیٰ درجے کے واقف کار خدائے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جس کی نسبت اُن کے نزدیک دلیل قایم ہو چکی ہے کہ اُسی نے عدم سے اصل مادہ کو گوناگون امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں مستقل اور متفرد ہونے سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو دوسرا سبب

ف سوا خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو مؤثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت ۱۲

اسکا یہ ہے کہ اُنہوں نے انہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اُس کی
حقیقت کو سوچا تو اُنہوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لئے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھیر
سکتیں کیونکہ اُن میں سے کوئی شئے ایسی نہیں پائی گئی جس کی نسبت عقل اس امر کی یقین
کرنے کو ضروری کر دے کہ فلاں اشیاء فلاں فلاں آثار کے لئے مقتضی ہونا چاہئیں ۔
مثلاً حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پانی کو جما دیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں
غور کیا جائے تو عقل کے لئے ان دونو چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقتضی
ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم حیز
کو مقتضی ہے (یعنی ہر جسم کسی نہ کسی قدر خلا کو ضرور گھیرے گا) اور یہ کہ دو جسم مقتضی ہیں کہ وہ
متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی حیز یعنی ایک ہی جگہ میں دونوں کا حلول نہیں ہو سکتا
مثلاً جب وہ آپ سے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں
نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دے سکتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ
آپ سے دریافت کرینگے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہو گئی اب آپ یہی کہیں گے
کہ حرارت قوت انفصالیہ کمزور کر دیتی ہے اور برودت اسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپ سے
پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ بتلائیے بہرحال اسی طرح چلے چلتے
کہاں تک چلیے گا آخرکار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجایش نہیں ملسکتی کہ اُن میں سے
ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کرنے والے نے خاص کر دیا ہے اسی وجہ
سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپ کو یہ بتلا دینگے کہ یہ تخصیص کرنے
والا وہی خدا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اُس نے
جس شئے کو جس شئے کے ساتھ چاہا خاص کر دیا کیونکہ اختیار کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب
باتوں کے وہ آپ سے کہیں گے کہ جب اشیاء مؤثر بالطبع نہ ٹھیریں اور تاثیر خدا ہی کے پیدا
کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لئے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہیں

ٹھیر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لحظہ میں جیسے کہ پلک مارنا یا اُس سے بھی کم
زمانہ میں اثر کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو
پہنچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کامل ہے حوادث کی قوتیں ایسی نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ اُسکے
کرنے میں اُسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہاں تک
کہ وہ جتنی ہی شدید ہوتی ہیں اُن کے عمل کرنے میں اُتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے اور جتنی
ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اُتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اُس
کی قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی محتاج ہوتی جیسے کہ اور قوے محتاج ہیں تو ہم دیکھتے کہ
وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جن میں کہ نہایت باریک صناعیاں بکثرت اشکال
تراکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ اُن کے بننے میں اُن مصنوعات کے بننے سے
زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جن میں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں
ہے اسلئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی مدت میں
نکل آتی ہے۔ اور دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت
میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا ممتد ہونا خدا کی مخلوقات
کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہمنے دی ہے اُس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا۔
پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس قول سے کہ ذی آثار اشیاء کا آثار کے لئے سبب
بنجانا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لئے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ
سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ اُن
سے خرق عادت پر دلالت کرنے والے واقعات کثیرہ کے بیان کرنیکا مطالبہ کریں کیونکہ وہ یہ
بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سببیت عادی ہے اور وہ زمانہ بھی شرط
عادی ہے اور خدا خلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا
خدا ہے سوا ے چند مخصوص حالتوں کے مثلاً کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے لئے اور

ف خدا قوانین فطرت (جنکا محض عادی اسباب ہونا ثابت ہے) خلاف کر سکتا ہے اور خرق عادت کا وقوع بعض مخصوص حالتوں میں ہوتا ہے جیسے کسی نبی کا معجزہ یا کسی ولی کی کرامت ۱۲

کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا کہ اُن کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا اُنھوں اپنے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم سے بچشم خود دیکھا ہے جبکہ اُنھوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور اُن کے ہاتھ پر
معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہوا مقدمہ متقرر ہو گیا اور
آپ لوگوں نے اُسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ اُسکی
انواع اور اُن عجیب و غریب صورتوں میں جن پر وہ مشتمل ہے اور اُن حیرت انگیز گوناگون
تبدیلیوں میں جو اُن میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے
کہ مادہ میں اُن امور کا قیام مادہ اور اُسکے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا اُن چیزوں
میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اُس خدا کے فعل سے
ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسکے
ساتھ چاہتا ہے اُس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اُسے متغیر کرتا ہے اور پھر
اُسکے اعمال بھی ایسے باعظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی اور اُس کی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اُس کو نہیں
پاسکتی اور نہ افکار اُسکو حاوی ہو سکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل
جائز رکھتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہنچ جائے اور اُس میں کیسی ہی اعلےٰ درجہ کی باریکی
اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اُس خدا کی عظمت اور اُسکی صفات کے کمال کے سامنے
بالکل ہیچ۔ بالکل آسان۔ اور ظاہر معلوم ہوگا۔ اُس پاک ذات کی عظمت کا کیا کہنا ہے اُس کا
تسلط عجیب کمال رکھتا ہے پیدایش اور ہر طرح کی تدبیر اُسی کے ہاتھ میں ہے اُسی ہر شئے
پر پوری قدرت حاصل ہے۔

پس اے مادہ کے قدیم ماننے والو اور اے میرے انسانی بھائیو کیا جب میں تمام کائنات کی حادث ہونے
اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کے واجب الوجود ہونے پر اتنے دلائل آپ لوگوں کے سامنے
قایم کر چکا تو کیا اسکے بعد بھی آپ مادہ کے قدیم ہونے پر اصرار کرینگے اور یہی کہے جائیں گے کہ مادہ

اہل سائنس کو اس بات سے متنبہ کرنا کہ اُن کے عقائد کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہے ۱۲

کے ذرات بسیط کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خدائے عالم کا جس نے کہ اپنے وجود پر روز روشن کے مثل کھلی کھلی دلیلیں قائم کردی ہیں انکار ہی کرتے رہینگے میں آپ کے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپ کی عقلیں مختل ہونے سے محفوظ رہیں اور آپ تمام اشیاء کو انصاف کی نگاہ سے دیکھیں میں بمقتضائے انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کریں اور سوچیں اور ان مغالطہ آمیز باتوں اور واہی تباہی شبہوں سے دھوکا نہ کھائیں جنکی وجہ سے خدانخواستہ آپکو سخت مصیبت اُٹھانا پڑے کیونکہ زندگی کی مدت بہت ہی تھوڑی ہے چند روز میں گذر جائیگی اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کہتے ہیں اُسکے صحیح ہونے کی صورت میں آپکو اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد سخت ہولناک چیزوں سے سامنا پڑیگا اُسوقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس کرنا پڑیگا اور عاقل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ جسکا واقع ہونا ذرا مشکل ہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ اگر کسی شی کا وقوع بالکل آسان بھی ہو اور اُسکے وجود میں آجانے کی امید بھی پائی جاتی ہو۔

ف اہل اسلام اور اہل سائنس کی حالت کو ایسے دو شخصوں کی مثال فرض کرکے دکھلایا ہے ایک قصر میں داخل ہوئے اور ہر ایک نے جداگانہ رائے قائم کی ۱۲

بھلا اپنے اور پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا بھی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی مثال اُن کے ساتھ اُن دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوئے ہوں جس میں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشستگاہیں پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور جنگلوں سے آراستہ ہو اُسکے برآمدے اور ڈیوڑھیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش بچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں نہایت بیش قیمت برتن اُسکے چاروں طرف قرینہ سے رکھے ہوں مختلف گھڑیوں متعدد مقیاس الحرارت اور مقیاس الہوا کے ذریعہ سے اُسکی دیواروں کی زیبایش کی گئی ہو اُس میں بود و باش کرنیکے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اُسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں نظر آتی ہوں گرداگرد ایسی چمن بندی کی گئی ہو جس میں درختوں کا

صف باندھکر ایستادہ ہونا نگاہوں کو بہت خوش آئند معلوم ہوتا ہو قسم قسم کے پھولوں کی کیاریاں
موقع موقع سے بنائی گئی ہوں اُسکی نہروں اور جدولوں میں پانی شوخی سے بہ رہا ہو۔ اُسکی مستحکم
بنی ہوئی حوضیں لبالب بھری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انھیں
دیکھے یہی کہے کہ فلان چیز فلان حکمت پر مبنی ہے۔ اس چیز سے یہ فائدہ ہو اسکا بنانے والا کیسا
ذی اختیار اور مدبر تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے بنائی اور جس شے کے لیے جو مقام
تجویز کیا اُسکے لئے وہی مناسب تھا اب ایسے مقام پر پہنچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو
یہ کہنے لگا کہ ساری صناعی خود بخود تو ہو نہیں سکتی ضرور کسی بڑے صناع نے اُسکو بنایا اور اسکی
تمام اشیاء کو مستحکم کیا ہے صاحب اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ اسکا بنانیوالا ان ساری
صناعیوں پر خوب ہی قادر تھا اُسکے تالیف و ترتیب کے طریقوں سے بھی بڑی واقفیت رکھتا
تھا جب تو اُس نے انتہا درجہ کی حکمت کے موافق اسکو اسقدر منضبط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ
اُسکے تمام ہی لوازمات کامل طور پر اُسنے مہیا کر دیے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے
بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر آسایش میں مخل نہ ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب
ہے ہمنے اُسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہانتک رسائی ہوئی کہ ہم اُسکی حقیقت دریافت
کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور اُس میں علم۔ قدرت۔ تدبیر
حکمت وغیرہ ایسے اوصاف جنکی کہ اس کوٹھی کے بنانیمیں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری
نہیں کہ جس شے کے وجود کا اور اُسکے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اُسکو ہم نے اپنی آنکھوں سے
بھی دیکھ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی اثر ہمکو معلوم ہو جائے تو ہم یقیناً سمجھ لیں گے کہ وہ شے بھی ضرور
موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کوٹھی کے بنانے والے کے اثر کا (یعنی یہی کوٹھی اور جو جو صناعیاں
اُس میں پائی جاتی ہیں) دیکھ لینا اسکے بنانے والے اور اُسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لئے
بالکل کافی ہے اور عقل کی اس سے بخوبی تسکین ہو جاتی ہو پھر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کوٹھی کے ساز و
سامان میں اگرچہ بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھ میں نہیں آتی لیکن اُن میں بھی

کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی اگرچہ میں اُسکو دریافت نہیں کرسکا کیونکہ جن اشیاء کی حکمت میری سمجھ میں آگئی ہیں مینے اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھ سمجھ لیا ہو کہ اُسکا بنانے والا بڑا حکمت والا ہے تو اُس نے بلا کسی حکمت کی اُسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرا شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اسکے بنانیوالے کا تو مینے جو اعتقاد کرلیا میں نے تو اُسکو اپنی آنکھ سے اس کوٹھی کو بناتے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اُسکے وجود کا ہرگز اعتقاد نہ کرونگا اور نہ اُن صفات ہی کو مانونگا جنکا کہ تو نے اس کوٹھی کو دیکھ کر اُس کی نسبت اعتقاد کرلیا ہے لیکن ہاں اس کوٹھی کے اس استحکام کے ساتھ موجود ہونے کے لئے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ کہہ کر وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اُسکی نظر ایک پہاڑ پر جا پڑی جو اُس کوٹھی کے پاس ہی ایستادہ تھا اور اُسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ جاری تھا جسکا پانی اُس کوٹھی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھ کر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اُس شے کو دریافت کرلیا جس سے کہ یہ کوٹھی واقع میں بنی ہو اور جو اسکی اور جتنی اشیاء کہ اس میں پائی جاتی ہیں اُن سب کی حقیقی علت ہو اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی چوٹی سے اس قطعۂ زمین کی جانب جس میں یہ کوٹھی واقع ہے ہمیشہ زمانۂ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گذرا جیسے کہ یہ ہوا مٹی پتھروں کو پہاڑ سے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اُسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی رہیں اور بارش کا پانی ہمیشہ اُس میں کچھ تصرف کرتا رہا کبھی اُسکی شکل کچھ ہوگئی اور کبھی کچھ اس طرح کبھی وہ سب چیزیں مجتمع ہوگئیں اور کبھی پراگندہ اور اُن کی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہی گو کبھی یہ تبدیلی بد انتظامی کے ساتھ ہوئی اور کبھی انتظام کے ساتھ یہانتک کہ کروڑوں ہی برس کے زمانہ کے گذرنے کے بعد اس کوٹھی کی باقاعدہ صورت بنگئی جس میں کہ کمرے نشست گاہیں۔ دروازے جنگلے برآمدے راستہ۔ حوضیں اور نہریں سبھی کچھ پائی جاتی ہیں مٹی کے ڈھیلے اور پتھر بارش کے پانی سے جو مٹی گیلی ہوگئی تھی اسکی خاصیت کیوجہ سے جم گئے ہیں اسطرح پر اسقدر مستحکم اور مضبوط کوٹھی مع تمام صناعیوں کے تیار ہوگئی*

رہا نہروں کا جاری ہونا اُس کی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے ہمیشہ
پانی بہہ کر اس قصر کے صحن میں مختلف طریقوں سے جاری ہوا کیا کبھی بدانتظامی کے ساتھ اور کبھی
باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اُسکی مٹی گلتی رہی ہوا اور بارش کا اُسکے راستے میں اثر ہوتا رہا شدہ شدہ
لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گذرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں بنگئیں اور اُنہیں پانی
اس موجودہ انتظام کے ساتھ بہنے لگا اب اُسکے برتن فرش۔ گھڑیوں۔ اور مختلف قسم کے مقیاسوں
کو لیجئے۔ اُنکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ جو کبھی اس پہاڑ پر یا اس زمین میں اُترا تو قافلہ والوں
کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا اُن کو مختلف طرح پر اِدہر اُدھر منتقل کرتی رہی کبھی کوئی
چیز نزدیک آگئی کبھی دور چلی گئی۔ کبھی کوئی شے کمرہ کے اندر چلی آئی کبھی باہر ہوگئی خلاصہ یہہ کہ
کروڑوں برس کے زمانہ کے بعد یہانتک نوبت پہنچی کہ فرش باقاعدہ بچھ گئے برتن قطاروں میں
آراستہ ہوگئے گھڑیاں اور مختلف قسم کے مقیاس دیوار پر آویزاں ہوگئے یہی حالت اُن درختوں اور پھولوں
کی ہوئی جو یہاں کی سیرگاہوں میں باقاعدہ لگے ہوئے ہیں اُن کے بیج ہوا میں اُڑکر یہانتک پہنچگئے
اور اس زمین پر جمکر اُگ آئے اور ہوا کی وجہ سے اِدہر اُدہر منتقل ہوتے ہوتے باقاعدہ طور پر آراستہ ہوگئے
حتے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر آنے لگے خلاصہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر سے کبھی کوئی
چیز اِدہر ہوئی کبھی اُدہر کبھی اُسکی صورت مناسب وضع پر ہوئی کبھی اُسکے خلاف اس طرح پر مختلف
صورتیں بدلا کیں یہانتک کہ ان اسباب نے اسکو موجودہ ساخت پر پہنچا دیا اور جب وہ (کوٹھی) استحکام اور
باقاعدگی کے اس مرتبہ کو پہنچ گئی تو اب اُس میں ہوا اور بارش کے مقابلہ کرنے کی پوری قوت آگئی
اسکی وجہ سے ان سب چیزوں میں جو تبدیلیاں اس سے پہلے واقع ہوا کرتی تھیں اب نہیں ہوتیں اور
اسکی وجہ یہی ہے کہ پہلے کی شکلوں میں اسقدر استحکام نہیں آیا تھا جتنا کہ اب موجود ہے اور میرے
نزدیک اس کوٹھی کا مع ساری سازوسامان کے انہیں اسباب مذکورہ کی وجہ سے موجود اور مرتب
ہوجانا کچھ مستبعد نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں اگرچہ نہ کچھ عقل ہے اور نہ علم اور نہ وہ دونوں کوئی کام
اپنے قصد اور ارادہ سے کرتے ہیں لیکن اُن کی حرکات اور تصرفات کا بکثرت واقع ہونا اور اُن میں

فرق کا لگا تار پایا جانا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے کہ اس کوٹھی اور اسکے سارے سازوسامان کو
حالت موجودہ پر پہنچا دیا اور اس میں اسقدر استحکام آگیا اور میرے نزدیک اس بات کی دلیل کہ یہہ
کوٹھی کسی نے اپنے قصد سے نہیں بنائی اور نہ کسی حکمت کی اس میں رعایت کی گئی یہہ ہے کہ اسمیں
بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں ارادہ اور حکمت کا نام و نشان بھی نہیں معلوم ہوتا
پس اے اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والو ان دونو شخصوں میں سے پیروان محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی مثال تو پہلے شخص کی سی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے یہ تمام کائنات ایجاد کی ہے
وہ صاحب ارادہ ذی قدرت علم اور حکمت رکھنے والا خدا ہے اگرچہ یہانتک اُن کی رسائی نہیں
ہوئی کہ خدا کو وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے لیکن اُسکے مصنوعات کو دیکھ کر انہوں نے اسکے وجود اور
اُسکے صفات پر استدلال کر لیا اور اگر کہیں اُسکی کسی مصنوعات کی حکمت اُنکی سمجھ میں نہیں آئی۔
تب بھی اُنہوں نے اس امر کو تسلیم کیا کہ اُس میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہم پر پوشیدہ
رہی ہے اور کیونکر نہ تسلیم کرتے وہ اسکی باقی مصنوعات میں بے انتہا حکمتیں مشاہدہ کر ہی چکے
تھے۔ اور دوسرے شخص کی مثال آپ لوگوں کی سی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مادہ کی حرکت
ہی نے تمام کائنات کو زمانہ دراز میں اسطرح پر بنایا ہے کہ وہ حرکت اجزا مادہ کی طرح طرح
کی صورتیں بدلتی رہی حتی کہ تمام کائنات موجودہ حالت پر پہنچ گئی اور انتخاب طبعی کے قانون کے
موافق وہ ایسے درجہ پر جا پہنچی جس پر کہ اُسکو قرار رہ سکے اور یہی قانون کائنات کے نظام کا
حافظ ہے اور یہی نہایت عمدہ اشیاء کو باقی رکھتا ہے اس عالم میں حکمت اور قصد کے نہ پائے جانے پر
آپ کا استدلال یہ ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن میں حکمت اور قصد کا نام و
نشان بھی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں لاکھوں حکمتوں سے جو اس امر کی کھُلی کھُلی شہادت
دے رہی ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا بڑا ہی ذی حکمت ہے غافل رہے ہے۔ پس ذرا غور تو کرو
کہ ان دونوں شخصوں میں سے کون اس امر کا مستحق ٹھیر سکتا ہے کہ عقول سلیمہ اُس کی بات مانیں
اور نفسانی تعصبات اور شیطانی خواہشات سے آزاد عقلیں اُسے تسلیم کریں۔ اے عقلمندو ایسا اندھیر

کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اُسکے ساتھ رو گردانی سے کام لیا جائے اور امر محسوس کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی اپنی ہٹ کیجائے ۔ اشرم اشرم ۔ ہم سب کی ہدایت کا خدا ہی مالک ہے جسے چاہے وہ ہدایت کرے اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر ۔ اُسکے تمام صفات کمال کیساتھ متصف ہونے پر تمام نقائص سے منزہ ہونے پر اور اس امر پر کہ مادہ ۔ مادیات اور جمیع کائنات کا پیدا کرنیوالا وہی خدا ہے آپ لوگوں کے لئے ایسے دلائل قایم کر چکا جن سے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آپکی عقلوں کی تسکین ہو جائیگی اور وہ دلائل آپ لوگوں کے لئے راہ ہدایت میں چلنے کا باعث ہو جائیں گی تو اسکے بعد مجھے آپ لوگوں سے کچھ اور عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں چند شبہے دیکھے ہیں کہ اگر آپ لوگ اُنکو قطعی دلائل سے دفع نہ کریں تو وہ آپ کے ایمان میں ضرور رخنہ اندازی کا باعث واقع ہوں اور اُنکا نتیجہ نہایت بُرا ہو لیکن ہاں اگر آپ لوگ اہتمام کے ساتھ حق تک پہنچنے کے طالب ہو جائیں اُن دلائل کو جو میں نے آپ لوگوں کے لئے قائم کی ہیں ۔ اپنے دلوں میں جگہ دیں اس خدا کی عظمت کو پیش نظر کر لیں طریق معرفت میں اپنے عجز کا اعتراف کریں اور تسلیم کر لیں کہ خدائے پاک اور اس کے تمام اعمال کے احاطہ کرنے سے ضرور ہم لوگ قاصر ہیں تو پھر یہ سارے شبہے ساقط ہو جائیں اور اس امر کا اعتقاد کر لینا کہ خدا موجود ہے اور اُسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے آپ لوگوں پر بالکل آسان ہو جائے اور ذرا بھی وقت نہ پڑے ۔ اب اُن شبہوں میں سے جو آپ لوگوں کی یعنی اہل سائنس کی کتابوں میں مذکور ہیں نہایت ہی مشہور شبہوں کو ذکر کرتا ہوں اور انشاء اللہ ثابت کر دونگا کہ وہ بالکل ہی لچر ہیں پس سُنئے پہلا شبہ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ کوئی شے موجود تو ہو لیکن نہ وہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو نہ جسم کی صورت ہو نہ کوئی ایسا مادہ ہو کہ کسی معقول صورت میں سمجھ میں آسکے نہ اُسکے مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے حصے ہو سکتے ہوں ۔ اسکا فعل تو اسی سے صادر ہوتا ہو لیکن اُسکے ساتھ متصل نہ ہو اور اس سے آپ کا مقصود خدائے پاک کی ذات ہے دوسرا شبہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آئے یعنے پہلے نہ ہو اور اس سے آپ کا

ف
ذات خداوندی
تمام عالم کو اُسکا
عدم محض سے پیدا
کر دینا اور اُسکی
مخلوقات میں اُسکا
حکم جاری ہونا وغیرہ
جو امور پہلے ثابت
کئے گئے اہل سائنس
کے اُن پر اعتراضات
اور اُنکے معقول
جوابات ۱۲

مقصود خدا ہو نا کپ کی ذات ہی دوسرا شبہ - آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آ جائے یعنے پہلے نہ ہو اور پھر موجود ہو جائے اور اس سے آپکا مطلب یہ ہے کہ مادہ کا عدم سے وجود میں آ جانا ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی تیسرا شبہ - آپ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نظام کائنات میں قصد اور حکمت کی رعایت ہوتی تو ہر شے میں قصد اور حکمت کے پورے پورے آثار موجود ہونا ضروری امر تھا حالانکہ عالم میں ایسی اشیاء بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قصد اور حکمت پر وہ منطبق نہیں ہوتیں بلکہ قصد اور حکمت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اس لئے علی وجہ الضرورت ہی اُن کا انطباق ہوگا یعنی تمام اشیاء میں جب قصد اور حکمت کے آثار ہماری سمجھ میں نہیں آتے تو بس یہی کہنا چاہیے کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں اب میں کہتا ہوں کہ سابق کی تمام بحث سے آپ اس بات کو جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو خدا ہی عالم اور اُسکی تمام صفات پر اسی کائنات سے استدلال کرتے ہیں اسواسطے کہ کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اُسکا خود بخود پایا جانا محال ہے اور یہ کائنات - عظمت عجیب صنعت - استحکام اور مضبوطی کے اعتبار سے ایسے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئی ہے کہ اُن سب پر حاوی ہو جانا اور سب کو احاطہ کر لینا انسانی عقل کا کام نہیں وہ اس سے بالکل عاجز ہے - پس اسوقت یہ کائنات اپنے پیدا کرنیوالے کی صفات اور خود اُس کی ذات کی عظمت پر اور اُسکی حکمت کے نہایت ہی عالی ہونے پر کہ جسکا حصر کر لینا ممکن ہی نہیں اور نہ افکار اُسکو حاوی ہو سکتی ہیں بہت اچھی طرح سے دلالت کرتی ہے اور انسانی عقل کا یہی خاصہ ہے کہ آثار کی عظمت سے مؤثر کی عظمت پر استدلال کیا کرتی ہے اور جسقدر کہ آثار عظیم ہوا کرتے ہیں اُسی قدر مؤثر کی عظمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ ہم اور آپ گذشتہ قوموں کی قدر و منزلت پر اُن کے آثار کی عظمت ہی دیکھکر استدلال کیا کرتے ہیں -

پھر اگر آپ علمی تحقیقات میں غور کریں اور جتنی چیزیں کہ آپ کو دریافت ہو چکی ہیں اُن اشیاء سے اُن کا مقابلہ کریں کہ جو اب تک معلوم نہیں ہو سکیں اور جنپر کہ اب تک پردہ پڑا ہوا ہے تو آپ کو

ف اہل سائنس کی کتب میں بکثرت ایسی اشیاء کے مذکور ہوئے ہیں جن کی حقیقت نامعلوم ہے اُن کے ادراک کی نسبت سے قاصر ہونے کا [illegible] ۱۲

معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں آپ کی معلومات بہت ہی کم ہیں حتی کہ جو نسبت ایک قطرہ کو
سمندر کے ساتھ یا ایک ذرہ کو ریگستان کیساتھ ہوتی ہے وہ بھی مشکل سے نکل سکیگی اور یہ ایسا دعوے
ہے کہ جسکا آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے ورنہ علم طب علم کیمیا علم تشریح۔ علم فزیالوجی (وہ علم جسمیں
اعضا حیوانات وغیرہ کے افعال اور حکم سے بحث ہوتی ہے) علم پاتھولوجی علم جیالوجی (علم طبقات
الارض) علم فلکیات علم کائنات جو اور جو اسکے علاوہ اور علوم ہیں جنمیں آپ لوگوں کو خوب مہارت
ہے اور جنکی کہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں کی جلدیں آپ لوگوں نے تالیف کر ڈالی ہیں اور انکے بیان میں آپنے
بڑی طوالت سے کام لیا ہے۔ ان سب علوم کو لیجئے ان کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے قریب قریب کوئی
صفحہ ایسا نہ ہوگا کہ جسمیں آپ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نہ پاتے ہوں کہ فلاں امر کی حقیقت ہمیشہ
نامعلوم رہی یا اس شے کی حقیقت کے کافی طور پر بیان کرنے تک علما کی رسائی نہ ہو سکی اور
انہوں نے بڑا اختلاف کیا۔ فلاں شے کے بارہ میں کوئی قطعی رائے قایم نہ ہو سکی۔ فلاں شے کا فعل
ہمیشہ مخفی رہا۔ فلاں شے کے فائدے کی اطلاع ہی نہ ہوئی علاوہ اسکے اسی طرح کی اور عبارتیں پکار
پکار کر کہہ رہی ہیں کہ کائنات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی حقیقت سے ناواقفیت کے
آپ لوگ خود قائل ہیں۔ اور آپ لوگ تو ہمیشہ ہی اسی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں کہ کسی طرح اشیائے
عالم کی حقیقتوں کو دریافت کریں چنانچہ آپ علمی مجالس میں برابر اشیاء کائنات کی نسبت اپنی اپنی
رائے ظاہر کرتے ہیں اور بہتیرے انکو اپنی رائے کی غلطی بھی جو انہوں نے ایک زمانہ صرف کر کے حقایق اشیاء
کی نسبت قایم کی تھی واضح ہو جایا کرتی ہے اور یہ ایک ایسی ظاہر بات ہے جس سے کوئی انکار
ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علما جو اس زمانہ میں تحقیقات علمیہ کے درپے رہتے ہیں اس امر سے
خوب واقف ہیں۔ اسکی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ جنکا کوئی شمار ہی نہیں اگر شاید آپ لوگ اس
امر سے انکار کریں اور بکثرت اشیاء سے اپنی ناواقفی اور اپنے علم کی قلت کا ہٹ دھرمی سے اقرار
نہ کریں تو میں آپ سے کہوں گا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کی
حقیقت سے جسے کہ آپ ہر دن دیکھتے اور چھوتے رہتے ہیں اب تک ناواقف ہیں اور آج تک فلسفی

دنیا میں مادہ کی حقیقت کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہوئی۔ حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے۔ اسی طرح دیکھنے سننے چکھنے۔ چھونے اور سونگھنے سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہوا کرتا ہے آجتک اسکی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کیونکر ادراک کر لیتا ہے غایت سے غایت آپ اس بارہ میں یہ کہیں گے کہ پٹھا اشیاء کی صورتوں کو دماغ تک پہنچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی ووافی بیان تو وہ آجتک پورے طور سے آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا اور نہ کبھی ہوگا)
اسی طرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کو لیجئے اُسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق یہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں باہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اُس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں اُنہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علی ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی و کافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور نہ شاید کبھی ہوگی۔

منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے قوانین فطرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر اُلٹی صورت مرتسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق نہ کر سکے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اُس سے یہ اعتراض رفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اس میں بہت بڑی گنجائش ہے اگر میں اُن تمام اشیاء کو جنمیں کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقفی کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفی اعلےٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اُس وقت آپ خدا کے

عالم کی عظمت کا اسکے آثار قدرت سے استدلال کرکے خیال باندہیں اور حقایق اشیاء کی نسبت
اپنی ناواقفی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر رکھیں تو انصاف حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس
خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور
شرم بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوند عالم کی حقیقت دریافت کرنے
کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اسکی مصنوعات میں سے ادنےٰ ادنےٰ چیزوں کی حقیقت سے
آپ ناواقف ہیں بقول شخصیکہ ؎ تو کار زمیں را نکو ساختی ـ کہ با آسمان نیز پرداختی
اور وجہ یہ ہے کہ جو شخص فرض کیجئے کہ ایک گھڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت کے دریافت
کرنے سے بھی عاجز ہے اور اسکا عجز ظاہر ہو گیا ہو تو اسکو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض
اس گھڑی کو دیکھ کر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکا کوئی بنانے والا ہے اسکے بنانے
والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گھڑی ہی
کو دیکھ کر بتلا سکتا ہوں کہ اسکے بنانے والے کی کیسی شکل وصورت ہے وہ سفید ہے یا سیاہ دراز
قد ہے یا پست قد۔ موٹا ہے یا دبلا۔ اسی طرح اور چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گھڑی دیکھ کر
اسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارتے ہوئے سنے گا یہی کہے گا کہ کیا
تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بیہودہ باتیں بکتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو سہی کہ اس گھڑی
کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اسکا
بنانا جانتا ہے اور اسکے بنانے پر اسکو قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گھڑی کے
دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے اور اسکی شکل و صورت کیسی
ہے محض گھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز یہ مقتضا نہیں ہو سکتا کہ اس سے یہ سب کچھ بھی معلوم
ہو جائے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ تو اسکے تمام پرزوں کی بھی پوری طور سے حقیقت نہ جان سکا
حالانکہ وہ تیرے سامنے موجود ہیں تو پھر اسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کے لئے
جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے ناحق اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے یہ امر نہایت بیجا اور سراسر

بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات
کو دیکھ کر اُسکے بنانے والے خدا کی حقیقت دریافت کر لیں گے بلکہ اس بات کو تو ہم بھی جانتے
ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اُس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس سے اُسکی
حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خواص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں
یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہو سکے جو اُن کے ساتھ موصوف ہو کر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں
کو تو اسبات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جا سکتی کہ جو اُن خواص مذکورہ کے ساتھ
موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو علیٰ ہذا القیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجودات
عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے
گئے ہوں۔ تو اسکے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اُسکے خیال کرنے کی قدرت
نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ بکثرت ایسے حقائق ہیں
کہ جنکو آپ پورے طور سے خیال نہیں کر سکتے اور پھر بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف
اس لیئے کہ اُن کے وجود پر دلیل قایم ہے اُن کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین
کر لینا کہ ایسی شے کا جو ان خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاس[1] تمثیل
سے ناشی اور اُسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم
میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے
گئے ہوں ظاہر ہوتا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی اشیا کہ مشاہدہ کیں اُن پر قیاس کر کے
یہ گمان کر لیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے اضداد کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے
اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض دھوکے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ بسا اوقات
یہ دلیل انسان کو دھوکا دیکر غلطی میں ڈال دیتی ہے یہانتک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری
شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اُس دوسری شے پر بوجہ کسی امر فارق کے کہ جسکی
اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہو سکتے اس وقت آپ لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے

[1] ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اُسکا حکم دریافت کرنا قیاس تمثیل کہلاتا ہے ۱۲ مترجم

کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے
تو کیا خرابی لازم آتی ہے اور اسکے ماننے سے کونسا امر مانع ہے۔ آپ لوگوں کا اُسکی حقیقت
کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالہ کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح اُن چیزوں پر جو مادی
عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اُس خدا کو قیاس کرنا کہ جس کی وجہ سے آپ نے یہ یقین
کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مغالطی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کی وجہ موجود ہے
اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھیر سکے
اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت کیا ہے اور کونسی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی
ہے کہ ہم اُس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اسکا جواب ہم سے سنئے کہ وہ شے اُسکے آثار قدرت
ہیں کہ جو اُسکے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اسکی کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس
خدا کو جسم مادۂ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منزہ مانیں تو ہم کہیں گے کہ اس کی اسلئے ضرورت
ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے
سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدائے سبحانہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر مادہ
یا مادی ہوگا یا اُس میں مادہ کے خواص پائے جائینگے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھیریگا۔
اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اسکا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمکو کوئی ایسی دلیل ملجائے جسکے ذریعہ سے ہم اُس خدا کی حقیقت
تک پہنچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ
کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہنچ جانا اور اُس کو دریافت
کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف
صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدائے سبحانہٗ غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور
انسانی عقلوں کا ادراک اُسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر
ہے کہ جو ادراک کی حیثیت سے پستی میں پڑا ہوا ایسی حقیقت کے دریافت کرنے تک کہ جو

انتہا درجہ عالی اور باعظمت ہو اُسکی رسائی ہونا ناممکن ہو اور اُن کی شریعت نے اُن کو سمجھا دیا ہو کہ اُس خدا کی جانب سے اُنکو اُسیقدر اُس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ اُسکے آثار قدرت سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہو ذی قدرت ہے صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام اُن صفات کے ساتھ موصوف ہو جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت دے چکے ہیں اور اُن کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہو اور اُن کی شریعت نے خدا تعالیٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ نہ جن کے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قایم ہے۔ اور نہ اُن کی نفی پر۔ اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات اُن کو بتلا دیے ہیں پس اُنہوں نے اُسکا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے اُن کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ اُس کے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اُسکو وہ اپنی عقلوں میں جیسا کہ وہ واقع میں ہے اُسکے خلاف نہ خیال کر لیں اور پھر قابل مذمت جہل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کرنے لگیں۔ چنانچہ بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز تیرے (یعنی انسان کے) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اُسکے خلاف ہے)

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت رکھنے والا ہو اُسی طرح اُسکے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور اُن عجائب و غرائب میں جو اُس میں پائے جاتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ اُن عجائب میں سے قدرتی دلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور اس میں تو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اُسکی مصنوعات میں سے بکثرت اشیاء کے سمجھنے اور اُن کی حقیقت دریافت کر لینے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کئے دیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت قوت کہربائی کی جانب منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کہربائی حرارت کیجانب

ے کل ما خطر ببالک فھو ہالک و اللہ بمعزل من ذلک ۱۲

اور حرارت روشنی کی جانب ۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت
میں ہے کہ اشیاء مذکورہ بعض بعض کی جانب کیونکر منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر سمجھ کر کیا آپ کسی عبارت
سے جسکو آپنے سمجھا ہے بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہو جائے میں تو کسی
طرح خیال نہیں کر سکتا کہ اس میں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں ہو غایت سے غایت آپ یہ
کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اس
تغیر کا واضح کر دینا اور اذہان کا اسکی حقیقت کو دریافت کر لینا پھر پہلے اور دوسرے انتقال میں اسیطرح
دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی
طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز
ہیں پس جب اُس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جن کی نسبت آپ لوگوں
کا عجز ظاہر ہو چکا ہے تو پھر اس میں آپ کو تعجب ہی کیا ہوتا ہے اگر آپ اس بات کو تصور نہ کر سکیں کہ
اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ
کر سکنا اُس شے کے فی نفسہ معدوم ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے
اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے
یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کسی وجہ سے موجود ہو جائے
کیونکہ جتنی چیزیں ہمنے مشاہدہ کیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہو گئی
ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا اسی واسطے ہم اسکے محال ہونے کا حکم
کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہوتے ہوئے مشاہدہ
نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسی کو عدم محض سے
کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اسکی قدرت
نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے
جو کہ قطعی الدلالت نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈالدیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا

ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر۔ خدا کی اعمال
کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو جدا رہا یہ تو دیکھ لیجئے کہ مقیس
اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

بھلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا جس نے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے
اس فرق کا کچھ ٹھکانا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ
لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیمیا میں بڑے فضل و کمال کے ہانکتے ہیں لیکن آج
تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر کی تحلیل کر لیتے یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جسمیں
کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اُس کی صورت ہوتی۔ اِن دونوں بسیط امروں
کے بنانے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپکا
قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں
تو کیا اسکے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اُس خدائے قادر کی ذات پاک
پر اور اپنے اعمال کو اُسکے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر آپ غور
سے کام لیں اور اپنے اعمال کو سوچیں تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں
اُن میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی جو اُس کے عناصر
کی جانب تحلیل کرتے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عنصروں سے ترکیب دیتے ہیں تو اسکو
دیکھئے۔ آپ کو یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ آپ نے تحلیل یا ترکیب میں اُنہیں اسباب سے کام لیا جو
خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور اُنہیں کو جاری کر دیا جن پر کہ آپ کو اطلاع حاصل ہو گئی کہ فلاں چیز
کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا جھاڑ دینا وغیرہ
یہانتک کہ اس طرح پر تحلیل یا ترکیب حاصل ہو گئی۔ باقی رہی عناصر کے متمیز ہو جانے کی حقیقت
اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں یا ذرات مادہ کے خاص طور پر مل جانے کی کیا حقیقت
ہے کہ جس سے شے مطلوب حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں

جیسے ہر عنصر کی تحلیل کر کے انکے ذرات بسیطہ نکال لینے مثلاً آکسیجن کو تحلیل کر کے اسکے ذرات بسیطہ نکال لینا

کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کر سکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کر سکیں کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو تحلیل کر کے بالکل جدا کر لیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی ہیں ملا کر ترکیب دے لیں اور اس سے آپ لوگوں کا صناعت اور عمل میں بھی عجز ظاہر ہو گیا جیسے کہ ادراک اور معرفت میں ظاہر ہو چکا ہے پس اے عقلمند و اکیا اسکے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اسکی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ مارتے رہو گے اور یہی حکم لگائے جاؤ گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا نہ کر سکے تو وہ خدا ئے قادر بھی اس سے عاجز رہیگا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ! باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا عجز ظاہر ہو چکا پھر بھی آپ ضد کیے ہیں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار کرنا چاہئے تھا جس پر کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کے نزدیک خدائے عالم کے وجود پر اسکی قدرت کے عجیب و غریب اور باعظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قایم ہو چکی۔ اور ان پر بحث و تدقیق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس خدائے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں ان کے قوائے ادراکیہ بالکل قاصر ہیں اس وجہ سے اس کی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کر لینا ان کے امکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود جو آثار قدرت کی دلالت سے ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے منتفی نہیں ہو سکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے ایمان لے آنے کے منافی ٹھیر سکتا ہے۔

پھر ان کے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا

اور اُسکے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اُسکو حادث کرنے کے لئے کسی شَے کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اُسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس احداث اور پیدا کرنیکی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہو کہ جو قطعی دلیل سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اُسکے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے اس میں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)۔

ف یہ کہنا غلط ہے کہ ایمان علم نہیں ہے کیونکہ ایمان تو علم کے اعلےٰ درجہ (یقین) کا نام ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادھے طور پر یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندھا دھند کسی بات کے مان لینے کا نام ہے اور ان بھولے بھالے عقلمندوں کو یہ پتہ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنے ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعے سے اُن ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو جنکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور منقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدائے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اُس نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے ادراک سے کہ اُس نے عدم محض سے عالم کو کیونکر پیدا کیا عجز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شَے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جسکے کہ نفس الامری وجود پر دلیل قایم ہو چکی ہے اُس شَے کے وجود

کے اعتقاد جازم کے منافی نہیں ہو سکتا پس اُن بعض لوگوں کا کیسا لچر خیال ہے - حق بات کے
بیان کرنے میں انھوں نے کیسی اپنی جہالت ظاہر کی ہے اور علم اور ایمان کے درمیان فرق
کرنے میں غلطی کھائی ہے یہ نہ سمجھ سکے کہ علم کی تمام انواع میں سے سب کامل نوع کو
ایمان کہتے ہیں - نا واقفی بھی کیا بری چیز ہے - خدا اس ناواقفی اور جہل کا ستیاناس کرے -
اور سنئیے کہ پھر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعات خداوندی میں طرح طرح کے اسرار
اور ایک سے ایک بڑھکر بیشمار حکمتیں مشاہدہ کیں اور روز بروز جو حکمتیں برسوں تک اُن پر مخفی
رہی تھیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں اس سے اُن کے نزدیک یہ بات اور بھی پایہ ثبوت
کو پہنچ گئی کہ یہ خدائے پاک بہت ہی بڑی حکمت والا ہے لوگوں کی عقلیں اُس کی حکمتوں
کو ہرگز حاوی نہیں ہوسکتیں اسکے بعد کائنات میں سے جب اُنھوں نے کسی شے کو مشاہدہ کیا کہ
جس کی حکمت اُن کو ظاہر نہ ہوئی تو اُنھوں نے اسکی نسبت یہ اعتقاد نہیں کیا کہ وہ شے محض
عبث اور بلا کسی حکمت کے پائی گئی بلکہ یہی کہنے لگے کہ اسکا پیدا کرنیوالا حکمت والا ہے اس
دلیل سے کہ ہم نے اُس کی کائنات میں اتنی حکمتیں مشاہدہ کی ہیں کہ جنکا شمار نہیں ہوسکتا -
اور اُن میں سے بہت سی ایسی حکمتیں ہیں کہ جو ہم پر مدتوں تک مخفی رہیں اور پھر اُسکے بعد ظاہر
ہوئیں پس اس شے کی نسبت بھی جس کی کہ حکمت ہمارے نزدیک ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہے
ہمیں یہی کہنا چاہئیے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے جو ہم پر مخفی رہ گئی ہے نہ یہ کہ وہ شے بلا
کسی حکمت کے پائی گئی اور اس بارہ میں جس امر سے کہ ہماری عقلوں کی تسکین ہوتی ہے
وہ یہ ہے کہ یہ خالق نہایت ہی عظمت والا ہے - چنانچہ ہم اُسکے صفات اسرار اور حکمتوں کی
عظمت اُس کی خلق میں دیکھتے ہی ہیں - اور انسانی عقلوں میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے
لیکن وہ اُس کی نسبت نہایت ہی حقیر ہیں اور اُسکی عظمت پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ
انسانی ادراک کی اُسکے مقابل میں کوئی ہستی نہیں پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے حق میں امر
صوابدید یہی ہے کہ آپ بھی اسی ستایا منصفانہ طریق پر جسپر کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں چلنا

اختیار کریں پس آپ لوگوں کی عقلیں اُن بے شمار حکمتوں کی وجہ سے کہ جو آپکے نزدیک ظاہر ہو چکی ہیں اور نیز اُن کی وجہ سے کہ جو برسوں تک آپ لوگوں پر مخفی رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں گی اس بات کو مان لیں گی کہ تمام کائنات حکمت پر مبنی ہے اور کوئی شے بھی حکمت سے خالی نہیں اور یہیں سے آپ لوگ یہانتک پہنچ جائیں گے اور سمجھنے لگیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شے اندھا دھند ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوئی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہو تو بجائے اسکے کہ آپ اسکو تمام کائنات کی بلا حکمت اور بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی دلیل ٹھیرائیں اور اسکو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنانے کے درپے ہوں آپ یہ کہینگے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہمکو ظاہر ہو چکی ہیں اُن پر قیاس کر کے ہمکو یہی حکم لگانا چاہئے کہ اس شے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔

اور اس بارہ میں جو شے آپ لوگوں کی عقلوں کو تسکین بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اُسکے بڑے بڑے اعمال ہیں اُن کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علو قدر کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی لحاظ رکھیں کہ انسانی عقلیں خدائے تعالےٰ اُسکے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور اُن کا ادراک اُسکے مقابل میں کسی شمار میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔ اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں جو آپ کو دھوکا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

پس اے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر اُن کیڑوں میں جو کہ بذریعہ مائکراسکوب (خوردبین) پانی کے ایک ذرہ سے قطرہ میں ہزاروں اور لاکھوں ہی نظر آتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجودیکہ اُن کو اپنی زندگی قایم

خدا کی مخلوقات کے مقابل میں انسان کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ہمارے مقابل میں خوردبین سے پانی میں نظر آنے والے کیڑوں کی ۱۲

رکھنے کے لئے جسقدر ادراک کی ضرورت پڑسکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں ان کے کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے۔ دیکھنے۔ سونگھنے۔ چکھنے اور چھوکر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ غذا کیونکر حاصل کرتا ہے اسکے اعضا رغذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں۔ دوران خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اسکے خیالات اور ادراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں یعنی یہ کہ دخانی کلیں کن اصول پر مبنی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں مختلف قسم کے کپڑے انسان کس طرح بنا کرتا ہے اسکی اشیا خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فوٹوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اس نے انکو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ لوہے اور باقی معدنیات کو اس نے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سوا ایسے عجیب وغریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور کلوں کے ہر ہر جزو میں کیا حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہو سکتے ہیں اور اسپر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور کیا وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری کلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بلیوں اور لوہے کے تاروں کے جو ان پہ لگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر ان کو اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اسکی عظمت پر استدلال کر لیا اور انسان کے بکثرت اعمال اور اسکے عمل کرنے کی کیفیت ان پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے اسکی مصنوعات کی بہت سی حکمتیں بھی دریافت کر لیں اور اس سے انہوں نے اسبات پر استدلال کر لیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیڑوں

میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہوگا کہ میں اتنے سے ادراک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اسکے
اعمال کی عظمت اور اسکی حکمت کی وسعت کے مقابل میں ذکر کرنا بھی نامناسب ہے اسکی حقیقت
کے ادراک کر لینے کا دعوے کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر
عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اُسکے وجود اُسکی
قدرت اُس کی حکمت کا یقین کروں اسلئے کہ میں نے اُسکے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی
مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اُسکے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز
کا اقرار کروں اور محض اس وجہ سے کہ میری عاجز فکر اُسکا تدارک نہ کر سکی اُسکے وجود سے انکار
نہ کروں۔ اور جب میں اُس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شئے کا مشاہدہ کروں جسکی حکمت
مجھ پر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اُسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے
کا اقرار کروں کیونکہ اُسکے اعمال کی بکثرت حکمتوں سے اُسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے
اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے لیکن میری فہم قاصر پر مخفی رہ گئی ہے پس
یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ اُن کے اوپر تار لگے ہوئے ہیں
تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب راستوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی
گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں حکمت مدنظر رکھی گئی
ہوگی اگرچہ وہ ہم پر مخفی ہے۔

پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اُس خدا کی عظمت اُسکے اعمال کی عظمت
اور اُسکے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسی کہ ان مانکرا سکوپی کیڑوں کے ادراکات کو
انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اُسکے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اُسکے ساتھ نسبت
ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خدا ہی کی
عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں۔ جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپکو نہایت عظیم
خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں سے ایک گمراہ اور مبتدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل
مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدا تعالیٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ
یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اُسکے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور
اُسپر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹھیرانے لگے۔ چنانچہ وہ اس بات کے قائل ہوگئے کہ انسان
کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اُسکا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل ہیں کہ خدا
کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مائکراسکوپی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ
حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی اُنہوں نے غفلت کی کہ خدا ایسے پاک ذات ہے جسنے کہ اُنہیں عدم
سے پیدا کیا ہے وہ اُنکا اور اُن کی جانوں کا علی الاطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی مملوک
چیز میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے وہ اپنی مملوک میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کرے لیکن
اُسکی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہوسکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ
پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ لیلے حالانکہ اُس میں ان مائکراسکوپی کیڑوں میں سے
ہزاروں ہی موجود ہوں اور وہ پھر اُسے آگ میں ڈالدے جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو
کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات اتنے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہونگے سب کے سب
بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہوجائیں تو کیا اس موقع پر کسی کے دل میں یہ بات گذر سکتی ہے کہ اس
بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بیچارے حیوانات پر ظلم کیا اور
کیا کوئی اس بادشاہ سے اس بارہ میں منازعت کرسکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز
اُن تمام جانداروں کا جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اس بارہ میں بادشاہ سے
سوا اُس شخص کے جو کہ خبطی اور ایسے امور سے ناحق تعرض کرنیکا عادی ہو جس میں کہ اُسکا کوئی بھی
ساتھ نہ دے اور کوئی منازعت نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت
اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار نعمتیں دیکر مالا مال کردیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا بطور
وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُسکی مہربانی اور احسان ہے یہانتک کہ اگر وہ یہ نعمتیں نہ دیتا اور

سی کی
نیزلہ
۱۲۶

سچا ہے اسکے طرح طرح کی مصیبتیں اُن پر مسلط کر دیتا تو یہ فعل بھی اُسکی جانب سے مستحسن ہی شمار ہوتا
اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے منازعت کرنے کا کسی کو حق نہیں وہ جو چاہے سو کرے
اور جو اُسکا ارادہ ہو وہ حکم کرے ۔

پس اے اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ کے واہی تباہی شبہے ساقط ہو گئے تو آپکو
چاہئے کہ جب آپ کے نفوس آپ سے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے منازعت کریں
آپ اُن سے کہدیجئے کہ ہماری انسانی عقلیں اس امر سے بالکل قاصر ہیں ۔ ہمکو اُسکی اُسی قدر معرفت
کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان
صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپ
نفوس اس بات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُس نے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کر دیا تو آپ اُن سے
کہدیجئے کہ ہم نے خدا کے تمام اعمال کو تو جانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ اُن اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں
اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھ سکے وہاں یہ بھی سہی اور ہم لوگوں کا اُسکو تصور نہ کر سکنا اس کا
مقتضی نہیں ہے کہ ہم اُسکا انکار کر دیں ۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جسکی حکمت
آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ کو یہ کہدینا چاہئے کہ عالم کا بنانیوالا حکیم ہے کیونکہ اُسکی مصنوعات میں بکثرت
حکمتیں ہم دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ اُس میں کوئی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سکنا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں
ہو سکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے
انکار کر دیں اور اندھا دھند ضرورت کو مان لیں کہ اُسی سے سب چیزیں ہو جاتی ہیں ۔ خدا ہم کو
اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے آخرت میں نجات ملے ۔ آمین ۔

ف اے اہل سائنس یہانتک تو میں نے آپ کے ساتھ عالم اور اُسکے تمام نوعات کے حدوث
ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قایم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جس نے عالم کو عدم سے
ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھ جو اُسکی ذات کے شایان ہیں موصوف ہے اور نیز

ف اہل سائنس اگر اسلامی دین کے معتقد ہو جاویں تو وہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اسی خیال کے موافق اسلامی [illegible] پر بھی بیان کر سکتے ہیں گو بعض علماء ہی کے قول کے موافق ہو اور اتنا بھی اُن کی نجات کو کافی ہو سکتا ہے ۱۲

آپ کے بہت ہی مشہور شبہوں کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب میں سے چند
چیزوں میں اور گفتگو باقی ہے اور وہ گفتگو چار مہم مسئلوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سماوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو
ہے یعنے پہلے ایتھر کے اجزاء سے ایک بہت چھوٹے چھوٹے غیر قابل قسمت ذرے بنے پھر ان سے
آفتاب بنگیا اسکے بعد آفتاب سے تمام ستارے جدا ہونے لگے چنانچہ منجملہ اسکے ہماری زمین بھی
ہے پھر اس زمین میں عناصر بنے اسکے بعد معدنیات پیدا ہوئیں اور بکون (قول بعض برتو بلاسم) بنا۔
پھر یہ ترقی کرنے لگا اور اس میں توالد و تناسل شروع ہوا یہانتک کہ ہوتے ہوتے اونے درجہ
کی نباتات یا حیوان تک پہنچ گیا۔ پھر یہ حیوان اور نباتات ان چار قوانین قدرت یعنی قانون نبات
قانون وراثت۔ قانون تنازع البقاء جسکے موافق قوی ضعیف کو ہلاک کرڈالتا ہے وغیرہ، اور قانون
انتخاب طبعی کے موافق برابر ترقی کرنے لگے اور طرح طرح کی انواع میں منقسم ہوتے رہے پھر ان
انواع سے اور انواع نکلنے اور پیدا ہونے لگیں یہانتک کہ وہ دونوں (یعنی نباتات حیوان)
حالت موجودہ تک پہنچ گئے اور یہ سب کچھ ذرات مادہ کی اضطراری حرکت اور انہیں قوانین
قدرت کی وجہ سے ہوتا رہا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انسان بھی منجملہ اور حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہے بطریق نشو کے پیدا
ہوا ہے خوبی اور عمدگی میں قانون انتخاب طبعی کے موافق ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہنچگیا
اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے اسلئے کچھ بعید نہیں کہ وہ اور بندر دونو
ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر ترقی کر کے اپنی اصل پر فوقیت لیگیا ہو۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیات اور انسانی عقل صرف مادہ کے ذرات متحرکہ اور اسکے عناصر ممتزجہ کے
باہم تاثیر اور تاثر کے آثار میں سے ایک خاص قسم کے ظہور کا نام ہے اگرچہ اصل مادہ حیات اور
ادراک دونوں سے خالی تھا اور یہ کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں کے ساتھ صرف مقدار
میں مخالفت رکھتی ہے حقیقت کے اعتبار سے اس میں اور دیگر حیوانات کی عقل میں کوئی فرق نہیں ہے

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آپ لوگ شریعت کے باقی مسئلوں کے جیسے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا آسمانوں کا موجود ہونا وغیرہ انکار کرتے ہیں اور آپ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپ کے علوم میں اس قسم کے مسائل کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی بلکہ بعض کو تو آپ کے علوم رد کرتے ہیں اور ان کے محال ہونے پر دال ہیں۔

اب انشاء اللہ میں آپ کے ساتھ ان مسائل میں بتوفیق خداوندی گفتگو کرتا ہوں یعنی ان مسائل میں آپ سے گفتگو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے میں دو مقدمے بیان کرلوں۔

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جو نصوص اور اقوال شریعت میں وارد ہوتے ہیں اور جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں بھروسہ کیا جاتا ہے جیسا کہ انپر اعمال اور احکام کے بارہ میں بھی بھروسہ ہوتا ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہیں ایک متواتر۔ دوسرے مشہور متواتر اسے کہتے ہیں جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے جنسے کہ اسکے شریعت میں وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعی طور پر ثابت ہو۔

اور مشہور وہ ہے جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائی جانے کی وجہ سے جن سے کہ قلب کو اسکے وارد ہونے کا اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب قریب یقینی کے ہو اور اسکا مرتبہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے۔ پھر متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہوگا جسکے سوا کسی اور معنے پر دلالت کرنے کا اس میں احتمال ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنے کی طرف نہیں پھیرا جا سکتا اور اس میں تاویل نہیں ہو سکتی یہ قسم شریعت میں جتنے مقامات پر کہ وارد ہوئی ہے ان میں سے کہیں بھی کوئی قطعی دلیل عقلی اسکے معنے کی مناقض نہیں واقع ہوئی اس قسم کا نام ہم متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہوگا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اسکی دلالت ہو لیکن اس میں کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو۔ یہ قسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اسطور پر بھی واقع ہوئی ہے کہ قطعی دلیل عقلی اسکے ظاہری معنے کی مناقض ہے اسکا نام ہم ظاہر المعنے رکھے لیتے ہیں۔ پھر سنئے کہ شریعت

ف پہلا مقدمہ اس امر کے بیان میں کہ اہل اسلام متواتر اور مشہور نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں اعتماد کرتے ہیں [illegible] ١٢

محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنی متعین کی
تصدیق کرنا ضروری ہے اور اُسکے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اُس کے معنی کی تکذیب کرنا موجب
کفر ہے یعنے اسلامی دین سے خارج ہو جانے کو مستلزم ہے۔ اُس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے
معنے کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ تاویل کا اُس میں احتمال ہی نہیں اور نہ کوئی
قطعی دلیل عقلی اس کی مناقض ہے یہاں تک کہ اُسکی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر
وہ نص متعین المعنے مشہور ہے تب بھی اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنے کی تصدیق کرنا ضروری
ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُس کے معنے کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں
شمار ہوتا ہے اُسکی تاویل کرنا اور اُسکو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اُسی دلیل سے ناجائز
ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ
اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُس کے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے
وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُس کے معنی کی بلا کسی تاویل کے تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جبتک
کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے ظاہری معنے کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اُسکی تاویل کرنا بھی جائز
نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اُسکے ظاہری معنے سے دوسرے
معنے کی جانب احتمالی طور پر پھیرینگے اور اُسکی تاویل کرینگے اس طرح پر کہ اُس میں اور اُس امر میں
جسپر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موافقت ہو جائے۔ اگر نص ظاہر المعنی مشہور ہے تو اُسکا حکم بھی نص
ظاہر المعنی متواتر کا سا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اُسکے وارد ہونے کے انکار کرنے سے یا اُسکے
معنے کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ
نص متعین المعنی متواتر اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جسکے مناقض
عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اُسکی تاویل ہی جائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو
یا مشہور اُن میں سے بھی کسی کی تاویل کرنا اور اُسکے ظاہری اور متبادر معنے سے کسی دوسرے
معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اُسکے

ظاہری معنی کے خلاف قایم ہوجائے اُس وقت بیشک اُسکی تاویل جائز ہے کیونکہ اُس کے متبادر معنی کے اعتقاد پر جمے رہنا اور اِس امر کو جس پر کہ قطعی دلیل دلالت کرتی ہے چھوڑ دینا اصل اور بنیاد ہی کو گرا دینا ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اُس رسول کی جس نے کہ یہ تمام نصوص شرعیہ بتلائی ہیں رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم رسول کے دعوے رسالت میں صادق ہونے پر استدلال نہ کرسکتے۔

پس جب یہ اصل ہی منہدم ہوجائیگی تو فرع کا بھی لامحالہ انہدام ہوجائیگا پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا نقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا ہی اور یہ خلاف مقصود ہے اسلئے ہر نص ظاہر المعنی کا جبکہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے مناقض ہو یہی حکم ہے یعنے اُس میں تاویل کی جائیگی اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی بکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی میں آیت لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور مواقف میں بھی ہو)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر ذوالقرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے "حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ" یعنی یہانتک کہ جب (سکندر ذوالقرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اُس نے اُسے ایک دلدل والے چشمہ میں ڈوبتا پایا۔ پس اس نص متواتر کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبا کرتا ہے۔ پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری معنی کے خلاف اور مناقض نہ قائم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں اسی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اُس کی تاویل جائز نہ ہوتی اور اُسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اس بات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسلئے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اس بات پر قایم ہوچکی ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سماجانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں محال ہے اور علاوہ اسکے اس بات پر بھی عقلی قطعی دلیل قایم ہوچکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اس وقت اس نص کی احتمالی

ق حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ... [illegible] ظاہری ... عقلی قطعی دلیل سے معارض ہیں ۱۲

طور پر تاویل کرنا اور اُسکو اُسکے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اللہ ہی اپنی مراد کو
خوب جانتا ہے لیکن مثلاً یوں کہا جائیگا کہ ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ مطلب ہو کہ ذوالقرنین
جب مغرب کے شہروں میں سے اُس مقام پر پہنچا تو اُسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے
آفتاب ایک دلدل والے چشمہ میں غروب ہو رہا ہے کیونکہ جو شخص مغربی بلاد کے سواحل پر
آفتاب کی جانب نظر کرے گا تو اُسکے خیال میں یہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جو اُن
بلاد کو گھیرے ہوئے ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کیچڑ اور تاریکی بھی
بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گرمی بھی بہت ہے اور یہ اُس جانب اشارہ ہے کہ زمین کے
مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اُسکو مغربی افریقیہ کا کنارہ کہیں یا مغربی
امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقۃً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب
ہوتا ہے (یہ تاویل تفسیر رازی۔ جلالین۔ اور تفسیر کواشی سے ماخوذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی
الحنبلی نے کتاب عجائب المخلوقات میں نقل کیا ہے اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہدیا ہے
کہ آفتاب حقیقۃً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹھکانے بات ہے اور امر یقینی کے
بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی تہمتوں سے بالکل مبرا ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع
کرنے کے اور کوئی صورت باقی نہیں ہی ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اس طرح پر تو لوگ بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا
میں ڈوبتے ہوئے پایا اور فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے پیچھے۔ یا فلاں وادی میں ڈوبتے ہوئے
دیکھا حالانکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب
ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اُسی کو بیان کر دیا جائے
لیکن جب کوئی عقلی غیر قطعی یعنی ظنی دلیل شریعت کی کسی نص کے متبادر معنے کے مناقض واقع
ہو تو اُس نص کی تاویل کرنا اور اُسکو متبادر معنے کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راجع
کر دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُسکے ظاہری معنے کا اعتقاد کرنا اور اُسکو اپنی حالت ہی پر باقی رکھنا

ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اُس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر تو واضح ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہوسکتی ہے جو اپنے مدلول پر یقینی طور پر دلالت کرے اور اُس میں اپنے مدلول کی نقیض کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور ظنی دلیل عقلی اُسے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر رجحان کے ساتھ دال ہو اور اُس میں مدلول کی نقیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اسپر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اسی لئے ظنی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنے کے معارض بھی نہیں ٹھیر سکتی اور نہ اس دلیل ظنی کی وجہ سے نص کو اُسکے ظاہری معنے سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرائط جلنسے کہ وہ متواتر یا مشہور درجہ کو پہنچ جاتیں کامل طور پر نہیں پائی جاتیں اسلئے اُن کے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اسکا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اُسپر وجوباً اعتماد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی معتقدات کے بارے میں ان پر استقلالاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُسکے وارد ہونے کا ثبوت ظنی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اُسکے شریعت میں وارد ہونے یا اُسکے معنے کا منکر کافر نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ اصول کی کتابوں میں اسکی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتماد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عبادات کے بارے میں اُن پر اعتماد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اُس کو معارض نہ ہو اُسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک نوبت نہ پہنچ جائے خدا پناہ میں رکھے۔

ہاں جب آحاد کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جن سے اُسکی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اُس سے حاصل ہوسکے اُس وقت البتہ اسلامی معتقدات میں بھی اُسپر اعتماد کیا جاسکتا ہے

عـه العمل بالدلیل الظنی [illegible] بوجہ [illegible] واجب [illegible] معصیت ہوگا ۱۲

جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتقاد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصود ایسے امور کا بیان کرنا ہوا کرتا ہے جن سے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کی جانب ہدایت ہو۔ اُسکے موجود ہونے اُسکے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اُس کی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اُس کے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جائے جنسے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ معاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے۔ رہے علوم کائنات (طبعیات وغیرہ) کے مباحث اور اُن کا بتلانا جنسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو ارضی یا سماوی اشیا میں قایم ہیں اور اسی طرح کے اور امور۔ پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم کی معلومات ہیں جن کو سمجھدار لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کبھی تو ان سے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کبھی محض اُن کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کی جانب اول تو مقصودیت کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ اُن کی تفاصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کبھی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو بقدر ذکر کر دیا کرتی ہیں جنسے کو کہ ان کے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ اُن میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدایش کا۔ اُن کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع مخلوقات کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اُسکے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدائے عالم کے وجود پر اُسکے علم۔ قدرت۔ اور حکمت وغیرہ صفات کی ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بنجائے۔ اور کبھی کسی مقتضائی وجہ سے کہ جسکا مرجع ان کے مقاصد کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدموں کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعت محمدیہ میں جو نصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدائش

اور زمین کے انواع اقسام میں متنوع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہو وہ صرف ایسی نصوص ہیں جن میں کہ پیدایش اور زمین کی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وجہ اسکی وہی ہے جو ہم نے آپ سے بیان کی کہ اس قسم کی اشیا شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن ان مباحث میں سے شریعت میں اسیقدر مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالی آسمان کی جانب اُس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ دہواں تھا پس اُس نے اسکے سات آسمان بنا دیے (یعنی اللہ تعالی نے آسمان کی جانب اُس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانی کا بخار تھا جیسے کہ تفسیر جلالین میں مذکور ہے) اب پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی نہ کسی دلیل کے ساتھ تمسک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ مدت زمانی مقدار میں ہمارے چھ ایام کے برابر تھی کیونکہ اس وقت نہ تو آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ مذاق کی مباہج الفکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی آسمان اور زمین اور اُن کے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لحظہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قایم ہو چکے ہیں اور اُس نے جو صرف چھ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا اُس میں ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق اسکی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدایش کی کیفیت رسولوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کو

ف — تخلیق عالم کے بارہ میں جو نصوص شرعیہ وارد ہیں ان کا بیان اور نیز یہ کہ علماء نے ان سے کیا معانی بیان کئے اور کس قدر اعتقاد کافی ہے ۱۲

پہنچا کر انہیں سکھاوے کہ جلدی کرنے سے ٹھہر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ معلوم ہو کہ جلدی کرنے سے بھی وہ غلطی سے محفوظ رہیگا۔

انہیں نصوص میں سے ایک نص میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمانؔ اور زمین پہلے پیوستہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو شگافتہ کر دیا۔ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض نے اس نص کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ دونوں بالکل ایک شے متصل و احد کی طرح تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو جدا جدا کر دیا اور آسمانوں کو وہاں تک بلند کیا جہاں کہ وہ اب ہیں اور زمین کو اُسکی جگہ پر رہنے دیا۔ اسکو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے ایسے ہی عطاء و ضحاک اور حسن سے بھی منقول ہے اور یہی سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے۔ جیسے کہ جلالین کی حاشیہ جمل اور کلام رازی سے ماخوذ ہوتا ہے اور رازی نے اسکو وجوہ تاویل میں سب سے اولیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر سورۂ انبیاء میں انہوں نے بیان کیا۔ اور بعضوں نے اسکی دوسری بھی تفسیر کی ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نصوص شریعت سے یہ سمجھے ہیں کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی لیکن وہ بچھی ہوئی یعنی پھیلی ہوئی اور بود و باش کے قابل نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب متوجہ ہوا اور وہ اُسوقت تک ایک دھواں تھا۔ جو اسکے قبل پیدا ہو چکا تھا پھر اسکے ساتھ آسمان بنا دیے اسکے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پھیلا کر بود و باش کے قابل بنا دیا اور جو اس امر کا قائل ہوا اُس نے اس نص کی جسکا ظاہر اسکے خلاف تھا تاویل کر دی اور بعض یہ سمجھے کہ سب آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور جس نص کا ظاہر اسکے خلاف معلوم ہوا اُسکی انہوں نے تاویل کر دی۔ سورۂ فصلت کی تفسیر میں جمل نے اسکو خطیب سے اور خطیب نے رازی سے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد میں نے (مصنف حمیدیہ) اُس میں اسکو دیکھ بھی لیا۔ اور اس بارے میں ہر ایک نے ایسا طرز اختیار کیا ہے جو شریعت محمدیہ کے اصول کے موافق ہے۔ شریعت کی نصوص مذکورہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا اور انہیں آسمان دنیا یعنی اُس آسمان کے لیے جو زمین سے بہ نسبت اوروں کے

ؔ قرآن شریف میں اس مضمون کو یہ آیت ادا کرتی ہے۔ ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰہما ۱۲

قریب ہی) زینت بنادیا بعض نے تو یہ کہا کہ وہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں (یہ جمہور مفسرین کا قول ہے جیسا کہ وراق کی مباہج الفکر میں منقول ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آسمان سے نیچے زمین آسمان کے درمیان میں ہیں (اسکو سورۂ تکویر کی تفسیر میں قاضی منہاجی نے اپنی تفسیر الاسرار میں کلبی سے نقل کیا ہے اور بہجۃ النفس کے مصنف نے وہب سے نقل کیا ہے اور قرمانی نے اپنی کتاب مختصر الہیئۃ السنیہ میں مفسرین اور ان کے علاوہ اور علماء کی کثیر تعداد سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی شیخ مرعی الحنبلی مقدسی نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں بیان کیا اور ایک آحادی حدیث بھی نقل کی ہے جو اس امر پر دال ہے اسی طرح اس حدیث کو ابو جعفر محمد بن عبداللہ کسائی نے کتاب الملکوت میں ذکر کیا اور رازی نے تو کعب سے نقل کر کے سورۃ القدر کی تفسیر میں اس امر کو تصریحاً بیان کر دیا کہ آفتاب آسمانِ دنیا سے نیچے ہی ہے) اور اُن کا (ستاروں کا) آسمان دنیا کے لئے زینت ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ آسمان میں گڑے ہی ہوئے ہوں کیونکہ جائز ہے کہ اس کی زینت ہم لوگوں کے دیکھنے کے اعتبار سے ہو اگرچہ ستارے نیچے ہی کیوں نہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ (اللہ نے) چاند کو اُن میں (یعنے آسمانوں میں) نور بنا دیا ایسی تاویل کریں۔

بعضوں نے تو اسکو جسم[عہ] بتایا ہے جو کہ ان کا حامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کی حرکت کا مدار ہے یعنے وہ خلا[عہ] جس میں کہ وہ چلتے ہیں (یہ ضحاک کا قول ہے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اور نصوص اس امر پر دال ہیں کہ آسمان موجود ہیں اور یہ کہ وہ ستاروں کے علاوہ ہیں جیسا کہ گذشتہ نصوص سے سمجھا جاتا ہے اور آگے بھی اس موقع پر جہاں کہ آپ اُن چیزوں کے بارے میں گفتگو ہوگی جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اور آپ اُن سے انکار کرتے ہیں۔ اسکا بیان آتا ہے اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور تو اسی بات پر ہیں کہ آسمان ہمکو نظر آتے ہیں

عہ پس ان لوگوں نے افلاک اور سمٰوٰت کو ایک سمجھا ہے اور جسمانی مانا ہے۔ عہ ان لوگوں نے افلاک کو سمٰوٰت کا مغائر مانا ہے کہ سمٰوٰت کا وجود تو جسمانی ہے اور افلاک کا وجود خیالی یا سطحی ۱۲

اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نہیں دکھلائی دیتے اور جو کچھ کہ نظر آتا ہے وہ ہوا ہے (عجائب المخلوقات میں قاضی ابوبکر بن عربی سے یہی نقل کیا ہے اور شاید وہ اُس نص کی جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظر آتے ہیں کوئی مناسب تاویل کردیں)

آسمان و زمین اور ستاروں کے پیدایش کے اعتقاد کے بارے میں جن نصوص شرعی پر کہ اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نیز اُن نصوص کے معانی کے سمجھنے میں جو علماء کے اقوال ہیں۔ ان سب کا یہ خلاصہ ہے باقی رہی اُن کی پیدایش کی تفصیل یا آفتاب۔ ستاروں اور زمین کے رفتہ رفتہ بننے کی کیفیات جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے کہ سب کی اصل مادہ کے غیر منقسم ذرات ہیں پھر اُن سے آفتاب بنا اُسکے بعد اُس سے ستارے جدا ہونا شروع ہوئے چنانچہ انہیں میں سے ہماری زمین ہے جس میں کہ متعدد قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جنکا کہ آپ لوگ اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں یا کسی دوسرے طریق پر اُن کی پیدایش ہوئی۔ اسکی نسبت شریعت محمدیہ نے کچھ تصریح نہیں کی اور نہ اسکی نصوص میں سے کسی نص سے آپ کی تحقیق کا نفیاً یا اثباتاً پتہ چلتا ہے لیکن ہاں قرآن شریف کی عبارت سے اشارتاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بحث کرنا کچھ اچھا نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے وقت ان کو حاضر نہیں کر لیا تھا۔

اور جب ہم اُن تفصیلوں میں جنہیں آپ لوگ آفتاب۔ ستاروں۔ اور زمین کے تدریجی طور پر بننے کے بارے میں ذکر کیا کرتے ہیں انصاف کی نظر سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں آپ کے بیانات کو تامل کی نگاہ سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسی طریق سے جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں عالم کو پیدا کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقے سے پیدا کر دیا ہو۔ کیونکہ جب تک یہ تخمینی باتیں گمان کے درجے پر ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے اعتقاد

سے شاید یہ تاویل کر سکیں کہ نظر آنے سے مراد غور کرنا لیا جاوے جیسے جہاں یہ وارد ہوا ہے۔ کیا تم آسمانوں کو دیکھتے نہیں انکو بننے کے جاتے ہیں کیا تم آسمانوں میں غور نہیں کرتے ۱۲ مترجم

ما اشہدتہم خلق السموٰت والارض ۱۲

میں اُن کا ہرگز یقین نہیں کر سکتے اور اُن کے لئے اُسی قدر کافی ہے جتنا کہ اُن کی شریعت میں
اس بارے میں وارد ہوا ہے اور اُس سے جو کچھ اُن کی شریعت کے علماء سمجھے ہیں ہاں جب
یہی امور قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائیں جن میں کہ نقیض کا احتمال نہ ہو اور عقل کو اُن کے
ترک کرنے کی گنجائش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے) اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
عقلیں اُن کو مان لیں تو اُس وقت بیشک یہ لوگ اسکے قائل ہو جائیں گے یعنے اس اعتقاد کے
کہ اللہ تعالی نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اُس سے ستاروں اور زمین کو اُسی کیفیت سے جس کو کہ
آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت جنکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدایش کے بارے
میں قائل ہیں وہ محض اُن کے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر اُن میں کوئی بھی تاثیر نہیں
جیسا کہ وہ قوانین قدرت جنہیں کہ اللہ تعالی نے دیگر کائنات کی پیدایش کے لئے مقرر کیا ہے یعنی
نباتات مثلاً بذریعہ پانی - روشنی - اور مٹی کے بنجاتی ہے اور نباتات کے پیدا کر دینے میں انکو ذاتی
طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالی ہی ہے ہاں اُسکی عادت جاری ہو گئی ہے
کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت اُن کے مسببات کو بھی پیدا کر دیا کرتا ہے اور اُسوقت
یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئیں اُن میں سے کوئی بھی اُس طریقہ
پیدایش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کرنیوالے پر مخفی نہیں -

بہرحال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار کو دیکھ کر اُن کے موثر پر استدلال کرنا ہے
لئے اہل سائنس جب آپ اسلامی دین کو قبول کرلیں اور اس امر کے معتقد ہو جائیں کہ اللہ تعالی
کے پیدا کرنے سے مادہ حادث ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر
پر دلیل قایم کر دی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کرلیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے
لئے اسکا بیان آئندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اُس سے ستاروں
اور زمین کا جدا ہونا اُس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جاوے تب
بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی اُن نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے

میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اُس کے موافق جیسا کہ اُسے شریعت کے بعض علمار سمجھے ہیں اپنے اعتقاد کی تقریر کریں۔ پس اُس وقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اُسی کو مادۂ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اُس نے دخان یعنی دھوئیں سے موسوم کیا ہے جس کی تفسیر علمار نے پانی کے بخار کے ساتھ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم ذرّے ہیں جو خلا میں منتشر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیا یعنی مادۂ آسمان کو اُس مادہ سے متمیز کر لیا جس سے کہ اُسکا ارادہ آفتاب۔ ستارے اور زمین بنانے کا تھا (رتق اور فتق کی تفسیر میں ابن عباس اور اُن کے ساتھیوں سے جو کچھ منقول ہے اُسی کے موافق یہ تقریر چل سکتی ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے) اسکے بعد مادۂ آسمان کو اُس نے اشیا مذکورہ کے مادہ کے اوپر اٹھایا پھر اُس نے آفتاب بنایا اُس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا (یہ تقریر اُن کی قول کے موافق ہوسکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کواکب کے مدار کا نام ہے یعنی اُس خلار کا جس میں کہ وہ کواکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں) لیکن زمین جس وقت جدا ہوئی تھی وہ اُس وقت پھیلی ہوئی نہ تھی یعنی اس صورت پر نہ تھی کہ بود و باش کے قابل ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دھواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے ذرّے ہیں جو تمام خلار میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اُس نے اُسکے سات آسمان بنا دیے اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ کرّہ ہوا ہے (یہ تقریر ابوبکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے) پھر اُسکے بعد اُس نے زمین کو پھیلا دیا یعنے اُسکو بود و باش کے قابل بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں اور اس میں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ وہ خدا قادر ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم میں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب۔ ستارے اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعے جسکو اللہ تعالیٰ نے اُس میں رکھدیا ہے قایم ہیں اور یہ

بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا
مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علماء شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب
ستاروں۔ اور زمین کی پیدایش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا
اور اس طرح پر آپ کے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی
جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں
کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو جب تک کہ یہ تفصیل جس کے
کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اُس سے جدا ہونے کے بارے
میں قائل ہیں قطعی دلائل سے اُن کے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے
ہاں اگر قطعی ثبوت ملگیا تو بے شک اسکا التزام کرلیں گے ورنہ اعتقاد کے بارے میں انہیں
نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں اس بارے میں واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور اجمالی طور
پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علماء کی رائے کا اتباع کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالےٰ
کے حوالے کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب
اُن سے ایسے امر یا اسی کے مثل اور امور کی نسبت جن کی کہ اُن کی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی
ہو اور نہ اُن پر قطعی دلیلیں قایم ہو چکی ہوں بلکہ اُن کے دلائل ظنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ دیکھینگے
کہ وہ امور اُن کی شریعت کے منافی ہیں یا نہیں اگر وہ منافی ہوئے تو وہ اُن کو ترک کر دینگے اور ہرگز
اُن کے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں
اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر مظنون ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اس قدر ہے کہ تمام کائنات
حادث ہے اور اسلئے اسکے واسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے
اُسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اُسکو اُن انواع پر منقسم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کی جاتی
ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت

کائنات میں سے بعض کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی اسباب ہیں
جنکو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل
بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے
قادر ہے اور اسی قدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر۔ اُس کی قدرت علم اور تمام اُن صفات کیساتھ
موصوف ہونے پر جن پر کہ اُسکے آثار دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی ووافی ہے
پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاصکر زمین کے تین عالم یعنی معدنیات نباتات
اور حیوانات کے بننے کی جانب التفات کرینگے تو ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک یہ دونوں صورتیں
تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کو
بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُس نے ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جدا گانہ اور
مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس سے کہ اُس خلاق
اسکو دفعۃً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح پر بنایا ہو کہ اُس نے مادہ کو اُس کی ابتدا سے اس وقت
ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچا دیا ہو اور دفعۃً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے
ہر ایک عقلی ممکنات میں سے ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ
خدائے پاک فاعل مختار ہے جو طریق چاہے اختیار کر سکتا ہے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔
اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا
ہو یعنی اُس نے بسیط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اُسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر معادن یا سب سے
بسیط ذی حیات جسم (پرٹوپلاسم) تک پھر ادنے درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کر
پہنچا دیا ہو پھر اُسپر باقی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور بعض کو
باقی رکھا ہو اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب اُن قوانین قدرت کے موافق انجام
پایا ہو جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مادہ میں رکھدیا ہے اور اُنہیں کی وجہ سے ترقی ہونے لگی۔ اور
مختلف انواع بننے لگیں حتے کہ یہ تینوں عالم موجودہ انواع تک پہنچ گئے پس یہ دونوں صورتیں

یعنی طریق خلق اور طریق نشو جس حالت میں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب نسبت کیا جاوے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفاتِ کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ہیں اسی کو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مانی جاوے یعنے خواہ انواع ہی کو ابتدائی مخلوق مانا جاوے جس میں جنس کا وجود محض ذہنی و انتزاعی ٹھیریگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں سے متفرع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہنچتا ہوا کہا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود و صفاتِ کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی و وافی ہیں لیکن وہ نصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے کائنات ارض کی پیدایش کی بابت میں جو شریعت محمدیہ پر وارد ہوئی ہیں اُن کا خلاصہ یہی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیات کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اُس نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا اور یہ کہ اُسنے پراگندہ کیا یعنے پس سمجھنے کے زمین میں جانداروں کو پھیلا دیا اور یہ کہ اُس نے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ [illegible] سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی نر اور مادہ جیسا کہ تفسیر میں ہے)۔ اور یہ کہ اُس نے جوڑوں کو پیدا کیا ہے (یعنی تمام اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُس نے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) نر اور مادہ۔ اور یہ کہ اُس نے زمین میں ہر ایک ثمرات جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہ یہ احتمال ہے کہ اُن کی تفسیر طریقہ خلق کے موافق کی جاوے یا طریقہ نشو کے۔ اور اے اہل سائنس پہلے کی دو نصوص کے تو آپ لوگوں کا جدید قول کہ ذی حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے۔ اب رہیں باقی نصوص مذکورہ ان کے متبادر اور ظاہری معانی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنی اُس نے ہر نوع کو جداگانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے۔ عام ہے کہ اُس نے دفعۃً ایجاد کیا ہو

یا رفتہ رفتہ جیسا کہ یہ امر اس شخص پر مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب
کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہمانوں کے سامنے کھانے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اسکے
کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہر نوع کو مستقل طور پر طیار کیا اور اسے اپنے
مہمانوں کے سامنے پیش کیا رہا یہ امر کہ اسنے پہلے سارا کھانا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو پھر طباخی
کی صنعت کے موافق اسکو ترقی دے کر اس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنی ارادہ سے دور ہیں
اسکا دل میں خیال بھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے بعض آحادی نصوص کہ جو مدار اعتقاد
نہیں قرار پا سکتیں ان نصوص کے ظاہری معانی کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اس کی کوئی
ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیا
ہے خواہ دفعتہً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض آدمی آحادی نصوص میں (مسلم کی حدیث میں)
یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں سے جن میں کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا
کیا ہے درخت کو فلاں دن پیدا کیا۔ پھر اسکے بعد حیوانات کو فلاں دن پیدا کیا لیکن اس کے
سوا اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدایش درخت کے بعد ہے رہا یہ امر کہ ان
دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتہً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا پس بنا بر
نصوص مذکورہ کے بوجہ اس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت معارضہ دلیل عقلی قطعی
کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معانی متعینہ و معانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات ارض
کے تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے
بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں
پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اس نے دفعتہً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق ان قوانین
قدرت کے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر کیا ہے تو ان دونوں امروں میں سے وہ کسی کی
نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ ان کی شریعت میں کوئی ایسی

نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہو جائے اور حکم شریعت کے مقتضا کے موافق ان کو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کر کے اُسکے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کر لیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری اور متبادر معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو ان کو ان کی تاویل کرنے پر مضطر کرے قایم نہیں ہوئی[۱] اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال (یقینی) ساقط ہو جایا کرتا ہے خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑ کر ان دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔ اور جب تک یہ کیفیت رہے گی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُن کے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پھیرینگے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالی ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے اُنکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل[۲] کے ساتھ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کر دینا واجب ہوتا اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہی پس اے اہل سائنس اگر فرض کر لیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہنچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد اسپر ہے کہ کسی شے کے لئے سوا اللہ تعالی کے کوئی خالق نہیں ہے ہدایت ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ لوگ اِن نصوص کی تاویل کر لیں اور ان کو ان کے ظاہری معانی سے پھیر دیں اور اس طرح اُن کو طریق نشو کے جس پر کہ قطعی دلیلیں (بالفرض) قایم ہو چکی ہیں موافق بنا لیں اور اُسکے ساتھ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالی ہی کے پیدا کرنے سے ہیں اور جب یہ حالت ہو تو اس میں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالی کے وجود اور اُس کی قدرت علم اور حکمت کے کامل

ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز رہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈراے دیتا ہوں کہ آپ ظنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قایم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اسلئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہئے خدا ہی ہم سب کا ہادی ہے۔ کائنات ارض کی پیدایش کی نسبت جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کرکے تحریر کیا ہے اُس کی پیدایش کی نسبت میں مستقل طور پر گفتگو کرتا ہوں۔

ف پس میں کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی اُن نصوص میں سے جن پر انسان کی پیدایش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالی نے اُس کی پیدایش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اُس[ع۱] نے اُسی مٹی سے چپکتے ہوئے[ع۳] گارے سے نتھرے[ع۴] ہوے گارے سے سڑی[ع۵] ہوئی سیاہ مٹی سے ٹھیکرے[ع۶] کے مثل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اُس نے اُسے[ع۷] پانی سے پیدا کیا۔ پس پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علما (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنے خدا نے اُسکو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ[ع۸] تعالی نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدایش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے۔ اور وارد ہوا ہے کہ خدا[ع۹] نے پاک نے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اس سے اُس کی زوجہ (حوا) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ ان نصوص سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے

ف اُن نصوص کا بیان جن سے بظاہر نوع انسان کا بطریق خلق کے مستقل طور پر پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور اہل اسلام کو اُن نصوص کی تاویل کرنا ضروری نہیں جب تک کہ طریق نشو پر قطعی دلائل قایم نہ ہوجائیں ۱۲

ع۱ آیت یہ ہے بدا خلق الانسان من طین ۱۲ ع۲ آیت یہ ہے خلقہ من تراب ۱۲ ع۳ انا خلقناہم من طین لازب ۱۲ ع۴ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۱۲ ع۵ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون ۱۲ ع۶ خلق الانسان من صلصال کالفخار ۱۲ ع۷ واللہ خلق کل دابۃ من ماء ۱۲ ع۸ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ۱۲ ع۹ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء ۱۲

نہیں پیدا کیا اور نہ اسکو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نص جسکا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدایش مٹی سے شروع کی ہے اور بعض آحادی نصوص میں تو اسکی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدایش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آحادی گو بانفرادہا مدار اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گذری نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کردیں۔ علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادۂ بسیطہ ہو پھر اس نے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ برٹو پلاسم ہے پھر ادنی حیوان تک پھر اس کے بعد ترقی کرکے بندر تک پہنچا ہو پھر بندر سے انسانی بندر تک اور پھر اس سے ترقی کرکے انسان بنگیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرلیا ہو کہ انسان کی پیدایش کو اس نے مٹی سے شروع کیا ہے بلکہ اس کی حکمت کا تو مقتضا یہ تھا کہ ان تطورات اور ترقیات کی تشریح کرتا اور اس کی تفصیل بیان کرتا جیسے کہ اُسنے نسل انسان کی پیدایش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اس نے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی اسلئے کہ اُن کے باپوں کی غذا جس سے منی بنتی ہے اُسکی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنے کہ اُس (خدا نے) اُنھیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُن کے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اوروں کو اُن کے نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کی ٹکڑے سے پھر اسکے بعد انکو بچہ بناکر نکالا پس بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہٗ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت باوقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو اور انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بناکر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ

قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص
میں یہ امر صراحتہً مذکور نہیں کہ اللہ تعالٰے نے انسان کو مٹی سے دفعتہً پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا
اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کسی کے
ساتھ یقین نہیں کیا جا سکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آحادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی
ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدایش ہوئی ہے اور اُس پر ایک طویل زمانہ گذرا۔ اور
اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالیٰ کے اس
قول کی تفسیر میں کہ ثم[1] تو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پھیلنا شروع ہوئے یہ تصریح
کی ہے کہ انسان کی پیدایش مستقل طور پر ہوئی ادنیٰ حالت سے حالت موجودہ تک ترقی کر کے
نہیں پہنچا ہے اور اس بارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے
کسی امر کے اچانک اور دفعتہً واقع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت
فاذا الاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر تھا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالے
نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ کُن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا
ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان۔ پھر اسکے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی
مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا
ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی[2] سب کچھ بنگیا۔ یہ نہیں کہ اول اسکو نامی بنایا
ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتہً مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر ان انواع میں
اُسی ایک ہی قصد اور ارادہ سے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اخیرہ ہی کو مقصود
ٹھیرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے
اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تقریر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ
اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدایش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو

---

[1] خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۱۲ [2] نامی سے مراد وہ جسم ہے جس میں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم

کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے پس پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتماد ہے طریق نشو پر نہیں اور نہ اُن کو ان نصوص کی تاویل کرنا اور اُن کو اُن کے ظاہری معانی سے پھیرنا ہی جائز ہے مگر ہاں جب کوئی عقلی قطعی دلیل قایم ہو جائے جو اس بات پر دال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بطریق نشو ہی کے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اُسوقت البتہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کرنے پر مضطر ہو جائیں گے جیسا کہ اُن کے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تعارض کی حالت میں تطبیق وغیرہ کا قاعدہ ہے اور اسکے بعد بھی اس امر میں خفا نہیں کہ طریق نشو اگر اُن کے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشو وہ نہیں ہو سکتا جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں اس لئے کہ اگر اُن کے نزدیک نشو ثابت ہوگا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشو اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اس بات پر دلیل قایم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ موثر۔ رہے قوانین قدرت جن سے کہ وہ کام لیتا ہے وہ محض عادی اسباب ہیں۔ اُن میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو نشو آپ مانتے ہیں وہ آپ کے زعم کے اعتبار سے انہیں قوانین قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق نکل آیا۔

یہ بھی سن لیجئے کہ جو دلیلیں آپ اپنی کتابوں میں نشو پر ذکر کیا کرتے ہیں اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیلیں نہیں ہیں جن کی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہری نصوص کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں اور انہیں نشو کا قائل ہونا پڑے کیونکہ وہ سب ظنی دلیلیں ہیں جنکی بنیاد چند تخمینی چیزوں پر ہے۔ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معارض نہ ہو تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشو پیدا ہونے پر یقینی و قطعی دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی اعتقاد کر لیا جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام

کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اسکے سوا کسی کی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لیئے بغرض تطبیق ان نصوص کی تاویل کرنے اور انکو اُن کے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہینگے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈرائے دیتا ہوں کہ کہیں آپ ظنی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجیئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کر کے دلیلوں کو خوب جانچ لیجیئے اور پھر آگے قدم بڑھائیے لیکن اس وقت پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور کا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کہ وہ ہماری زمین کے علاوہ ہی پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ سُدّی ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) یہ قول کہ وہ سما (دنیا) میں پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہوگا اس لیئے کہ یہ دونوں قول طریق نشو کے موافق نہیں ہیں جس کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ اسی زمین میں ہوا ہے۔ پس آپ اُن میں سے بعض علماء (اور وہ منذر بن سعید بلاطی اور ایک بڑی جماعت کے لوگ ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) کے قول کے موافق اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جنتوں میں سے کسی جنت (باغ) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طور پر پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائینگے جسکی وجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اُس سے اُسکی زوجہ کو پیدا کیا اور اُن دونوں کو جنت میں ٹھیرایا۔ اور یہ جنت وہی مقام ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو مرنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے اور یہی جمہور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ پس آپ اُن میں سے بعض (اور وہ ابو القاسم بلخی اور ایک بہت بڑے مفسر ابو مسلم اصفہانی ہیں جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے) کے قول کو اختیار کر کے اس سے بھی خلاصی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ یہ جنت زمین ہی میں تھی اور اُن دونوں کا اُس سے اہباط یعنے اُتارنا ایک حصہ زمین سے دوسرے حصہ کی جانب منتقل ہونے پر محمول کیا جائے گا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں (دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہیں) واقع ہوا ہے
کہ تم سب شہر میں اُتر جاؤ یعنے شہر میں چلے جاؤ۔ اور اگر آپ کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر
کا یہ قول مشکل معلوم ہو (حالانکہ وہ کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ عقلاً ممکن ہے جو کہ خداوندی قدرت
کے تصرف میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اسی حیوان ہیڈرا کو دیکھئے اُسکے تین حصے کر دیے جاتے ہیں
اور اُن میں سے ہر حصہ ایک مستقل حیوان بنجاتا ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن ہم اپنے مقابل
کی آسانی کی غرض سے اُسی کے خیال کے موافق گفتگو کرتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان
(آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اُس سے اُسکی زوجہ (حوا) کو پیدا کیا یعنی اُس کی بائیں جانب کی
پسلیوں میں سے ایک پسلی سے کیونکہ اُن کی شریعت کی بعض آحادی نصوص میں یہ وارد ہوا
ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور نیز بعض جلیل القدر صحابہ نے اس امر کی تصریح بھی
کی ہے (اور وہ ابن مسعود اور ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں جیسا کہ
تفسیر ابی السعود میں ہے)، پس آپ اس سے بھی خلاصی حاصل کرنے کے لئے اس قول کو
مان سکتے ہیں جسکو کہ اُن میں سے بعض نے (ابو مسلم اصفہانی نے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے)
اختیار کیا ہے اور اس نص کی تاویل کر دی ہے جس میں یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان
اول سے اُسکی زوجہ کو پیدا کیا اور وہ تاویل یہ ہے کہ اُس کی زوجہ کو اُس سے پیدا کرنے سے مقصود
یہ ہے کہ اُس کی جنس سے پیدا کیا جیسا کہ اُس نے (خدا نے) دوسری نص میں کہا ہے (خدا نے)
تمہارے[عہ] نفسوں سے تمہاری ازواج کو بنایا۔ اور اس طریقہ سے آپ ایک قسم کی تاویل کر کے پیروان
محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء کے ساتھ موافق ہو سکتے ہیں اور اس سے آپ کی اسلامی
دین کے ساتھ ایسی مخالفت نہ ہو گی جس سے آپ اسکے پیروی کرنے والوں کی شمار سے خارج کر دیئے
جائیں اسلئے کہ آپ نے کسی ایسی نص کی تکذیب نہیں کی جو کہ مدار اعتقاد ہو اور نہ آپ نے پیروان
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جو کسی ایسے امر پر جسکا دین میں بالضرورت ہونا
معلوم ہو چکا ہو منعقد ہوا تھا غایت سے غایت آپ نے جو روش اختیار کی اُس میں آپ نے اکثروں

عہ وہ آیت یہ ہے اہبطوا مصراً ۱۲ عہ جعل لکم من انفسکم ازواجا ۱۲

کی مخالفت کی اور بعض کے موافق ہوئے اور عقلی و نقلی دلیل میں تطبیق دینے کے لئے آپنے
نصوص میں تاویل کرلی ہم سب کو خدا ہی سیدھا راستہ دکھلانے والا ہے۔

پھر سنئے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد کو بارے
میں اپنی شریعت کی ان نصوص کے ظاہری معانی پر جو کہ مدار اعتقاد قرار پاسکتی ہیں اعتماد کرتے
ہیں کیونکہ شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر عقلی ظنی دلیل اُن کے معارض واقع ہو
تو اُن کی تاویل نہیں کرتے اور نہ اُنکو اُن کے ظاہری معانی سے پھیرتے ہیں بلکہ جب عقلی
قطعی دلیل اُن کے معارض واقع ہوتی ہے اُس وقت اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں۔
اس تقریر سے دل میں یہ شبہ گذرتا ہے کہ آپ لوگوں کو اے اہل سائنس یہ کہنے کی شاید گنجایش
نکلے کہ ہم مانے لیتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نصوص متعین المعنی کے معانی
کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ اُن میں غیر ظاہری معنی کا
احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار
سے ظنی ہیں گو شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہو۔ پس دلالت کے اعتبار سے اُن ظنی دلیلوں
کے مساوی ہوگئیں کہ جو ہمارے نزدیک قایم ہوچکی ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ اُن نصوص کے
ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ
نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت ظنی ہے کیونکہ اُن میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد
لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن تخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنے
ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری سوائے اُس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کی جانب داعی
ہو پس بلا کسی ضرورت کے بعید معنے کے ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ
کے اعتبار سے خلل لازم آئیگا اور اصل کو چھوڑنا پڑیگا اور اس میں جو کچھ خرابیاں ہیں وہ کسی پر
مخفی نہیں۔ پس اسی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اجماع کرلیا ہے کہ ظاہری
معنے ہی پر اعتماد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اُس

صورت مے کہ جب کوئی ضرورت اُسکی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ امر داعی لفظ سے غیر ظاہر معنے مراد لینے کے لئے مثل قرینہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کی وجہ سے یہی دوسرے معنے ظاہر بنجاتے ہیں اسی طرح اُن کو اُن کی شریعت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کریں اور اُسکے خلاف سوا اُس صورت کے کہ کوئی داعی مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے انکو ظاہری معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہر معنی ہی کے معتقد رہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جسکا اُنہیں حکم دیا گیا تھا اور اُنپر کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اسکے بعد ظاہری معنے سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی و داعی ظاہر ہو گیا اور اُنہوں نے اُس نص کو اُس کے ظاہری معنے سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لانے والے ہوئے جسکی اُنہیں تکلیف دیگئی تھی اور اُن پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی اُن کی شریعت کا حکم ہے باقی رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول کے لئے مقتضی و داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہو گیا ہے اُسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑ دینے سے اس اصل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جسکے ذریعے سے اُن کے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کو چھوڑنے کو مستلزم ہے رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہری معنے کے چھوڑنے کے لئے اس وجہ سے مقتضی و داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑنے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اُس میں غلطی کا بھی احتمال موجود ہے۔ پس اگر وہ ظاہری معنے کو چھوڑ دیں اور اُس کے معتقد ہو جائیں جس پر کہ دلیل ظنی دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں اُن کے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اس وقت اُن کو شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھ سکتی کیونکہ اسوقت انکو ظاہری معنے سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ اُسوقت اُن کو ضرورت درپیش تھی جبکہ عقلی قطعی دلیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اتباع کرکے اپنی نصوص کے ظاہری معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقاد میں بے انتہا خبط لازم

آسے اور بڑی گڑبڑ مچ جائے کیونکہ لوگوں کے ظنون اور گمان بکثرت ہیں ہر شخص کچھ نہ کچھ ظن اور تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتماد کیا جاتا ہے پس امر صواب یہی ٹھیرا کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی اُن نصوص کے (کہ جنکا وارد ہونا یقینی ہے) ظاہری معانی کے ساتھ تمسک کریں اور محض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے اُن کو ظاہری معانی سے نہ پھیریں۔ خدا ہی ہدایت کرنے والا ہے۔ باقی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا جنکو آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں اُن کی کوئی دلیل موجود نہیں یا اُن کی رُو سے وہ قابل ترک ہیں اُن کی نسبت سنئے ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہو چکی ہیں بعض مسائل کی تو پوری تحقیق ہو چکی تاہم آئندہ موقع بموقع ہم تنبیہ کرتے جائینگے اور جو مسائل باقی ہیں بعون اللہ تعالیٰ اُن کی تحقیق کے لئے میں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکھائے دیتا ہوں کہ اُن میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سنئے میں بیان کرتا ہوں یہہ سب باتیں تو پہلے معلوم ہو چکی ہیں کہ مادۂ عالم پہلے نہ تھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جس نے اُسکو عدم سے پیدا کیا اور اُس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنا دیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان سب چیزوں کو نیست و نابود اور معدوم کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی حیوانات سے علیحدہ اور مستقل طور پر پیدا کیا اُس سے اُسکی عورت کو بنایا۔ اور دونوں کو ایک مکان میں جسکا نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جس چیز سے انہیں منع کیا تھا اُس کی مخالفت کی وجہ سے دونوں کو زمین پر اُتار دیا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضا و قدر سے ہوتا ہے یعنے وہ اُسے جانتا ہے اُسکا ارادہ کرتا ہے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُسی کے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُسکے سوا کوئی خالق نہیں اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے مسببات کو اسباب سے پیدا کر دیتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُسکے بعد

ف یعنی باقی شرعی مسائل کا بیان جن سے اہل سائنس انکار کرتے ہیں جیسے آسمان کا وجود وغیرہ اور جو عقل اور تحقیقات فلکی کے خلاف نہیں اور مسلمان اُن کو کیوں مانتے ہیں ۱۲

ہی مسبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثیر مشاہدہ کی جاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے
اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اُس کی قوت کی وجہ سے جو اُس میں
رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدائے سبحانہ موجود ہے۔ قدیم ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔ اُسکا معدوم
ہونا محال ہے۔ ایک ہی۔ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اسکے عالم میں جتنی چیزیں
ہیں وہ سب سے غنی ہے۔ کسی کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی محتاج ہیں۔ موجودات
میں سے وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُسکے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنیوالا
پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گذر چکیں یا آئندہ ہوں گی سب کو جاننا
ہے اُسکے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی
ہی بڑی کیوں نہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایان ہیں
موصوف ہے۔ تمام صفاتِ نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے مباحث
میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے
یقینی دلیل قایم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اُسکا اپنی صفات کے
ساتھ متصف ہونا اور بعض کو میں نے آپ کے علوم کے ساتھ جنکے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں
تطبیق دیدی اور اُسکے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر
چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اُس سے آپ اسلام کا اعتقاد
نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں بھی کی ہے وہ او نے غور کرنے
سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جا سکتی ہے اور تفصیلی گفتگو بکثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے
جسکا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر
ایک بہت بڑا جسم جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم جسکا نام عرش ہے پیدا کیا۔
اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُس نے

ایک بہت بڑا جسم جسکا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسلئے پیدا کیا تاکہ جتنی
ہونے والی چیزیں ہیں ثبت ہوں اور لکھی جائیں گو وہ اسکا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا
کی نعمتیں مل سکیں ایک بنائے ہوئے مکان میں ملیں گی جسکا نام جنت ہے اور دوسرے مکان
میں اُسکا عذاب ہوگا جسے جہنم کہتے ہیں ۔ زمین ۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب
لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونگے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کریگا پس میں کہتا
ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلاء ممتد کے تو قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت
ہی دور و دراز بُعد ہے جسکی وسعت کو سوچکر عقل حیران ہوجاتی ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب
اور ستارے اس خلاء دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعے سے قایم ہیں اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ
وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور موئید معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آفتاب
اور ستارے آسمان میں گڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلاء میں قایم ہیں اور اس خلاء میں جو انکا
مدار حرکت ہے وہی ان کا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا پس اس سے کونسی چیز مانع ہوسکتی ہے
کہ اسی خلاء دور و دراز میں ان ستاروں کے اوپر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور
وہ ساتوں آسمان ہو اور ان کا نظر نہ آنا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کے قول کے
موافق ہے جیسا کہ پیشتر گذرا اور وہ ابوبکر بن العربی ہیں ۔ عرش ۔ کرسی ۔ لوح و قلم ۔ جنت اور دوزخ
ہیں ۔ اور خدا نے ان کو تمام اپنی قدرت سے قایم کر رکھا ہے چاہے اس نے قدرتی قوانین میں
سے جنہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھدیا کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے
محض اپنی قدرت سے انہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا
کہ اس نے آفتاب اور ستاروں کو اس خلاء میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قایم کر رکھا ہو پھر سبب

؎ خلاء سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضاء مراد ہے جو دیکھنے میں بے حد معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلاء مراد نہیں کیونکہ
اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضاء میں ایتھر پھیلا ہوا ہے ۔ مترجم

ہم سے نہایت ہی دور دور دراز مسافت پر واقع ہیں جیسے کہا ہم خود اُن کے مابین بہت ہی بڑی
مسافتیں حائل ہیں اور خدا کی اور اسکی قدرت کی جو عظمت ہم اسکی مصنوعات ہیں جنکا ہم مشاہدہ
کرتے ہیں دریافت کر چکے ہیں اسکے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی امر بھی بعید نہیں معلوم ہوتا۔
پس یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل ان کو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے
ساتھ ایجاد کرنے کے لئے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ رہا اُن کے ادراک تک آپ
لوگوں کی رسائی نہونا خواہ بذریعۂ حواس ہو یا بواسطۂ دیگر ذریعوں کے اُن کے معدوم ہونیکو مقتضی
نہیں ہے اور اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ
بعض شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا ممکن ہو کہ اسی خلا میں جس میں کہ ہماری
زمین اور تمام ستارے قایم ہیں چھ زمینیں اور بھی قایم ہوں اور اُن میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا
کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمنے
تو ان کو بڑی بڑی دوربینوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہو کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں
اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور اُنہیں ستاروں میں جو کہ خلا میں قایم ہیں انہیں بھی
شمار کر لیا ہو۔ اگر آپ کہیں ہمنے مانا کہ یہ سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ سب
چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہوا کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کے قائل ہی
ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث اُن کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود ہونے
کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُن کے وجود پر اُن کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُن کے رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب
میں سچے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ ہیں اسلئے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
خدا کے پاس سے ان کا رسول بنکر آنا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اگر آپ پوچھیں تو
پھر اللہ تعالے نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسنے ستاروں زمین اور
باقی عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے

اور وہ تو فاعل مختار ہے جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قایم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے۔ پس اُسکو مانو سمجھے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے اُن کی کتابوں کو دیکھ لو۔ اب رہا یہ امر کہ اُس خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کئے ہیں جنکا نام ملائکہ (فرشتے) ہے اور جو اپنی شکل کے بدل لینے پر قادر ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان اور زمین کے مابین جسقدر مسافت ہے وہ اسی ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ ہمارے سامنے سے اس طرح گذر سکتے ہیں کہ ہم انہیں نہ دیکھیں اور یہ کہ وہ ایسے ایسے افعال کر سکتے ہیں جن سے انسانی قوتیں عاجز ہیں اور یہ کہ آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ اُس نے کچھ دوسرے اجسام بھی جو ملائکہ مذکورہ کے ساتھ بعض خواص میں (جیسے کہ شکل بدل لینے پر قادر ہونا۔ نظروں سے پوشیدہ رہ سکنا۔ بڑے بڑے افعال پر قدرت رکھنا) مشابہ ہیں پیدا کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ سے اس امر میں مختلف ہیں کہ وہ اُن کی طرح نورانی نہیں اسی طرح بعض اور باتوں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے اور ان اجسام کا نام جن ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اجسام انہیں خواص کے ساتھ موصوف بنائے ہوں جنہیں کہ ملائکہ کہتے ہیں اور کچھ دوسرے اجسام بھی جو امور مذکورہ میں اُن کی نظیر ہوں پیدا کئے ہوں جنکا کہ نام جن ہو اور ممکن ہے کہ ان کا مادہ مادہ ہوا کی طرح ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے بنا کر اُس کے ذروں کو ایسی کیفیت پر مجتمع کیا ہو جسکی وجہ اُس میں خواص مذکورہ کی صلاحیت آگئی ہو جیسے کہ اُس نے حیوان کو جمادی عناصر سے ایسی کیفیت پر بنایا جس سے کہ اُس نے حیات اور اک۔ اور حرکت وغیرہ ساری قوتیں حاصل کر لیں حالانکہ پہلے عناصر میں ان میں سے کوئی شے بھی موجود نہ تھی پس ممکن ہے کہ ہمارا اُن کے دیکھنے پر قادر نہ ہونا اُن کی شفافیت اور لطافت کے باعث سے ہو جیسے کہ ہوا اور ایتھر کا حال ہے علاوہ بریں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتقاد کی بنا پر کہ دکھلائی دینا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے جیسے کہ سابق

ہیں اس کی تقریر گذر چکی یہ امر بالکل ظاہر ہے اور اُن کے اپنی شکل بدل لینے پر قادر ہونے کی توجیہ باوجودیکہ وہ عقلاً ممکن ہونے کی وجہ سے خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے اس طرح ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو ایسی کیفیت پر بنایا ہو جس کی وجہ سے وہ ہوا۔ ایتھر یا اسی کے مثل کسی اور شے سے کچھ مقدار لے لینے پر قدرت رکھتے ہوں اور اُسکو کثیف کر کے جس صورت کا چاہیں خول بنا سکتے ہوں پھر اُسے پہن لیتے ہوں اور اس طرح نظروں میں اُسی صورت کی معلوم ہونے لگتے ہوں اور کیمیا وہی اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بعض اجسام کو بعض کی جانب منقلب کرنے پر جیسے کہ کثیف کو لطیف اور لطیف کو کثیف بنا دینے وغیرہ پر انسان کو قادر کر دیا ہے اس سے ہماری تقریر کا سمجھنا عقلوں کو بہت ہی آسان ہوجاتا ہے اور چونکہ اجسام کا مختلف شکلوں پر ہوجانا کیسے ہی کیوں نہ ہو خداوندی قدرت کی عظمت کی جانب منسوب ہوتا ہے جس کے وہ اعمال عقلوں کو مدہوش کئے دیتے ہیں جو حیوان اور نبات کو مختلف خواص عطا کرنے کے بارے میں ہوئے ہیں اس لئے اس میں ذرا بھی تعجب نہ کرنا چاہئے۔

رہا یہ امر کہ وہ باوجودیکہ لطیف اجسام ہیں لیکن ایسے ایسے اعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جن سے انسانی قوتیں بالکل عاجز ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کے یہ کام کہ وہ کیسے بڑے بڑے درختوں کو اُکھیڑ کر پھینک دیتی ہیں اور نیز قوت کہربائی کے کرشمے کہ وہ کس طرح بڑی بڑی گرانبار اشیاء کو جنکو ہزاروں آدمی ملکر حرکت بھی نہیں دے سکتے کھینچ لیتی ہے دیکھ کر ملائکہ اور جنوں کے اعمال میں کچھ بھی تعجب نہیں معلوم ہوتا خصوصاً جبکہ اسکا بھی خیال کیا جاوے کہ ان کو ان اعمال کی قوت بخشنے والا وہی خدا ہے جس کی قدرت کی عظمت کے سامنے یہ ذرا بھی مشکل کام نہیں۔ اور جب ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی قوت سے لوہے کو توڑ ڈالتے ہیں حالانکہ اُن کی ہاتھ کی قوت محض اُن کے پٹھوں کا عمل ہے جن کی انتہا ایک نہایت ہی نازک اور پتلے گودے دسیدار اعصاب یعنی دماغ کا ایک حصہ ہے ختم ہوتی ہے جو کہ حرکت کا مبدا ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور خارجی جسم کے ادنےٰ صدمہ کو بھی برداشت نہیں کرسکتا بلکہ اُس مقدار سے جو اُسکے لئے ضروری ہو

خون کا ایک بادہ قطرہ بھی اُسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کافی ہے جسکے بعد پھر انسان بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو یہ دیکھ کر ہمیں یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ شئے نازک و لطیف کو ایسی قوت عطا کرنے پر بخوبی قادر ہے کہ جو کثیف اور سخت شئے میں موجود نہ ہو کیوں نہ ہو اُس خدائے پاک کی عجیب قدرت ہے۔

رہا ملائکہ کا اتنی بڑی مسافت کو جو ان سماوی اجسام کے مابین حائل ہے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر لینا تو میں کہتا ہوں کہ عقلاً اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اسلئے کہ حرکت کی تیزی کسی حد کے ساتھ محصور نہیں اسی روشنی ہی کو دیکھئے کہ آفتاب سے کہ جو ہم سے نو کروڑ میل سے بھی کچھ زائد فاصلہ پر ہے آٹھ منٹ اور کچھ کسر کی مدت میں ہم تک پہنچ جاتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ روشنی تو ہمارے نزدیک حرکت اور عرض ہے اور یہ اجسام ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ کے طبعی علوم (سائنس) میں بیان کیا گیا ہے کہ جو جسم زمین پر گرتا ہے پہلے سکنڈ میں اُسکے گرنے کی تیزی سولہ قدم اور کچھ کسر ہوتی ہے اور جب وہ آفتاب کی جانب گرے تو اُس کی تیزی پہلے سکنڈ میں چار سو پچاس قدم اور کچھ کسر ہوگی۔ پھر اسکے مابعد کی تیزی دریافت کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جسم کے ساقط ہونے کی تیزی پہلے سکنڈ میں جس قدر تھی اُسکو اُس عدد کے مربع کے ساتھ ضرب دیدیں جس عدد کے لحاظ سے آپ کو تیزی دریافت کرنا ہے مثلاً دوسرے تیسرے چوتھے سکنڈوں کی تیزی دریافت کرنے کے لئے ۲۔۳۔۴ وغیرہ عددوں کے مربع کو علٰحدہ علٰحدہ پہلے سکنڈ کی چال میں ضرب دیدیں تو یہی حاصل ضرب جواب ہوگا۔ پس اس قانون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکتِ اجسام کی تیزی اسقدر زیادہ ہوسکتی ہے کہ عقل کو سخت حیرت ہو اسی ستارہ مشتری کو دیکھئے جس کی نسبت آپ لوگوں کی ہیئت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل اُس کی چال ہے یعنے توپ کے گولے سے بھی اسّی درجہ تیز چنانچہ جتنی دیر میں انسان سانس لیتا ہے اُتنے عرصے میں نو میل چل جاتا ہے اور اُسکی محوری گردش میں اُسکے سطحی اجزا کی تیزی چار سو ستّر میل فی منٹ کے حساب سے ہے۔ حالانکہ وہ ہماری زمین کے

ف مثلاً ہم چوتھے سکنڈ میں اُسی جسم کی تیزی دریافت کرنا ہے جس کی پہلے سکنڈ میں سولہ قدم چال تھی تو ۴ کو ۴ کے مربع یعنی ۱۶ میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب یعنے ۲۵۶ جواب ہوگا بصورت ۱۶ × (۴)² = ۱۶ × ۱۶ = ۲۵۶ جواب ۱۲ مترجم

بقول آپکے یہاں کے ہیئت والوں کے جنکے ساتھ دوسرے ہیئت وان بھی متفق ہیں ایک ہزار چار سو
گیارہ گُنا بڑا ہے پس وہ خدا جس نے اتنے بڑے اور کثیف جسم کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اتنی دور و دراز مسافت
کو اسقدر تھوڑی مدت میں قطع کر سکے تو اُس خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ فرشتوں کو بھی بہت
ہی تھوڑی مدت میں بہت کچھ مسافت کے قطع کرنے پر قادر کر دے اگرچہ یہ مسافت اُس مسافت
سے جسے کہ ستارہ مشتری قطع کرتا ہے بہت ہی کچھ زیادہ کیوں نہو لیکن تاہم اس ستارہ کی رفتار صحیح
طور پر نظر کرنے سے اس بات پر عقل کی کچھ تسکین سی ہو جاتی ہے کہ جس خدا نے اس ستارے کو اسقدر
تیزی سے چلا رکھا ہے اس جنس کے بڑے سے بڑے عمل پر بھی وہ قادر ہے خصوصًا جبکہ گرنے والے
اجسام کے قانون نے حرکت اجسام کی تیزی کی بیحد زیادتی اور بھی صاف طور پر ظاہر کر دی ہو اور
اگر آپ کہیں کہ مشتری کی رفتار تو بذریعہ قوت کشش کے ہے جیسا کہ ہمارے علوم میں اس کی تفصیل
موجود ہے اور اسی طرح گرنے والے اجسام کی تیزی بھی اسی کشش کا نتیجہ ہے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر وہ
قوت کشش ہے کیا چیز جسکا نام لیکر آپ ہمیشہ ڈینگ مارا کرتے ہیں اور اُس کی جانب کائنات میں
بڑے بڑے اعمال کو منسوب کرتے ہیں حالانکہ آپ کو نہ اسکی حقیقت معلوم ہے اور نہ آپ یہی بتا سکتے
ہیں کہ وہ اجسام میں کیوں قایم ہے اور اسکا کیا سبب ہے غایت سے غایت آپ ان حوادث
کائنات کی وجہ بتانے کے لئے جنکو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے جیسے کہ نظام شمسی وغیرہ اُسکے
قائل ہو گئے ہیں اور اُسکے ثبوت کے تسلیم کر لینے کی تقدیر پر بتائیے تو سہی کہ اُسے ایجاد کس نے کیا
اجسام کا خاصہ کس نے بنا دیا اور کائنات میں اتنے اتنے بڑے اعمال اُس سے کس نے لئے کیا اُس
خدا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے جس نے کائنات کو عدم سے ایجاد کر دیا اعلےٰ درجہ کی حکمتوں اور
کامل انتظام پر بنایا۔ پس جب یہ خدا قوت کشش کی ایسی چیز کے ایجاد کرنے اور اُس سے ایسے ایسے
اعمال کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ اس سے کب عاجز رہ سکتا ہے کہ ملائکہ (فرشتوں) کو اتنی
بڑی مسافت کے بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کرنے پر قادر کر دے خواہ کسی عادتی قانون کے ذریعہ سے
جو اُن میں اُسنے رکھا ہو یا بلا کسی قانون کے کیونکہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے اور اُس کی قدرت عظیمہ کچھ بھی کمی ہیں

نہ ہو سب کی صلاحیت رکھتی ہے ۔

رہا آسمانوں کا فرشتوں سے بھرا ہوا ہونا تو اس میں کوئی بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بھی منجملہ مخلوقات خداوندی کے ہیں جنکو اس نے انہیں آسمانوں ہی میں سکونت پذیر کر دیا ہے جیسے کہ کائنات ارض کو زمین میں ساکن کر رکھا ہے اور جیسے کہ کروڑوں ہی حیوانات جو خوردبین سے معلوم ہوتے ہیں ایک قطرہ پانی میں ساکن بنائے ہیں اور اسکی قدرت بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز سب کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے کسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور آپ اور آپ کے علاوہ اور لوگوں میں سے بہتیرے ہیئت دانوں کا یہ گمان ہے کہ ان ستاروں میں انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرنے والی کائنات موجود ہے جنکے وجود پر ان کے اعمال کے آثار سے جو بذریعہ بڑی بڑی خوردبینوں کے خیال میں آتے ہیں استدلال کرتے ہیں وہ آثار یہ ہیں جیسے راستوں کا مفتوح ہونا انمیں کچھ گڑھے سے معلوم ہونا وغیرہ ۔

پس اس بیان کے بعد آسمانوں میں ملائکہ کے موجود ہونے اور ان سے آسمانوں کے پُر ہونے سے تعجب ہی کا کون موقع ہے اور اگر آپ یہاں بھی یہی کہیں کہ جملہ گذشتہ امور یعنی ملائکہ اور جن کے ثابت ہونے اُن میں ان خواص کے پائے جانے اور آسمانوں کے فرشتوں سے پُر ہونے پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا دلیل ہے! تو یہاں بھی ہمیں یہی کہونگا کہ ان سب چیزوں پر ان کی دلیل ان کی شریعت کی نصوص ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناطق ہوئے ہیں اور وہ سچے ہیں اور ان کے سچے ہونے کی تصدیق اُن کی رسالت کے قطعی دلائل سے ثابت ہو جانے سے ہو چکی ہے یہی امر ہے جس نے انہیں اس کے اعتقاد پر آمادہ کر دیا ہے اور یہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے جسکے ماننے سے کوئی محال نہیں لازم آتا اس لئے وہ بلا کسی تاویل کے اسکے ساتھ ایمان لے آئے ۔

ف رہا یہ امر کہ انسان میں ایک جان ہے جسے روح کہتے ہیں اور وہ اسکے بدن کے علاوہ ہے اور اسکو بدن سے ایسا تعلق ہے جسکی وجہ سے اُس میں حیات پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے تو اسکو موت آجاتی ہے اور یہ کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اسے ادراک ہوتا ہے اور ادراک حاصل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فنا ہو جانے کے بعد خدا تعالیٰ پھر لوٹائیگا اور اسکے

ف روح کا موجود ہونا قیامت کا قائم ہونا جنت دوزخ میں داخل ہونا وغیرہ عقل کے خلاف نہیں ۱۲۔

ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کریگا اور اُس نے جو اپنی زمینی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہونگے
اُن کی جزا دیگا اور بُرے عمل میں اُن کی سزا کرے گا اور جس وقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے
اور اُس میں حیات قایم ہوتی ہے اُسوقت لذت اور الم مجموعہ روح اور بدن کیساتھ قایم ہوتا ہے۔ اور
یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی ہیں اور انہیں اتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا
کہ اُنہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل اُنکو نہیں حاصل ہوتی
جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات
کو پس میں کہتا ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بنا پر انکار کیا کہ آپ کی علوم سے
محض ہیکل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اسکے سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نہ جان سکی علی ہذا القیاس
حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کرسکے تو سنئے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسبات پر
متفق ہیں کہ ہر انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اُسکے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اُس کی
حقیقت سے بحث کرنے میں اُنھوں نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے تو اُس میں خوض ہی نہیں
کیا اسلئے کہ صاحب شریعت سے اُسپر کوئی دلیل نہیں وارد ہوئی تھی ان لوگوں کے طریق پر ان شرعی
نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر دلالت کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی
ہے کہ ہر انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود شے ہے جس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا
ہے اور اُسکے وجود کے قائل ہوجانے سے عقل کے ذرا بھی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اس کا محسوس
نہ ہونا یہ اُسکے عدم کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اسکو اُسکی لطافت کی وجہ سے محسوس نہ کرتے
ہوں جیسے کہ ایتھر جسکے آپ لوگ قائل ہیں حالانکہ آپ نے کبھی اُسے محسوس نہیں کیا یا اُسکی بہت
باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اُسکا ادراک نہ کرسکتے ہوں جیسے کہ وہ حیوانات جو بذریعہ
خوردبین (مائی کراسکوپ) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے
اُسکی حقیقت سے بحث کرنے میں خوض کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے اور وہ شیخ
نووی ہیں جیسا جوہرہ کے حاشیہ امیر میں ہے کہ روح کے بارہ میں جتنے اقوال ہیں سب میں زیادہ

صحیح بعض محققین (وہ امام الحرمین ہیں)، کا یہ قول ہے کہ روح ایک لطیف شفاف بالذات زندہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اُسی طرح رگ و پے میں سرایت کئے رہتا ہے جیسے کہ سبز شاخ میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اُس کی جائے قرار معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکا مقر پیٹ ہے بعض کہتے ہیں قلب کے قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر اُنھوں نے نفس حقیقت انسان اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے ہیں (اور وہ جمہور متکلمین ہیں جیسا کہ رازی وغیرہ میں ہے) کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اُسکی روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر گذر چکا) جو اُس کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جن کی تعداد بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے اور بدن صرف اُسکا قالب ہے۔ لیکن بعد اسکے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے اور اُن کے بدنوں کے فنا اور منتشر ہو جانیکے بعد اُنکے بدنوں کو دوبارہ بنا کر اُنھیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور اُن کی ارواح کا اُن کے بدنوں کے ساتھ تعلق پیدا کریگا اور اُن سے حساب لیگا پھر اُن میں سے بعض کو جنت یعنے جزا کے مکان میں داخل کریگا اور بعض کو جہنم یعنے سزا کے مکان میں داخل کریگا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اسکے توابع ہیں سب کچھ اسلامی دین کے قطعی اصولوں میں سے ہے جسپر اُن سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہانتک کہ جو اسکے ممکن ہونے یا اُس کے واقع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اسپر دلائل قائم کئے گئے ہیں[عہ]۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے

عہ مترجم کہتا ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ اس مقام پر پہنچکر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بعث کے تمام عالم کے فنا ہو جانیکو جس کو قیامت کہتے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس فنا کا امکان چونکہ نہایت بدیہی تھا کیونکہ عالم کے ہر روز کائنات ہمارے مشاہدہ میں فنا ہوتے چلے جاتے ہیں سو اُن کائنات فانیہ و دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جاویں اس لئے اسکا بالاستقلال بیان کرنا مصنف نے ضروری نہیں سمجھا۔ بخلاف بعث بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اُس میں گفتگو

تمام عالم کے فنا ہو جانے کے متعلق ایک عنوان

اور بعث بجسم (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس بات کا
اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارواح کا ان کے

شروع کردی مگر زمانہ حال کے خیالات کے موافق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اسلئے اسکے متعلق ہم ایک مضمون
بطور حاشیہ کے نقل کرتے ہیں جسکو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم کی تقریر دلپذیر سے خلاصہ کیا ہے جس میں امکان سے گذر کر وقوع کو قریب
بفہم کر دکھلایا ہے اب قیامت و بعث کا مضمون بکمال مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید یہ ہے " آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ انرجی
یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا مدِ مقابل پر غالب آنے کی قوت جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں میل کہہ سکتے ہیں کبھی ضائع نہیں جاتی
اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جائیگی چنانچہ پروفیسر بلفور سٹورٹ نے بھی کتاب
کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) میں اسکو خوب ثابت کیا ہے اسلئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی
طرح برابر حرکت کئے جائینگے اور اسی کے بھروسہ پر آپ بڑے زور سے کہا کرتے ہیں کہ جب انرجی ضائع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی
چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خاتمہ ہوگا میں کہتا ہوں آپ مانتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری[عــه] یعنی روزانہ جس سے وہ چوبیس[۲۴] گھنٹے
کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بھر میں آفتاب کے گرد گردش کر جاتی ہے اور یہ دونو
حرکتیں بوجہ رگڑ کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کمی آتی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے
کہ مد و جزر (جو ماہتاب کی کشش سے ہوتا ہے) کی حرکت یا رفتار زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اس وجہ سے زمین اور پانی میں
بے انتہا رگڑ پیدا ہوتی ہے جس سے پانی بانسوں اونچا ہو جاتا ہے اور یہ رگڑ اگرچہ دور میں گھومنے والی زمین کی رفتار کو فوراً روک یا کم تو نہیں
کر سکتی مگر ہاں رفتہ رفتہ اسکے زور کو کم اور رفتار کو سست کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوے کا ثبوت اُن منجموں کی تحریرات سے آپکو مل سکتا ہے
جنہوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے دریافت کیا اور اُسکا مقابلہ اگلی تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کب پڑے تھے اور ان
دونوں مقابلوں سے یہ بات اُن کو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف خسوف اور حال کے کسوف خسوف میں فرق ہے جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین
کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور آخری نتیجہ اس رگڑ کا یہ ہوگا کہ اب چوبیس[۲۴] گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جانے والی زمین
آئندہ کبھی اس قدر زمانے میں حرکت کر سکے گی جسقدر عرصہ میں کہ ماہتاب حرکت کرتا ہے یعنی انتیس[۲۹] دن بارہ[۱۲] ساعت چوالیس[۴۴] دقیقہ تین[۳] ثانیہ اور پھر
رگڑ موقوف ہو جائیگی سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلا بحال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب

عــه محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت اینی ہے ۱۲ مترجم

ساتھ ملکر تعلق پیدا کرنے کے ذریعے سے بعث اور اسکے توابع ضرور واقع ہونگے اور یہ اعتقاد اسی طرح
پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم نہ آئے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں ہو اور ظاہر ہو کہ جو شخص

(بقیہ حاشیہ نمبر ۳۰۱) اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے مابین کوئی مادی چیز ضرور ہے جس کو ایتھر سے تعبیر کرتے ہیں اور جب ایسی مادی
چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں اور گھومتی ہوئی زمین میں رگڑ پیدا ہو جسکے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا کیونکہ
دُم دار ستارہ جسکو انگلینز کمٹ کہتے ہیں جبکہ وہ غائب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہوگا ہمکو حساب سے اچھی طرح معلوم ہے لیکن آبزرویشن
(مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کمی اسی مادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے
جو ہوا کی طرح سیاروں کے مابین میں موقع ہے یا وہ سیارے اسکے اندر اسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر مچھلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے
مقابلہ میں گو بہت کم ہے یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن وقت کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کرے گی اور اسکا آخری نتیجہ یہ ہوگا کل سیاروں
کی حرکت میں فرق آ جائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر پروفیسر بل فور اسٹورٹ کی کتاب
کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) ہمارے ساکت کرنے کے لئے کھولکر رکھدی جائیگی مگر ہمارے دعوے کو اس سے کچھ نقصان نہیں
پہنچتا ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضائع ہو جائیگی بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی انرجی حرارت کے قالب میں آ جائیگی
اور پھر اس سطح اور پر فضا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار جانبر نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہو جانا گو نیوٹن کی آنکھ سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اسکے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ متحرک جسم کے رکجانے
پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی لیکن بعض بعض فلاسفروں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ سا تھا کہ شاید انرجی حرارت
میں تبدیل ہو جاتی ہو اور پھر تو یورپ کے محققین میں سے سر ہمفری ڈیوی۔ بنجمن ٹامسن۔ کاونٹ رمفرڈ۔ سی کوئن۔ میر۔ گروڈنگ۔ اور ہیرن کی
تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے

پس اسی بنا پر ہم بھی اس کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب غراب ہوتی جاتی ہے حرارت تمام عالم میں
پھیلتی جاتی ہے۔ اور سال بسال اسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گو اسکا بڑھنا ابھی ہمکو محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چلکر ایک ایسا وقت نہ آئیگا
کہ اسکے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائینگے۔ سر ولیم ٹامسن کہتے ہیں کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منتظم) ہے جسکی ابتدا بھی ہے اور خاتمہ ہوگا
اسلئے کہ دنیا کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹھہر سکتی۔ ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے پروفیسر گال اور ابرٹن صاحب

عہ دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۲ عہ دیکھو پاپولر ریڈنگز آف سائنس بائی گال اینڈ ابرٹسن ۱۲

عقلاً ممکن ہو وہ ضرور خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانیکی تفصیل اور اُسکی کوئی کیفیت بھی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ اُنکی شریعت کی جانب سے انہیں اُس کی تکلیف نہیں دی گئی لیکن جب اُن پر اُن کے مخالفین نے جو بعث کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جن سے بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں بظاہر عقلی محالات لازم آتے ہوئے معلوم ہوئے تو اُنکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جانے اور اُسکی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اُس کی تفصیل میں خوض کریں اور غور کرکے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقلوں کو تسکین ہوجائے۔ اور کمزور دین والونکے خیالات پریشان نہ ہوں چنانچہ جو اشکالات بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کی جانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کیوجہ سے انسان نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے ہے اور انسانی افعال اُس سے صرف اُس کی صورت ہی کے پائے جانیکی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اُسکی صورت باطل ہوجائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کیجانب لوٹ آئیگا تو سرے سے وہ انسان ہی نابود ہوجائیگا پھر جب اُسی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہوگا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلے انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اُسکی صورت اور وہ قابل تعریف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٣٠١) نے کیا خوب کہا ہے "اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا لمپ فرض کریں جو نہیں جلا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اسکو مثل ایسے لمپ کے خیال کریں کہ جو جلایا گیا ہے تو ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازلی ہو نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئیگا کہ وہ گل ہوجائیگا دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے کل کاموں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹمپریچر) پر ہے جسکا اعتدال اس تیق (؟) مادہ پر منحصر ہے جو آفتاب زمین اور سیاروں کے مابین بھرا ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو رگڑ کر برابر کر رہا ہے مگر ازبسکہ حرارت میں تبدیل ہونے سے جب اس ایتھر کا ٹمپریچر زمینی حد سے تجاوز کر جائیگا تو دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ نباتات زمین پر کہیں نام نہ رہیگا۔ کنوئیں لوٹ جائیں گے دریاؤں میں خاک اڑیگی۔ اور پھر کل جاندار کیا چرند کیا پرند کیا انسان کیا حیوان سب مرکر رہجائینگے۔ سیاروں کے حرکت کرنے کی قوت لازمی جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوتے بہت کم رہجائیگی تو اس کی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ سب سیارے کسی وقت میں آفتاب سے لڑجائیں گے حشر برپا ہوجائیگا۔ زمین پھٹ جائیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اڑینگے ہستی کا یہ سارا طلسم ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے" ١٢ مترجم

یا قابل مذمت اور مستحق ثواب یا عقاب اپنے مادہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے ہے
پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ نکوکار یا بدکار انسان نہو بلکہ ایک دوسرا
انسان ہو جو مادہ میں اُسکا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعتراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھا جائے
تو اُس کی غذا بنجانے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بعث کے وقت دو روح ایک
انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہونگی۔ اور نیز یہ اعتراض کہ اکثر روئے زمین پر پرانے مُردوں کی لاشوں کے
اجزا ہیں اور اُن میں بہت کچھ کاشتکاری کے لئے درخت لگائے گئے اور اُن سے لوگوں نے غذا
حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بن کر اُن کے بدن کا بھی جزو ہوگئی۔ پس ایک اصل اور ایک مادہ
اتنے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکر ہو سکیگا فقط"۔ ان اشکالات کے مقابلہ میں
پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے دفع کرنے کے لئے اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت
علم اور اُس کی عظمتِ قدرت جن دونوں پر کہ اُسکے مصنوعات کے عجائب اُسکے اعمال کو غرائب و
وقائق کے ذریعہ سے یقینی دلیل قایم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے لحاظ سے بعث کا ایسے طور پر
ہو جانا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں
ہے اور بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ کسی ایسے طریق پر
واقع ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے
کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُسکی اُس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اس میں جاری
کریگا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کرنے اور کمزور دین لوگوں
کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزا لوٹائے جائیں گے وہ سب
اصلی اجزا ہونگے یعنی وہ اجزا جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زاید اجزا۔ ایسا ہی اس شبہ کے
جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کو کھا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اسکے
حاشیہ کمال سے نقل کرکے یواقیت میں اصلی اجزا اور زاید اجزا کا ماننا مذکور ہے اور اسی امر

انسان کے دو قسم کے اجزا ہیں اصلیہ و فضلیہ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کی اصل بنا پر توجیہ ۱۲

عہ ظاہر بات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زمانہ حیات میں سب کے بدن سے اجزا تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجائے اُنکے بذریعہ

ہے باقی شبہوں کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اس کی تقریر کرتا ہوں پس کون امر مانع ہو سکتا ہے
اگر اللہ تعالے نے جسکا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزا کو متفرق ہونے
اور اپنی صورت کے زایل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزا کی ترکیب میں
نہ داخل ہونے دے چاہے وہ زائد اجزا کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزا ان کے
منتشر ہونے کے وقت ان سے جدا ہو جائیں گے پھر بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے
وقت روح کا تعلق خدا انہیں اصلی اجزا کے ساتھ کر دے گا اور ان کے ساتھ کچھ زائد اجزا بھی
ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزا ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزا کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے
ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء اصلیہ کو ہوگا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی
صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے
بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزا میں حیات لوٹائی گئی ہے
اور ان کے ساتھ زاید اجزا ملا دیئے گئے ہیں جن کے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور
دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا
جائیگا وہ اس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دو روحوں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق
ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہوگا بلکہ اصلی اجزا کے
ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اسی طرح بعث
اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اسی روح کے انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کی
وجہ سے بعینہ وہی انسان ہوگا اور خدا کا علم اور اسکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنیکے

غذا کے دوسرے اجزا جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزا میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزا اول عمر
سے آخر تک باقی رہتے ہونگے اول تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزا بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان
نہیں بنتا بلکہ اس میں صرف اس کی روح کا اعتبار ہے اور ثانی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزا ثابت ہو جائینگے۔ بہر حال دونو تقدیر
پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بلا تکلف ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم

ہے جس سے کوئی بھی محال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا اُن کو نہ دیکھنا اُن کے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزا کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزا خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آسکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایتھر وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی نصوص بعث (اور دوبارہ زندہ کئے جانے) کے ساتھ ناطق ہیں اس لئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر ایسے طریق پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی ہمنے تقریر کی عقلوں کی تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی و وافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجیہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں مدار ہے اُن میں سے کسی کے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں امت محمدیہ کے علما کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کردوں تا کہ اُسکے سمجھنے کے بعد یہ توجیہ اچھی طرح دل کو لگے۔

پس سنئے کہ شریعت محمدیہ کے علما اکابر میں سے جس شخص نے اسبات پر کہ اصلی انسان اس ڈھانچہ کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کرتے ہیں) چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اسبات کا تو ہمیں بدیہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزا کمی اور زیادتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہونے میں اور یہ بات بھی بالبداہت معلوم ہوتی ہے کہ متبدل اور متغیر ہونے والی شے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شے (انسان) کے مغائر ہے اور ان دونوں باتوں کے ملانے سے اسکا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے باوجودیکہ

ف امام رازی کا اسبات پر استدلال کہ انسان بدن کا نام نہیں بلکہ کچھ اور شے ہے اور اسکا مقر قلب ہے ۱۲

عہ مقصود اس تقریر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھلانا ہے کہ علما امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تا کہ آگے چلکر جو احتمالات ممکنہ بیان کئے جاویں اُس میں شبہ مخالفت رائے علما امت کا نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

اُسکا بدن مردہ ہو جاتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر ہو اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے " ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون " یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گیے اُن کو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں اُنہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے " پس یہ نص اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بذریعہ حس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے " انبیاء الله تعالیٰ لا یموتون ولا ینقلون من دار الی دار " یعنے خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں " علے ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول " القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار " یعنی قبر یا تو باغ جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا آگ یعنی دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق " پس یہ جملہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ انسان بدن کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بداہت عقل اور فطرت دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ ہونا جائز رکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہوگی - اور یہ نرا دھوکہ ہے - اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے - پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جن لوگوں کا مسخ ہو جانا معلوم ہوا ہے اُن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ حالت مسخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اُس انسان کو مار ڈالنا اور اُس حیوان کو جسکی جانب وہ مسخ ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہوگا حالانکہ مسخ اسے نہیں کہتے اور اگر ہم کہیں کہ مسخ ہو جانے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقریر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر کوئی شے ہو - پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب ادراک عقلی ہونا ضروری اور ادراک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہیئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان اسی ہیکل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا "

اسکے بعد اُنھوں نے اسپر کہ انسان کو علم ہوتا ہے اور غیر اس پر کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا ہے جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

ف

پھر جاننا چاہیے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کا یہ قول وارد ہوا ہے "واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا) جسکا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن کے نفسوں پر انہیں کو شاہد بنا کر کہا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو ہمارا پروردگار ہے) ہم اسکی شہادت دیتے ہیں" اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذرہ کی ہیئت پر اُن کی پشت سے نکالا" پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء نے اس مقام پر کہا ہے۔ (جیسا کہ تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کی اولاد ذرہ کے مانند اُن کی پشت سے نکالی پھر اُن ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اُن کی اولاد کو ذروں کی مانند نکال لیا پھر اُن ذروں میں سے بھی اُن کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اسیطرح یہ سلسلہ نوع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر اُن سب میں عقل فہم حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول "الست بربکم" کے ساتھ خطاب کیا اسکے جواب میں سب نے بلیٰ (بیشک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اسکے بعد سب کو آدم کی پشت میں پھر داخل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود منی بنگئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادۂ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اُس مادہ میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ (ایسا ہی جمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے (جیسا کہ جمل میں شعرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اُن کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسامات کی راہ سے نکال لیا پھر یہ کہا ہے کہ انہوں نے گویائی کے ذریعے سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ

حدیث میں اولاد آدم سے عہد لینے کا ذکر ہے اسکی تفسیر و تقریر اور علم زبان کی وغیرہ کے موافق اسکا ثبوت ۱۲

عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں باوجود اسقدر چھوٹے ہونے
کے حیات اور عقل دیدی ہو دیں کہتا ہوں کہ شاید تم نے وہ حیوانات جو بذریعہ مائکراسکوپ (خوردبین)
کے نظر آتے ہیں دیکھے ہوں گے اور نیز یہ کہ جسقدر ادراک اُنہیں حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے
رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں اُن میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ ایذا رسان چیزوں سے
بچتے ہیں۔ اُن کی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کترا جاتے ہیں تو اُسے تو اس امر میں کچھ
بھی تعجب نہ ہوگا اور خدا کے علم و قدرت کو لحاظ کرکے اسکو ذرا بھی مستبعد نہ سمجھیگا) اور یہ بھی احتمال
ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ
نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق اُنہیں پر آیا کرتا ہے جن کی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے
ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے اُن کو زندہ نکالا ہے کیونکہ ان کو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں
ہی کو کہا کرتے ہیں اسلئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے باپوں کی پشت کی تاریکی میں
اُن میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ اُن کی ماؤں کے پیٹ کی تاریکی میں اُن میں
ارواح پیدا کرے گا اور تیسری مرتبہ اُس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے
یہی خدا کے اس قول "خلقاً من بعد خلق فی ظلمٰتٍ ثلٰث"، کا مطلب ہے (یعنی تین تاریکیوں
میں یکے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہے پھر کہا ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو اُن کی روحوں کو قبض کر لیا
کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں لوٹانے کے وقت کیا کرتا ہے اُسکا قیاس اسی کو مقتضی
ہے کیونکہ وہ اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کرتا ہے اور زمین میں اُن کو لوٹا دیتا ہے۔ انتہٰے باختصار
(شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور مشہور اماموں میں سے بعض نے (امام ابو طاہر اپنی
کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرانی کی کتاب الیواقیت سے معلوم ہوتا ہے سابق
الذکر شبہوں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلی
زمین سے لیا گیا تھا اور انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا۔ اور وہ وہی جزو ہے جو قائم رہتا ہے

اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ ذروں کے خطاب کرنے کی آیت میں ہے جو پیشتر گذری) اور قبر میں اُسی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ دار بنتا ہے اس طرح کہ اُس میں روح لوٹا دی جاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اُسی کے ساتھ باقی اجزاء جہاں جہاں ہونگے خداوندی قدرت سے ملجاوینگے یہانتک کہ پورا آدمی بنجاویگا جیسا کہ دُنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اس کی مخالف ہے نہ شرع۔ انتہٰی بعض اختصار (امام ابوطاہر کا قول کسی قدر اختصار کے ساتھ تمام ہوا) پس یہ دلائل جنہیں کہ اس عالم (رازی) نے اس بات پر قایم کیا کہ انسان اس ڈھانچہ کا نام نہیں ہے اور میں نے اُنہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا مذکور ہے اور جو کچھ کہ اس بارہ میں بعض علماء اسلام (خازن اور شعرانی جیسا کہ قبل سے پیشتر منقول ہو چکا) کیجانب سے کہا گیا ہے اور وہ تقریر جسے کہ اس اسلامی عالم (ابوطاہر) نے اُن شبہوں کے رد کرنے کے لئے جو بعث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جس کی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اسکے مخالف نہیں جب ہم ان سب کو خیال کر کے سمجھتے اور نظر دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ ان اجزاء اصلیہ کی تفسیر انہیں ذرات کو ٹھیرائیں جن کی نسبت پیشتر گذر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور اُن سے عہد لیا گیا تھا سو اُن کو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ اصلی اجزاء ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زائد اجزا کا بنا ہوا ہے جو آتے جاتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے مع روح کے ہیں جو اُن میں حلول کرتی ہے اور انسانی ہیکل جس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزاء ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدایش کے متحقق ہونے کے باب میں اُن کا کوئی اعتبار نہیں ان اجزاء زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ بعینہ اعادہ کئے جائیں یا اُن کے مثل اور اجزا ملادئے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں جنکا اعتبار ہے وہ صرف اصلی اجزا

ہیں جن پر سوائے اسکے اور کوئی حالت طاری نہیں ہوتی کہ روح اُن سے نکل جاتی ہے اور زائد اجزا اُن سے جدا ہو جاتے ہیں اور بعث میں انہیں کی جانب روح لوٹا دی جائے گی اور زائد اجزا انہیں کے ساتھ ملا دیے جائینگے۔ اور پیشتر گذر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اُس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔

ف اہل سنن کے علوم کے موافق بعث و نشر کی تقریر۔ اور علم فرنیالوجی کی عبارات سے احکام شرعیہ کا ثابت کرنا ۱۲

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر کرنا ممکن ہے جس سے بعث، سوال قبر۔ اور اسی کے مثل اور شرعی امور پر جو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ سب دفع ہو جائیں اور کمزوروں کی خیالات پریشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کونسی شے مانع ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزا فردہ سے جیسے کہ اتھر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص معلوم کر لئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور وہ خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنے اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانیکی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اُسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

ف روح کی مثال مقناطیس کی سی ہے جب کسی بدن سے متعلق ہوتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے جیسے کہ مقناطیس جب فولاد سے متصل ہوتا ہے تو اس میں بھی قوت کشش آجاتی ہے ۱۲

(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہو جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کرسکتے پھر اور اجزا فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے وقت حیات۔ ادراک وغیرہ اسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور اُن ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دئے ہوں

جیسے کہ اُن حیوانات کے اعضا ہوتے ہیں جو مائیکرا سکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور یہی
اصلی اجزا ہوں جنکا پیشتر ذکر ہو چکا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو زائد اجزا سے بنایا اور انکی
اُس ہیکل میں کہیں پر اُن کے اس ذرہ (جزء اصلی) کو بھی رکھ دیا ہو اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام
ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ اور علم فزیالوجی جاننے والوں کی عبارت
عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے، پھر
اُن کی (آدم کی) ساری اولاد کے ذروں کو اُن کی ہیکل کی پشت میں رکھدیا ہو اور اس میں ان
کروڑوں ہی ذروں کی گنجایش ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے
قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکرا سکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روی زمین پر کے
سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہوگا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع
نہیں ہو سکتا کہ اُن کی پشت میں جمیع بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائینگے
سما گئے ہوں۔ پھر خدائے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو اُن کے ذرہ (جزء اصلی) میں جو اُن کی
ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہو اور وہ اُس میں حلول کر گئی ہو۔ اور عجب نہیں کہ قرآن شریف
میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی)
اسی کی طرف اشارہ ہو اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جسکے نئی طرح پر پیدا کرنے
اور اُس کی پیدایش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالی منفرد ہے۔ پس اس ذرہ
(جزء اصلی) میں اُس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پھر ساری ہیکل
میں سرایت کر گئی ہو کیونکہ خدائے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا پھر اُسکی
پشت سے بنی آدم کے سارے ذروں کو نکالا ہو اور اُن میں اُن کی روحیں داخل کر دی ہوں جس کی وجہ
سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بنگئے ہوں اسکے بعد اُن سے خطاب کیا ہو اور عہد لیا ہو پھر
اُن کی روحوں کو اُن سے جدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا ہو اور مسامات کی
راہ سے اُس میں داخل کر دیا ہو جس طرح اُن سے نکالا تھا اور اسی طرح تو امراض کے کیڑے بدن

میں داخل ہوجاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں جیسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔
پھر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کی مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی زوجہ کے رحم میں آنے لگے اور ان زوجہ کے تخم میں حلول کرنے لگے۔ پس ان کی ہیکلیں ان تخموں سے منی کے ساتھ ملکر بننے لگیں اور خدا اسکو طرح طرح پر متغیر کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بنگئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو ان کی زوجہ کے تخم کی جانب منتقل ہوا تھا اس کے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہوکر چلے آئے ہوں جنکا سلسلہ توالد اس ذرہ سے چلنے والا ہوگا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اسکے ساتھ بھی یہ ذرے اس طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت ان کی اور ان ذروں کی باقی اولاد میں جاری ہی اور اس دنیا کے اختتام تک یہی کیفیت رہے گی۔ اور شاید اللہ تعالی کے اس قول (وتقلبک فی الساجدین) میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے بعض کی تفسیر کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہوجائیگا۔ آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالی روح کو بھیجدیتا ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اس میں اور اس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سریان ہوجاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصلی اجزا کہتے ہیں اور یہ تمام عمر باقی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے روح کے عود کرنے سے بحکم خدا زندہ ہوجائیگا اور جن سے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض زائد اجزا ہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالی کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے ذرہ سے اسکی روح کو جدا کردیتا ہے اسطرح پر اس سے اور نیز اسکی ہیکل سے جو زائد اجزا سے بنی ہے حیات زائل ہوجاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اسکے بعد ہیکل منحل ہونے لگتی ہے اور اسکا پراگندہ ہوجانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا

ﺳﮯ اور دیکھتا ہے اللہ تعالی آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۲ مترجم

ہے جیسے کہ سونے کے ذرے بوسیدہ اور منحل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں
وہ داخل بھی ہو جاتا ہے تو وہ صرف اُس کی ہیکل کی ترکیب میں جو زائد اجزا سے بنتی ہے داخل ہو تا ہم
اور تا ہم وہ منحل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل منحل ہو جاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ
ہو کر زمین کی تہوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس حیوان کے اصلی اجزا کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا
غایت سے غایت اس ذرہ پر موت کی وجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ اُس کی روح کا اُس سے جدا ہو جانا
اور اُسکی ہیکل کا منحل ہو جانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو اُسکی روح کو پھر اس میں داخل
کر دیگا پس اُس میں حیات اور روح کے باقی خواص آجاینگے اگرچہ اُسکی ہیکل منحل کیوں نہ ہو گئی ہو۔ اور اس
موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے دیئے جانے اور اسی کے مثل اور اُن برزخی امور
پر جن کی نسبت شرعی نصوص وارد ہیں جو شبہے کئے جاتے تھے سب حل ہو گئے اور شریعت سے یہہ جو
معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل بعث ہوتے ہیں اُس کی صورت بھی سمجھہ میں آگئی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ
حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اُٹھائیگا تو ان انسانی ذروں کی ہیکلوں کو جو کہ زائد اجزا سے بنی
تھیں دوبارہ بنائیگا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزا سے بنے جنسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزا
سے کیونکہ دارومدار تو ان اصلی ذروں کے نہ بدلنے پر ہے زائد اجزا چاہے بدلیں یا نہ بدلیں۔
اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیگا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہو چکی ہوگی اس لئے
اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قایم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اُٹھ کھڑے ہونگے جیسے کہ
اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی
تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونو کے
آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری
کارروائی اُن قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالیٰ نے اُن میں اسی غرض سے رکھدیا ہو اور جنکے
موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد اجزا کے تکونات حاصل ہوتے ہوں انجام پائے یا بلا کسی
قانون کے۔ اور اے اہل سائنس جب آپ اُن باتوں میں جنکے کہ آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹی ہونے

قطرہ بھر پانی میں اُن کے بکثرت پائے جاتے۔ اُن کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کو ادراک
کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکراسکوپ (خوردبین) کے ذریعے سے تحقیقات
کرکے قائل ہیں غور کرینگے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اسبات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں
کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان
کئے گئے ہیں وہ سب اُس میں پائے جائیں اور جب اس بات میں تامل کرینگے کہ انسانی ہیکل میں نہایت
کثرت سے مسامات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ
مسامات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور
اُس میں اُن کے دوبارہ داخل کئے جانے میں آپ کو ذرا بھی استبعاد نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں
کا (جیسے کہ ملیریا میں) بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہوکر
منتقل ہو جانا۔ اور اُن کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپکی عقلوں کے
اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقایق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم
ڈاکٹری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ منی میں کیڑے پائے جاتے ہیں جو نر کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور
مادہ کے تخم کو حاملہ کر دیتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکراسکوپ (خوردبین)
سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچسو حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو
حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار
حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی دُم
کو اس طرح پر ہلا کر جس سے اُنکا سر مختلف سمتوں میں چلے منی میں حرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ امر ظاہر
ہوتا ہے کہ اُن کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ بشرطیکہ منی کے
طبعی گاڑھے پن اور کثافت میں فرق نہ آنے پائے اور مادہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ
دن تک قایم رہتی ہے اور باہر چوبیس گھنٹہ تک اور اُن کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا

اور بعض علم فزیالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک تہائی مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی منی میں پائے جاتے ہیں اور مادہ کے بیضہ یعنے تخم سے اُن کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فزیالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ خالق سبحانہ نے منی کے انہیں کیڑوں کو بنی آدم کے ذروں کا جو کہ اُن سے بھی چھوٹے ہوں حامل بنایا ہو اور وہ اُنہیں منی میں لئے پھرتے ہوں یہانتک کہ ماں کے تخم میں اُنکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزاء سے بنتی ہے مادہ کے تخم کی نشو ونما پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جس میں کہ روح حلول کرتی ہے اور اُس میں اول حیات آتی ہے پھر اُس سے تمام ہیکل میں سرایت کر جاتی ہے وہی ہو جسکے حامل یہ منی کے کیڑے بنے اور جسے کہ اُنہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کر دیا تھا اور اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہو جاتی ہیں جو اُسکی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں۔ اور اُسکی ہیکل میں باقی رہتے ہوں حتیٰ کہ اُس کی منی میں نکلتے ہوں اور اُسکی فروع کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہو اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شرع مانع نہیں تو پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بکثرت عقلاء کا یہ قول متحقق ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہو کر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے بخلاف اُسبات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں کہ انسان صرف اپنی ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی منی کی صرف حاملہ کر دینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔

پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل ہو گئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شئے کی طرف بھی ہوئی اسلئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ سے جدا ہو کر آتا ہے اور ماں سے صرف اسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جدا ہو کر آنا ایسا امر ہے جسکو بکثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اسقدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے اس کی کسی قدر تائید ہو سکتی ہے۔

پھر علماء علم فزیالوجی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اُسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور اُس کی واہی تباہی وجہیں بتائی ہیں اور پھر خود ہی اُن کو توڑا ہے آخر کار جس امر پر آکر قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر اُنہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی حرکت کا نظام اُن عصبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہو جو قلب میں موجود ہیں پس اس نظامی عمل کے حقیقی مرکز یہی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منتظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے یعنی اُن کی حرکت باقاعدہ اور رُک رُک کر کیوں ہوتی ہے برابر کیوں نہیں ہوتی رہتی

پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ بکثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت واقعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے صرف یہی دوران خون کیلیئے کافی ہے یہانتک اُن کا کام ختم ہوا۔ پس جب آپ اِس قول میں غور کرینگے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہو جائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب اُس میں روح حلول کرتی ہے تو اُس میں حیات پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ منتظم حرکت کرنے لگتا ہے اِس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہو سکتا کہ اس ہیکل انسانی کی حیات اور اُسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی چھوٹے آلات ہیں کہ جب اُنکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گھمانے کے لئے کافی ہو اور اُس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جن کے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہو اور یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہو تو پھر بھلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپکے نزدیک کونسا استبعاد باقی رہتا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم اور کامل قدرت رکھتا ہو جسنے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیا ہے جنکے خواص کو دیکھکر فکروں کو حیرت بھی ہو جاتی ہو اور عقلیں اپنے آپے میں نہیں رہتیں۔

خلاصہ اس تقریر کا کہ انسان کے دوبارہ زندہ ہو جانے کے بارے میں

بحث سابق کا خلاصہ یہ ہو کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ ذرہ ہی ہو جو قلب میں حلول کئے رہتا ہے اور جسمیں

کہ روح حلول کرتی ہے پس اُس میں حیات پیدا کردیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کرجاتی ہے پھر یہ ہیکل محض اس بات کا آلہ ہے کہ اس عالم میں یہہ ذرہ اپنے اعمال پورے کرے اور اُسکے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کرے اور یہی ذرہ مع اس روح کے جو اس میں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اسیکا اعادہ کیا جائیگا اسی کو نعمت ملیگی اور اسی کو عذاب ہوگا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اسی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے شبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بعث قبر میں سوال ہونے اس میں نعمت یا عذاب کے دئیے جانے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہوگئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اُسکے بعض اجزاء کے اعادہ کی اُن میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییہا الذی انشاھا اول مرۃ (یعنی وہ لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کریگا حالانکہ وہ گل چکی ہونگی ؟ (تو اے پیغمبر اُن سے) آپ کہدیجئے کہ انکو وہی زندہ کریگا جسنے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بعث اور اعادہ کی اس توجیہ کے ساتھ کیونکر منطبق ہوگا جسکو آپ نے ذکر کیا تو میں کہونگا کہ سابق الذکر توجیہ کا یہ مقتضٰے ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بعث ہوگا لیکن بیشتر جو اشکالات بعث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنے ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے مندفع ہوگئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات مندفع ہوچکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کئے جانے پر جو زائد اجزاء سے مبنی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بعینہ اعادہ کئے جائیں یا اُن کے مثل دوسرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہوسکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء یعنے ہیکل کے اعادہ کئے جانے کی تصریح کی ہے اُس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اہل جاہلیت کے خیال کے موافق اُن کے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بعث کے ذکر کرنے کے وقت اُن کا خیال

صرف اسی ہیکل کی جانب جسکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جاتا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے عود کر آئیگی اور یہ اجزا جو زمین کے اندر پھیلے ہوئے پڑے ہونگے کیونکر مجتمع ہو جاینگے پس نصوص نے انکے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دیگا جیسے کہ اسنے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا تھا اُسکا علم تمام موجودات کو محیط اور اُسکی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علی ہذا القیاس اُن کے اعتراضوں کے ایسے ہی اور بھی جوابات ہیں۔ اور یہ امر اُس توجیہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لیئے اصلی اجزا یعنی انسانی ذروں کے اعادہ کئے جانے کے بارہ میں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ ذرا غور کر لیا جائے۔

اے صاحبو! جو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اُس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اصلی اجزا کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزا کی ہیکل کیساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ جو تفصیل میں نے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا اُن کے ذمہ بعث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعے سے اُنہوں نے اُن شبہوں کو دفع کیا ہے جو بعث وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء جیسے کہ امام رازی۔ ابو طاہر مصنف سراج العقول شعرانی۔ خازن۔ اور ایسے ہی اور علماء کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزا سے جنہیں اُنہوں نے اعتراضوں کے جواب وغیرہ کے لیئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرانی کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ وہی انہیں ذروں کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزا سے انسانی ہیکلیں مراد ہوں اور انہیں علماء شریعت کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقر تمام ہیکل میں سے صرف قلب ہی ہے

ف
بعث و نشر وغیرہ کا اجمالی اعتقاد جیسا کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے نجات کے لیئے کافی ہے اور تفصیل محض اس غرض سے کی جاتی ہے تاکہ لوگ ان امور کا خیال نہ جمیں اور جو شبہات انہیں پیدا ہوتے تھے دفع ہو جائیں ۱۲

پس یہ ہیکل جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اُس کے اعمال کی انجام
دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ قرار پائیگا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بحث پر
جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے اُن کا مندفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور
اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی - اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم شبہوں کے
جواب دینے کے لئے ان کے قائل ہو سکتے ہیں - ورنہ انہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف
اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا
ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی - اور خدا انسان کو اُسکے مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کریگا
اُس سے حساب لیگا - پھر اُسے نعمت یا عذاب دیگا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہوگا جس سے کوئی
محال نہ لازم آئے اور ہمیں اُس کی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اُسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً
ممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شی کا ہو جانا کوئی محال نہیں -

پس اے اہل سائنس اس مقام میں ذرا غور کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں
کوئی شے ایسی نہ ملیگی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوتی ہو
جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ -

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی - تو
سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں - سو اسکا کوئی علاج نہیں
اور اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشتر کی جملہ باتیں عقلاً ممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم
جو اُن کے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا وہی پیشتر والا جواب
یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اسکا باعث اُن کے لئے وہ شرعی
نصوص ہیں جو اُن کے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جن میں امور کی تصریح موجود ہے اور وہ سب
بلکہ تاویل کو بھی متحمل نہیں ہو سکتیں - پس جب تک یہ امور عقل پر منطبق اور اُسکے حکم کی رو سے ممکن
ہیں اُس وقت تک اُن کے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کی جانب مائل ہونا ہرگز

جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاصکر بعث و حشر کو اُس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اُسکے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے اُسکی نظیروں کی اور اُسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

بعث و حشر کے واقع ہونے پر عقلی دلائل جو ہر منصف کیلئے اطمینان بخش ہیں ۱۲

لیکن اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو اُسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہوجاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور برہانی نہ سہی لیکن اطمینان بخش تو ضرور ہیں جنہیں عقلیں مان جاتی ہیں اور اُن سے دلوں کی تسکین ہوجاتی ہے اور اگر اُن سب کو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بعث کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں رہتا اُسکے واقع ہونے کا پورا پورا یقین ہوجاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سنئے جسمیں میں نے بغرض توضیح کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑھایا ہے یا اُسکا خوبی کے ساتھ اختصار کردیا ہے۔

ف قیامت کی اصل دلیل ۱۲

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدائے عالم موجود ہے وہ تمام صفات کاملہ کے ساتھ متصف ہے اُس کی مخلوقات میں اُس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے۔ اُن پر اُسکی مہربانی اور رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ قطعی دلیلیں قایم کردینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا اُن کو عقل دی جس سے وہ نیک و بد میں تمیز کرسکتے ہیں۔ اُنہیں قدرت عنایت کی جسکے سبب سے بھلائی و برائی کے کرنے پر قادر ہیں تو اُس کی حکمت و عدل کا مقتضا یہ ہے کہ اُنہیں بے ادبی اور برائی سے اپنا ذکر کرنے جہالت۔ کذب۔ اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی۔ خلاصہ یہ کہ جتنے بُرے اور قبیح کام ہیں سب سے منع کردے۔ اور اُن کو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے اُن کی زندگی منتظم اور باقاعدہ رہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور بُرے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ مرتبط رکھا جائے یہ دونوں امر ہرگز پورے نہیں ہوسکتے اور چونکہ یہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہمیشہ نہیں مل جاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اُسی سے محض ترہیب (ڈرانا) و

ترغیب (رغبت دلانا) کافی ہوجائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہشیں نفسانی دونوں انسان کو اسبابِ پر ابھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پھنسا رہے اور جب عقل کیساتھ یہ کشاکش لگی تو اُسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مرجح اور کامل معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہوسکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وعدہ وعید۔ جزا و سزا مرتب ہو۔

ف قیامت کی دوسری دلیل ۱۲

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نکوکار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی لکڑی نہ ہانکے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہتیرے نکوکاروں کی اسکے خلاف حالت ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فراق و امتیاز حاصل ہو

ف حشر کی تیسری دلیل ۱۳

ف یہ کہ اگر لوگوں کے لئے خوف معاد زاجر نہ ہوتا تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا رہتے انتظام معاش میں بالکل خلل آجاتا زندگی مشکل ہوجاتی اور مکلف کو ان امور کی بجاآوری کے لئے وقت ہی نہ ملتا جن کا کہ وہ مکلف بنایا گیا تھا اسلئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی رہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور ان کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بدمعاش لوگ اسکو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ مچاتے ہیں تو اس میں اُن کا بھی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ اُن کے قتل کرنے اور اُن کے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے ہونگے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کرینگے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اسکے لئے کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اس قدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اُسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔

پس اگر وہ رعیت سے نہیں ڈرتا اور اُسکے ساتھ ہی اُسے معاد کا بھی خوف نہیں تو اُس وقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت کی ایذا رسانی پر پیشقدمی کرے گا کیونکہ اُسکی خواہشات نفسانی اس کی مقتضی قائم ہیں اور کوئی دنیوی یا اخروی مانع موجود نہیں۔ اور اگر وہ خود رعیت

سے ڈرتا ہوگا تو اُس وقت رعیت اُس سے بہت زیادہ نہ ڈرے گی پس بادشاہ کا خوف اُن کو ظلم اور بری باتوں سے روک نہ سکیگا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رغبت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

حشر کی چوتھی دلیل ۱۲

پھر سنئے کہ جب کسی رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بڑی رعیت ہو اور اُن میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جاتے ہوں۔ تو اُس کی حکمت۔ رحمت اور عدل کا یہ مقتضا ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو بہت بڑا رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ ہے اسلئے اُس کی حکمت۔ رحمت اور عدل کا بھی یہی مقتضا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ ہم بسا اوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت ذلت خواری۔ مقہوریت اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گذار دیتا ہے اُسکا مال چھین لیا جاتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم ہونا چاہئے جس میں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

حشر کی پانچویں دلیل ۱۲

اور لیجئے اگر انسان کے لئے معاد نہ ہو تو انسان شرف اور مرتبہ میں تمام حیوانات سے گیا گذرا ہوگا۔ اور بیان اُس کا یہ ہے کہ دنیا میں تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک اُن کو کسی قسم کی تکلیف یا بیماری پہنچ نہ جائے اُس سے پہلے پہلے اُن کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں آتا اُنکا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے کیونکہ وہ غور و فکر تو کر نہیں سکتے رہا انسان چونکہ اُسے عقل حاصل ہے اسلئے وہ ہمیشہ اپنے گذشتہ اور آئندہ احوال سوچا کرتا ہے پس بہتیرے گذشتہ احوال کی وجہ سے اُسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اکثر آئندہ احوال سے اُسے طرح طرح کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت سخت نفسانی آلام کا باعث ہے رہیں جسمانی لذتیں سو اُن میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گوبر کا کیڑا گوبر ہی میں خوش ہے جیسے کہ عمدہ سے عمدہ مٹھائیاں انسان کو

لذیذ معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لئے معاد نہ ہو جس کی وجہ سے اُس کی سعادت نظاہر اور حالت
مکمل ہو سکے تو پھر اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ کمال عقل اسکے لئے غم و الم کی زیادتی کا باعث ہو جائے
اور کسی شے سے اُس کی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جس کی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بڑی ہی ذلت۔
خواری۔ بدبختی اور مشقت بے سود میں گرفتار ہو گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادت اخروی حاصل
نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتی کہ غلیظ کیڑوں سے بھی گیا گذرا ہو گا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے
اسلئے ہمکو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے
نہ کہ دُنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا گویا نیک چلن اور شریر کے درمیان میں امتیاز
کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب۔ اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شریر ہیں اُن کے لیے
آگ ہی مناسب ہے۔ وہ اپنے وجود کا ثمرہ اور حصہ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی
لئے دنیاوی لذتوں سے شریروں اور بد چلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں اور نیک لوگ اکثر بے لطف
رہتے ہیں۔

ف
اور اسی مقام سے اے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مخالفوں میں سے اہل شرائع کا آپ
کی نسبت یہ قول کہ "آپ لوگوں کا مذہب خصوصاً معاد کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جسکے مثل
کوئی شر نہیں" بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد
ہی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے
حقوق اور اُن واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو اُن کے ذمہ ہیں اور اُسکی یہ معرفت پورے
پورے صحیح اور عام علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اس بات کا
خیال نہیں رہا کہ خواہشات شہوات اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قائم کرے گا
ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مانع ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے
اور کوئی ایسا مرجح ہو جو طریق خیر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو ترجیح دیدے اور وہ
مرجح معاد اور جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر پر غور کر دیکھے کہ جب

ف
اس بات کا بیان کہ
انکار بعثت کے بارہ
میں اہل سائنس کا
خیال اتنا بڑا شر ہے
کہ جسکے برابر کوئی
دوسرا شر نہیں ۱۲

انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گھاس کی طرح اُگتا ہے پھر بلا اس بات کے کہ اُسے کہیں جانا ہو وہ دوسرے سے زائل ہو جاتا ہے اور اُسکے وجود کا فائدہ یہی حیوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اُسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اُسکے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کے کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر دئے ہوں لیکن جب اُسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسی کو قتل کر کے اُسکا کروڑوں روپیہ کا مال لیلے یا کسی شریف کی آبرو ریزی کر کے بلا اس کے کہ کسی کو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اس وقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنہیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے اُسکو باز رکھ سکیں گے؟ ہرگز نہیں اور اسبات کا انکار کرنا محض دھینگا دھینگی ہے۔

پس جو شخص اس بات کو پورے طور سے سمجھتا ہوگا وہ انسان پر جب تک کہ اُسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اُسے دین سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے معتقد ہیں تاہم اُن میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد اُنہیں نہ ہوتا تو اس وقت اُن کی کیا حالت ہوتی بلاشک اگر وہ فساد اب رائی کے برابر ہے تو جب پہاڑ ہی بنجاتا۔ علاوہ بریں جن فرقوں میں آجکل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور برائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے اُن میں روز افزوں برائیاں بڑھتی جاتی ہیں حرامکاری جس سے کہ لوگوں کے نسب ضائع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کھلتا ہے پھیلتی جاتی ہے قتل۔ خودکشی۔ مسکر اور منشی اشیاء کے استعمال سے عقلوں کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے مال چھیننا۔ دغابازی کرنا۔ فریب دینا اور ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جن سے اجتماعی ہیئت کے نظام میں خلل واقع ہو وہ مہذب لوگ اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوا اسکے کچھ نہیں کہ جن علوم میں اُنہوں نے

ترقی کی ہے اُس میں اعتقاد معاد کا کوئی حصہ شامل نہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد
باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرقے ہلاک ہونے لگتے اور صفحۂ ہستی سے اُن کے نام
ونشان مٹنے کا لگا لگ جاتا اور آپ کی جس بات سے زار وقطار روتی ہوئی عورت بھی
ہنس پڑے وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں
پورے طور سے عام نہ ہوگا اُس وقت تک نظام عالم کی درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا۔ تو
علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگادی کہ وہ تام
اور عام ہو پھر آپ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئیگا۔ لیکن ہاں ہے یہ بہت
ہی بعید۔ اور کیا عجب کہ ہزار پشتوں کی ضرورت پڑے۔
پس معاد کے اعتقاد چھوڑنے اور اپنے علم سے واہی تباہی امیدیں رکھنے کے
اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اُس احمق طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے
کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو پرہیز کرنا چھوڑ دے اور جو جی چاہے کھایا کر اور میں
اتنے اتنے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا لا دوں گا جس سے تجھے بالکل شفا ہو جائیگی
اس موقع پر تو یہ مشہور مثل کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" پوری پوری صادق
آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلمندی حسن تدبیر۔ اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ
معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اس کی تشہیر بھی کریں۔ اور اپنے نوجوانوں کو اس کا
سبق پڑھایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم
کے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے آپ کو تام اور عام نظر نہ آنے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ
اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کو شہرت دے کر عالم میں خرابی کے دروازے کھولتے
ہیں عام لوگوں میں اس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدانخواستہ
یہ خیال عام طور سے کیوں پھیلنے لگا۔ عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے
خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو ایسے امر کی ہدایت کرے جس میں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ ذرا دور اندیشی اور احتیاط
سے کام لے لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر آپ معاد کی تصدیق کر کے اسکا سامان کر لینگے
پس اگر یہہ واقعی امر ہوا تو آپ کو نجات ملجائیگی اور اگر بالفرض باطل ہی ہوا تو آپ کا یہ
اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ
جسمانی لذتیں آپ سے فوت ہو جائینگی لیکن عاقل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں
کی ذرا بھی پروا نہ کرے ایک تو اسلئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل ہیں کیونکہ اس میں کتنے کیڑے
مکوڑے یہاں تک کہ غلیظ کے کیڑے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اسلئے کہ وہ فانی سریع
الزوال اور منقطع ہونے والی ہیں۔ پس اُن کی حرص کرنا اُس شے کے بارے میں احتیاط
اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے مساوی نہیں ٹھیر سکتا جسکے بُرے نتیجوں کا خوف و اندیشہ ہو۔

ف — آسمان سے پانی نازل ہونے کا مسئلہ اور قوانین عقلی پر اس کی تطبیق کا

مذکورۃ الصدر شرعی مسائل ہیں سے جنکا کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اَور
باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ آسمان سے بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے۔ آپ لوگ کہتے
ہیں کہ ہمارے علمی تجربوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش اُن بخارات سے بنتی ہے جو
زمین اور سمندروں سے اُٹھا کرتے ہیں اور ہوا کے سرد طبقہ (طبقہ زمہریر) تک چڑھ جاتے
ہیں۔ پس وہاں سردی پاکر مجتمع ہوتے ہیں۔ اور پھر برس پڑتے ہیں اور یہی بارش کہلاتی
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے بارہ میں مدار اعتقاد ہیں دو قسم
کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور بعض یہ تصریح کرتی ہیں
کہ بارش بادلوں سے نازل ہوتی ہے پھر لفظ سماء کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے
جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سماء بول کر کبھی آسمان مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے
کبھی چھت۔ کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو۔ کبھی بادل۔ کبھی بارش
اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اُس وقت تک اپنی شرعی
نصوص کے ظاہری اور متبادر معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے خلاف

قائم نہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قائم ہو جاتی ہے تو نص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اسکو ظاہری معنے سے دوسرے معنے کی طرف پھیر دیتے ہیں اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سماء کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اسکے بھی ظاہری معنے کا اعتقاد کرتے ہیں یعنی یہی جسم مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے جیسا کہ یہی معنی بکثرت شرعی اطلاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد لے کر ان نصوص کو جن سے کہ بارش کا سماء (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے ان نصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان مجتمع ابخروں پر جنہیں کہ بادل کہتے ہیں نازل کرے

پھر ان سے زمین پر نازل کر دے اسی لئے شرعی نصوص کبھی تو اس مقام کو ذکر کرتی ہیں جہاں سے پانی اولاً نازل ہوتا ہے اور کبھی اس مقام کو جہاں سے ثانیاً نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے سچا ہے اور اگر ان کے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندروں کے بخارات ہی سے بنتی ہے ثابت ہو جائے اور کوئی قطعی دلیل اس پر قائم ہو جائے تو انہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان نصوص کی تاویل کرنا جائز ہو جائیگا جن سے بظاہر بارش کا آسمان سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہینگے کہ ان نصوص میں لفظ سماء سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل کو سورۂ بقر کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلالی نے بھی مراقی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) یا یوں کہا جائے کہ جبکہ بارش سماوی اسباب سے نازل ہوتی ہے اور منجملہ ان کے حرارت آفتاب ہے جس سے کہ اجزاء مائیہ زمین سے سمندروں اور دریاؤں سے بخار بنکر ہوا پر چڑھ جاتے ہیں اور سردی کی وجہ سے بادل بنکر برس پڑتے ہیں تو گو حقیقتہً بارش بادلوں ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کی جانب مجازی نسبت ہو جائے گی اور یہ نسبت باعتبار سببیت کے صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہی ہے (اس تاویل کو حقی افندی نے سورۃ النبأ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)

پس اے اہل سائنس اس بیان کے بعد بتائیے کہ اس مقام پر نصوص میں کونسا اشکال باقی رہ گیا جبکہ وہ نہایت ہی قریب تاویل سے عقل کے موافق ہوسکتی ہوں۔ ابھی اور بکثرت شرعی نصوص باقی ہیں جن کی نسبت میرا خیال ہے کہ اگر آپ اُن پر مطلع ہوں گے تو شروع شروع میں ضرور اُن کا انکار کرینگے کیونکہ آپ کو اُن کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں اور نہ آپ یہی جانتے ہونگے کہ علمار شریعت نے اُن کے معانی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور اُن کا کیا اعتقاد ہے لیکن جب آپ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے واقفکار علمار سے دریافت کرینگے تو آپ کو کوئی شے بھی ایسی نہ ملیگی جو قانون عقل پر بلا کسی مخالفت کے صحیح طور پر منطبق نہ ہو جاتی ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام کے اُن متبحر علمار سے گفتگو کی جائے جو شرعی قواعد سے پورے طور سے واقف ہوں اور اُن اقوال پر حاوی ہوں جو اُن جلیل القدر صحابہ کی زبان سے شرعی نصوص کی تفسیر نکلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبدو باتیں کرنے والے تھے ورنہ اُن بیچاروں سے کیا کام نکلے گا جنہیں سوائے رسوم عبادات اور احکام معاملات کے کچھ معلوم ہی نہیں اور آپ اُن کو فاضلترین علمار اور پختہ کار دانشمند و حکیم سمجھ لیں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے ایمان میں بسا اوقات سدراہ ہوسکتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت تو رکھتے نہیں اور نہ انہیں یہی خبر ہے کہ نصوص شرعیہ اور دلائل عقلیہ میں کیونکر تطبیق دیجاتی ہے اور کب دی جاتی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور ناواقفی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کرینگے جس سے اپنے نزدیک تو اسلامی دین کی حمایت کرینگے لیکن نتیجہ اُس کا یہ ہوگا کہ بجائے رغبت اور اسلام سے اُنس ہونے کے اُن کی تقریر سے اُلٹی نفرت پیدا ہوگی۔ پس ایسے لوگ اسلام کے حق میں اُس کے دشمنوں سے بھی زیادہ مضرت رساں ہیں

ف
میں نے انہیں بیچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اسلامی دین میں بر اعظم امریکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا گول اور کروی ہونا لازم آتا ہے اور یہ امر اسلامی اعتقاد کے خلاف ہے۔" (یہاں تک اُن کی تقریر تمام ہوئی) پس خیال

ف
اہل سائنس کو چاہئے کہ جو شرعی امور انکو عقلی قواعد کے خلاف معلوم ہوں وہ علمار واقفکار پر پیش کر کے اُنکی توجیہ دریافت کریں اور ناواقفوں سے بچتے رہیں ۱۲

ف
اس بات کا بیان کہ مؤلف حمیدیہ نے بعض ناواقفوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امریکہ کا وجود اسلامی دین کے موافق نہیں مانا جاسکتا کیونکہ اس سے زمین کی کرویت لازم آتی ہے اور اس بات کا بیان کہ زمین کی کرویت بلا مخالفت اسلامی دین کے مانی جاسکتی ہے ۱۲

تو کیجئے کہ اِس غریب نے اپنی نادانی کی وجہ سے اہل اسلام کو امر محسوس اور مشاہد کی مقابلہ
کرنے کی تکلیف دینا چاہی ہے اور اسکا سامان کیا ہے کہ اور قومیں اسلام کو دل لگی میں
اُڑا دیں۔ حاشا و کلا اسلامی دین ہرگز ایسا نہیں وہ اسقدر پستی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام
تو ایسا دین ہے کہ دنیا بھر کے دینوں میں سے اسی کو عقل میں سب سے بڑھ کر جگہ ملتی ہے
اور اعتقادات باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جن سے کہ عقول سلیمہ انکار کرتی ہیں سب
سے زیادہ اسی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بیچارے کو اس تنگ طریق میں کلفت
اُٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی تھی کہ امریکہ کے وجود سے جو تواتر اور مشاہدہ سے
ثابت ہوچکا ہے انکار نہ کرتا اور جب یہی بات تھی جیسا کہ اُسکا گمان ہے کہ امریکہ کی وجود
سے جو تواتر اور مشاہدہ سے ثابت ہوچکا ہے انکار نہ کرتا اور جب یہی بات تھی جیسا کہ
اُس کا گمان ہے کہ امریکہ کے وجود کو ماننا زمین کی کرویت کو قطعی طور پر مستلزم ہوجائیگا
تو اُسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علماء میں جو لوگ زمین کی کرویت کے
قائل ہیں جیسے کہ امام رازی اُن کے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی
جن سے کہ زمین کا بچھا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب تاویل کرلیتا مثلاً اُس نص قرآنی
کی تاویل میں جس میں یہ ہے " والارض بعد ذلك دحاها یعنے اور اللہ تعالیٰ نے اسکے
بعد زمین کو بچھایا " یہ کہتا کہ زمین کے بچھانے سے مراد اُس کی ظاہری سطح کو بود و باش کے
قابل بنا دینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور اب یہ اعتقاد شریعت میں اُس
وقت تک مضر نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان علماء کے اقوال میں سے کسی قول کے بھی
موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارہ میں قابل اعتماد خیال کئے جاتے ہیں
اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجوہ میں سے کسی وجہ پر بھی منطبق ہوسکے۔ لیکن اس بیچارہ کو
اتنی سمجھ کہاں ہو یہ جان سکے وہ تو صرف احکام کے چند لفظوں کو جانتا ہے اور اسی کو بگھارا
کرتا ہے۔ کہنے کو تو وہ دین کا دوست ہے لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے

دشمنوں کی سی راہ چلنا ہے۔ خدا ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور علم حق سے مزین ہونے کی توفیق دے آمین)

ف
اہل سائنس کو اسلامی دین کی حقانیت پر اطمینان ہوجانا اور اُن کا اسلام قبول کرلینا ۱۲

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ مادہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک پہنچا اور اُس نے اپنے بیان سے جتنے شبہے کہ اُن کو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو زائل کردیا اور اُنہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں اُن کی مذہب کی کیا قدر و قیمت ہے تو اپنی غفلت سے بیدار ہوئے نیند سے چونکے اور ان کی عقلوں کو تنبہ ہوا اور تاریکی سے اُن کی فکروں کو خلاصی حاصل ہوئی اور اُس عالم سے کہنے لگے اے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والے ہم تیرے غایت درجہ شکر گذار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آئی تھیں وہ زائل کردیں اور ہمارے لئے راستہ صاف کردیا لیکن اس سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع تھا وہ زائل ہوا ابھی اُن کی تصدیق کے لیئے جو امر مقتضی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قایم ہیں ہم دیکھ لیں کہ وہ سب صحیح اور اُن کے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اُس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کا ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں اُنھوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں اجمالاً و تفصیلاً ہر طرح ہر یا ایک بیعنی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا صحت کے اعتبار سے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جس میں شک و شبہ کی گنجایش ہی نہیں خصوصًا سب کے سب ملکر۔ کیونکہ عقل سلیم اس کو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہوجائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہوجانا اس کو عقل تسلیم نہیں کرتی علاوہ بریں

ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جن کے قائم کرنے میں محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کو کوئی بھی دخل نہیں اور اُن کے اتفاقی طور پر حاصل ہو جانے کا سوائے ہٹ
دھرمی کرنے والے کے اور کون قائل ہو سکتا ہے؟ (ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ
سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
حالات سے تفتیش کرنے لگا ہے اور آئندہ بھی اُن فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے درپے ہیں ایسا کلام آئیگا پس
مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے یہاں مکرر بیان کرنے کی
حاجت نہیں)، پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کے دعوے
میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ خدا کے وجود کا مقر ہو گیا۔ اُسکے رسولوں
اُس کی کتابوں۔ بعث و حشر اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ سب کا
معتقد بنگیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اور ایمان بھی ایسا جو شافی و کافی بیان و توضیح سی ثابت
ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپ
کے پکے پیرو ہو گئے اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

خاتمہ

ف اور وہ علماء جو ان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور اُن پر ان سب کی باریکیاں۔ اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لیے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ اُن علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجمالی دلیلیں قائم کرتے ہیں بڑھ کر خدا پر ایمان لانے اور اُسکے وجود کو ماننے کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب اشیاء کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ خدائے پاک کے وجود پر سوائے اسکے کہ اُس کی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اُس پر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انھیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور ان کی تفصیلی حالت پر اُسے اطلاع ہوگی اُن کا استحکام اور یہ امر کہ اُن کے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اُس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اُس کے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اُس وقت آپ دیکھیں گے کہ ایسے شخص کے دل میں ایمان نے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جمالیا ہے اور آپ کو نظر آئیگا کہ ضلالت و گمراہی کی دست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اُس پر اسکا جادو ہرگز نہیں چل سکتا۔

ف اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ اُن کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑھایا جاتا ہے تو اُن میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے نکلتے ہیں بلکہ اُسکے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں اُن کے عقائد

ف علوم کائنات جاننے والے خدا کے وجود پر اُسکے ذی قدرت ذی حکمت ہونے پر اصلح اور اوصاف پر استدلال آنیکے زیادہ مستحق ہیں ۱۲

ف کالجوں میں جن میں کہ سائنس طبعیات وغیرہ علوم کائنات پڑھائے جاتے ہیں تعلیم پانے والوں کے عقائد بجائے قوت ایمان کے خراب کیوں ہوتے ہیں اور انکی اصلاح کی کیا تدبیر ہے ؟ ۱۲

اسلامی عقائد سے کوسوں اور معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد
کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزا ر مادہ کی حرکت طبیعت
قوانین قدرت فطرت وغیرہ اشیار کے حوالہ کرتے ہیں اُن کے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں
ہونا اگر کچھ ہے تو نیچر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی بے شعور نا سمجھ نیچر سے ہوجاتا ہے۔ پس جب
اُنھوں نے اتنا بڑا اسلامی رکن منہدم کردیا تو اُنھوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی
کس بات کا کیا ہے؟ اب اُن سے کس عبادت کی امید ہوسکتی ہے؟ اور اُن کی کون سی
خصلت کونسا ادب قابل ستایش ٹھیر سکتا ہے خصوصًا جب وہ فن طبعیات بھی پڑھ لیتے
ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہوجاتی ہے اور جب وہ اُن
کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہوجاتے ہیں تب تو اُن کے ملحدانہ خیالات کا کچھ ٹھکانا
ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں تک کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ
حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اسکے وجود کے نہایت
ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس اشکال کا جواب مجھ سے سنئے انشاء اللہ میں
اس اعتراض کا شافی وکافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی بھائیوں کو
متنبہ کرکے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلا بے درماں کے دور کرنے کی
جانب راغب ہوجائیں جو کہ اُن کی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہو ورنہ آئندہ
نسلوں میں جاکر اسکا علاج قریب قریب ناممکن کے ہوجائیگا اسلئے بہتر ہے کہ اس با وقعت
اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اسکے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے
نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہوجائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات وعلم حیوانات
اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جن میں کہ کائنات کے قوانین قدرت
سے بحث کی جاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کہربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے
جاتے ہیں اس میں تو ذرا بھی شک وشبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے

وجود پر جنکے احوال سے ان علوم میں بحث کی جاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت
کرتے ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور
اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اُسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر پر اُسکے
آثار ہی کو دیکھ کر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات
کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہوجاتی ہیں اور اُس کے نزدیک یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے کہ ضرور یہ
چیزیں کسی ذوی اختیار نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور اُن کے بنانے میں اعلےٰ
درجہ کی تدبیر اور انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے اِن مباحث سے خدا پر بخوبی استدلال ہوسکتا
ہے لیکن بات یہ ہے کہ مؤثر پر استدلال کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ
میں بسا اوقات بڑی دشواری درپیش ہوجایا کرتی ہے یہاں قدم ذرا مشکل سے جمنے پاتے
ہیں اس موقع پر عقل کا لغزش سے بچا رہنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل جب آثار کو دیکھتی
ہے اور اُن کے اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اُس وقت اگر اُس نے
باریک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب تک پہنچکر رہ جاتی ہے اور اُسی کو مؤثر
حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پھر اپنی رفتار کو وہیں ختم کر دیتی ہے اس وجہ سے
جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں اُن میں بعضوں کو جب ان آثار پر جن سے کہ ان علوم
میں بحث کی جاتی ہے اطلاع حاصل ہوئی اور وہ بغیر اسکے کہ باریک بینی سے کام لیتے اور
بحث میں غور و فکر کرتے اُن آثار کے اسباب سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے
دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو اُن کی فکروں کو متنبہ کرتا اور مؤثر حقیقی اور سبب واقعی
تک اُن کی رہنمائی کرتا حاصل نہ تھا اسلئے اُن کی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار
کے ظاہری اسباب تھے پہنچکر رہ گئیں اور اُنھوں نے فرض کر لیا کہ مادہ کے اجزا بسیطہ کی حرکت
ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اُسی کے وجود کے معتقد ہو کر رہ گئے اور چونکہ اُن کی نظریں باریک
بینی سے قاصر تھیں اس لئے اُن کی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہوسکیں اور انھوں نے اس بات

میں غور نہیں کیا کہ آیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات
عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا نہیں ہے اور نہ اُنہوں نے اسی کو سوچا کہ دیکھیں مادہ میں
یہ قابلیت موجود بھی ہے کہ اُسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ مادہ کسی سے صادر نہ ہوا ہو
یا اُسکو اس وجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی بھی ضرورت ہے جس سے
کہ وہ صادر ہوا ہو اس سبب سے یہیں پر وہ ٹھیر کر رہ گئے اور اُنہوں نے اپنی عقلوں سے اس سے
آگے کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے اس امر کا تو اعتقاد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر
ہونے کا حقیقی سبب مادہ۔ قوانین قدرت اور اسکے ذرات بسیط کی حرکت ہی ہے اور صانع
عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہوئے کہ عالم میں جس اثر کو
اُنہوں نے دیکھا مادہ اُسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کی جانب جو اُس میں پائے جاتے ہیں
منسوب کرنے لگے پھر اُسکو اُنہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا اختیار کیا جس کو وہ صرف
اپنی من سمجھوتی کر لیتے ہیں پس کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبیعت کے فعل سے ہوا کبھی کہتے ہیں
قوانین قدرت کا فعل ہے اسی طرح پر اور مختلف عنوانات بھی ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اس ناتمام
تحقیقات کے بڑے شد و مد سے معتقد بن گئے۔ پھر بعض کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ انہیں علوم کی
رنگ آمیزیوں کی وجہ سے اُن مدارس میں سے جن میں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مدرسہ کے
ہیچر ہو گئے اور ان کے پاس نوجوان ناواقف طالب علم ان علوم کے حاصل کرنے کے لئے
آئے جنہیں اسلام کے سچے عقائد کی اطلاع تک نہیں اور نہ اُنہوں نے اسی سے یہ تحقیقات
حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حادث ہونے کی کیفیت کی نسبت مسلمانوں کو
کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ اُنہوں نے اسی کو سمجھا کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجد
کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی ہے اب ان علوم کے پڑھانیوالوں کو موقع ملا کہ اپنے ان ناواقف
شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو اُن کے دلوں میں ناتمام تحقیقات
کی وجہ سے جمکر رہ گئے تھے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پھیلائیں۔ پس جب کبھی انہیں عجائبات

میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی یا اسرار کائنات میں کوئی راز اُن کو معلوم ہوا یا مصنوعات
کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر اُن کو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے شاگردوں
سے یہ کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کرنے میں خدا کی حیرت انگیز صنعت کو دیکھو اور اُسکی اعلیٰ درجہ کی
حکمت میں غور کرو اُنہوں نے اُن سے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا تعجب خیز فعل ظاہر
ہوا اور فلان قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہے علیٰ ہذا القیاس ایسی ہی اور مخرب عقائد
باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ تم نے فلان قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب
و غریب ہے اب اس سے سمجھ لو کہ جس نے عالم میں ایسی قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا باحکمت
اور قادر مطلق ہوگا، لیکن اُنہوں نے یہ تو کیا نہیں بلکہ قوانین فطرت تک پہنچکر رہگئے اور اُسی کی
طرف تمام چیزوں کو مستند کیا کئے اور برابر اسی طریقہ کا اُنکے ساتھ برتاؤ کرتے رہے یہانتک کہ یہی
کیفیت اُنکے دلوں میں بخوبی جاگزین ہوا کی اور اسی قسم کے خیالات اُن کی عقلوں میں بھی منقوش
ہوتے رہے خلاصہ یہ کہ مدارس میں رہنے کا زمانہ ختم بھی نہیں ہونے پاتا کہ اس سے پہلے ہی اُنکے دلوں میں
یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سوائے طبیعت مادہ کے ذرات بسیط کی حرکت اور قوانین قدرت کے
کوئی فاعل ہے ہی نہیں اور اُنکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس

ف اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو ظاہر کر دوں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون فطرت کسی با اختیار کام
کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اُس کی مثال ریل کی پٹڑی کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی
ہے جدہر کو اُسکی پٹڑی بچھی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے
چلنے کے لئے محض پٹڑی کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرایور کی ضرورت ہے جو اُسکو آگے لے چلے اسیطرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال
قانون قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی پٹڑی بچھانے والے کو اختیار ہے کہ وہ جدہر چاہے اُسکا رُخ بدلدے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ
جیسے کہ اُس نے اپنا طرز عمل ایک طور پر مقرر کر لیا تھا جسکو کہ قانون قدرت کہتے ہیں وہ بجائے اسکے کوئی دوسرا قانون مقرر کر دے پس جیسے کہ ریل کے چلنے
میں موثر انجن یا ڈرایور سمجھا جاتا ہے اور پٹڑی کو کوئی موثر نہیں کہتا اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہے اور قانون قدرت اُسکا
طرز عمل ہے جسکو کہ اُسنے اپنے اختیار سے مقرر کر رکھا ہے اسلئے قوانین قدرت حقیقی موثر نہیں ہو سکتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت اللہ ہے ۱۲

جس وقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو اُن کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اُس کیساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے
ہی آبائی دین کو بھی خیرباد کہہ چکتے ہیں اور اہل اسلام کو اُن سے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں
تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہوئی یہ لوگ دین سے واقف ہونگے ان سے اسلام کو نفع پہنچیگا
شریعت محمدیہ کی حمایت کرینگے اپنے ہم وطنوں کے کام آئینگے اُنکے کامیاب ہونے کی تدابیر بتلائیں گے
لیکن حقیقت میں اُن کی یہ ساری امیدیں خاک میں ملجاتی ہیں اُن کی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہیں اور
اُنکو ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے جن کی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے
ہیں کہ یہ بھی ہمیں لوگوں میں سے ہیں ہمارے تعلیم یافتہ دینی بھائی ہیں اور واقع میں دیکھئے تو وہ دین سلطنت اور
وطن کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد اُن کے اہل اسلام کے خلاف ہوتے ہیں اُن کے طرز۔ رفتار گفتار
برتاؤ وغیرہ جس میں دیکھئے کسی میں اسلامی بو تک نہیں پائی جاتی اُن کے مقاصد اور ارادے اسلامی شان کے
بالکل خلاف ہوتے ہیں اُنکی حالت دیکھ کر تو بڑا جی دُکھتا ہے اور بے ساختہ مُنہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون
نکلجاتا ہے خدا اُن کو ہدایت کرے۔ پس بہی خواہان اسلام کے ذمہ یہ امر ضروری ہے کہ اس مصیبت عظیمہ کا تدارک
کریں خصوصًا اُن لوگوں کو تو اسکا پورا انتظام کرنا چاہیئے جو اہل اسلام میں سے صاحب حکومت اور ذی اختیار
بھی ہیں اُنکو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ان مدارس کے لئے حتی القدور صرف ایسے ہی اشخاص معلم قرار دئیے جائیں جنکے عقیدے
اسلام کے موافق صحیح صحیح ہوں طبیعت میں سلامت روی پائی جائے اسلامی تعلیمات کے صدق دل سے
معتقد ہوں صرف نام ہی کے مسلمان نہ ہوں بلکہ باوجود درستی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب اخلاق سے
بھی آراستہ ہوں اور حتے الامکان شریعت کے پورے پابند ہوں اسلئے کہ شاگرد کی مثال اپنے اُستاد کے اعتبار
بالکل آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اُسی کی صورت اُس میں منقش ہو جاتی ہے اور
نظر آنے لگتی ہے اسی طرح جو اُستاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کرجاتی ہے اُستاد کے
خیالات کا شاگردوں پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ
کے مدارس) میں اُس وقت تک ہرگز داخل نہ کئے جائیں جبتک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تک دینی مدارس
میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہ کر اُنہوں نے اپنے اسلامی عقیدے پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں

تا اُسکے بعد شبہات لایعنی سے اُن میں تزلزل نہ آنے پائے اور لوگوں کی بے سروپا باتیں اور رنگ آمیزیاں انکو پس و پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ سے اُن کی اصلاح ہوجائے اور عبادتوں کی بجاآوری کے عادی ہوجائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جو ان دنیوی علوم کی تحصیل کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا تو پھر یہ امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علماء رکھے جائیں کہ انکو اسلامی عقاید اور احکام کی تعلیم دیا کریں و اس ضرر کا مقابلہ کرسکیں ان مدارس میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر اُنکے چھوڑنے کیوقت تک دینی عقاید اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی ہی دیر کیوں نہ ہو لیکن ہو بلاناغہ اور جبتک اُنکا ان مدارس میں قیام رہے اُس زمانہ تک برابر یہ علماء اُنکے عقائد آداب عبادات وغیرہ کے نگران ہیں اور اُن کی اصلاح کرتے رہیں اور جہاں کہیں دینی احکام بظاہر ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں ان میں باہم تطبیق دیں اور دینی امور کو عقلی دلائل سے طلبہ کو ثابت کر دکھائیں پس اگر دونوں شرطوں کی رعایت کیجائیگی جن میں اول تو یہ کہ جو اساتذہ ان مدارس کے لئے انتخاب کئے جائیں وہ اسلام کے پابند ہوں اور اُنکے عقائد اسلامی تعلیم کے موافق صحیح صحیح ہوں اور دوسرے یہ کہ ان طالب العلموں کو اسلامی احکام کی عموماً اور عقائد اسلام کی خصوصاً کافی نگرانی کیساتھ تعلیم دیجائے عام ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں داخل ہونیسے پہلے ہی اسکا انتظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی جاری رکھی جائے تو پھر یہ تعلیم یافتہ اشخاص کبھی بھی ضرور محفوظ رہینگے اُنکے دینی خصائل و آداب میں فتور نہ آنے پائے گا عبادات میں اُن سے بے پرواہی ظاہر نہ ہوگی بلکہ اُن کو عقیدے پکے اور نہایت ہی پختہ ہونگے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں اُنکو خداوندی مصنوعات اُسکے حیرت انگیز افعال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب صنعت یا عجائبات قدرت میں کوئی راز مشاہدہ کرینگے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سنینگے کہ خداوندی صنعت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصنوع میں جو اُس نے اپنی اعلیٰ درجہ کی پائدار اور محکم حکمت سے کام لیا ہے اُس میں غور کرو پس اُس وقت بلاتامل اُن کی زبان سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا نکلیگی اُسکی تسبیح اور تنزیہ میں مشغول ہوجائینگے اسطرح خداوندی عظمت اُن کے دلوں میں روز افزوں

ترقی کرتی رہیگی اور اُسکی قدر اُن کی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اُنکے قیام کا فائدہ گذرنے بھی نہ پائیگا کہ اس سے قبل ہی اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور موحدین میں سربرآوردہ اور افضل شمار کئے جانے کے مستحق ہوجائیں گے اُس وقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہوسکیں گے کہ اسلامی دین کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک اور سلطنت کے کام آویں۔ اور جب تک یہ کیفیت نہ ہوگی اُسوقت تک ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کرکے تعلیم یافتہ اشخاص میں شمار کئے جانے لگے اُن سے اسلام یا مسلمانوں کو کچھ بھی نفع پہنچ سکتا ہے کیونکہ جب اُن کے عقائد جو اسلام کا رکن اعظم ہے وہ ہی درست نہ ہونگے تو اہل اسلام کو اُن سے کیا امید ہوسکتی ہے جب وہ خود ہی اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہورہی ہیں تو اہل اسلام کو بحیثیت اسلام کے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اُس شخص کی نظروں میں جو مسلمان ہے ہرگز وقعت نہیں ہوسکتی یہ امر اسلامی مقتضے کے بالکل خلاف ہے بفرض محال اگر اُن سے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کی جاوے تو دینی ضرر کے مقابلہ میں جو اُن سے پہنچیگا اس کی کوئی قدر نہیں کی جاسکتی علاوہ بریں اس امر میں اُنکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہنچانے میں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر قومیں بھی برابر ہیں۔ میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرا مقصود اعتراض کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی مجھ کو مجبور کرتی ہے کہ اپنے بھائیوں کو ذرا متنبہ کردوں) اب میں خدائے پاک سے اس امر کی التجا کرتا ہوں کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے جس میں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور اُنکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا اجر جزیل عنایت فرمائے۔ آمین۔

تمام شُد

مسئلہ خط وحدانی کے اندر مترجم کی تحریر ہے ۱۲

حضرت مولٰنا مولوی رشید احمد صاحب دام فیوضہم کی تصانیف

نام	کیفیت	قیمت
امداد السلوک	ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے جو حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی دام ظلہم نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت ضامن صاحب ترجمہ فرمایا تھا فارسی	۴ر
ہدایۃ الشیعہ	ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب نہایت مدلل دیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے یہ رسالہ کئی بار چھپا مگر اب پھر کمیاب ہوگیا تھا اسلئے مع اصل اشتہار و سوالات پھر طبع کرایا گیا ..	۳ر
زبدۃ المناسک	ضروریات حج سب اس میں درج ہیں بحمد اللہ مسائل حج میں ایسی جامع اور مفید کتاب تالیف نہیں ہوئی ...	۳ر
سبیل الرشاد	یہ رسالہ مسائل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین و فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولٰنا نے تحریر فرمایا جس کو نہایت منصفانہ انداز ہونیکی وجہ سے موافقین و مخالفین دونو نے تسلیم کرلیا ہے اردو ...	۱؍
لطائف رشیدیہ	بعض استفسارات متعلقہ آیات قرآنی کے جوابات ہیں مع فتوے ثبوت پردہ مروجہ شرفاء ہند با یات و روایات و شرح حدیث مسلم شریف متعلقہ آخر حل دخل الجنتہ	۱ر
رسالہ کراہت جماعت ثانیہ	مسجد محلہ میں تکرار جماعت کی کراہت روایات فقہ و احادیث صحیحہ سے ثابت فرمائی ہے اور وہ عبارات کتب معتبرہ سے حل فرمائی ہیں کہ جن سے منکرین کراہت کو شبہ پیدا ہوتا ہے فارسی	۱ر
رسالہ تراویح	غیر مقلدین کا رد اور مذہب مقلدین کا احادیث صحیح سے اثبات یا بنت بست رکعت تراویح	۱؍
فتوے میلاد	ایک استفسار کا جواب ہے جس میں حضرت مولٰنا ممدوح اور بہت سے علماء کے مفصل جواب درباره مجالس مروجہ میلاد مذکور ہیں	۱ر
رسالہ جمعہ	اہل حدیث کے ایک فتوے کا جواب ہے جس میں انہوں نے احادیث و آیات سے اپنے نزدیک ثبوت جمعہ در قریٰ و وجوب جمعہ بر اہل قریٰ خوب موجہ مدلل کر دکھایا تھا اس کا جواب احادیث صحیحہ سے دیا گیا ہے	۱ر
رسالہ وقف	اہل حدیث نے یہ ثابت کیا تھا کہ اوقاف قرآنی جنپر جملہ قراء و حفاظ کا عملدرآمد ہے بدعت ہیں حضرت مولٰنا نے اس کا جواب احادیث صحیح سے دیا ہے اور ان کا ثبوت بالسنۃ الصحیح روشن فرمادیا ہے	۱ر
فتوے ظہر	ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا جواب جہاں جمعہ ہوجاتا ہے وہاں احتیاط الظہر کی حاجت نہیں اور جس جگہ جمعہ درست نہیں ہے وہاں صرف ظہر با جماعت مثل اور ایام کے ادا کرنی چاہیئے	۱ر
ہدایۃ المعتدی	یہ رسالہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں آپ ہی اپنا نظیر ہے دیکھنے والا منصف موافق ہو یا مخالف اس کے مطالعہ کے بعد بخوبی اس دعوے پر قادر ہوجاتا ہے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام پر کوئی دلیل نہیں ہے ٭ کاغذ ولایتی ۲ر رسمی	۲ر

نام	کیفیت	قیمت	نام	کیفیت	قیمت
اریحہ لدفع النتجہ	مؤلفہ مولوی ولایت حسین صاحب در رد بدعات	۸ر	ترغیب الصلوٰۃ	مؤلفہ مولوی احمد حسین صاحب جونپوری در ترغیب عبادات	۲ر
غرائب البیان	در مناقب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کتب معتبرہ	۴ر			
اتمام النعم ترجمہ تبویب الحکم	از مولٰنا خلیل احمد صاحب مدفیوضہم	۱ر	ایضاح الادلہ	از حضرت مولٰنا محمود حسن صاحب مدفیوضہم درجواب اعتراضات غیر مقلدین	عہ
ہدایت الرشید	از مولٰنا خلیل احمد صاحب در رد شیعہ	۳؍	احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ	از مولٰنا محمود حسن صاحب	عہ

المشتہر

محمد یحییٰ تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارنپور

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ضیاء القلوب	۳ر	جہاد اکبر	۱ر
غذائے روح	۳ر	ارشاد مرشد	۱ر
گلزار معرفت	۲ر	درد نامہ غمناک	۱ر
مثنوی تحفۃ العشاق	۱ر	تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب	۴ر
کلیات امدادیہ	۱۰ر		

تالیفات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

جس نے مولانا کی تقریر سنی ہوگی وہ تو جانتا ہی ہوگا اور جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تالیفات سے دریافت کرسکتا ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا۔

آبِ حیات } یہ مضامین کہیں دیکھے نہ سنے یہ کتاب آپ نے سفر حج میں حضرت مرشد برحق کو سنا کر صلہ دعا و تحسین کا خلعت لیا تھا۔ اس میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کا ثبوت ہے ۱۲ر

کتاب	قیمت	کیفیت
ہدیۃ الشیعہ	۱۲ر	یہ تینوں رسائل جواب اعتراضات شیعہ میں تالیف فرماتے ہیں۔
اجوبہ اربعین	۱۲ر	
انتباہ المؤمنین	۱ر	
تقریر دلپذیر	۱۲ر	ان دونوں میں دلائل حقانیت دین اسلام ہیں۔
حجۃ الاسلام مع تتمہ	۱۲ر	
مباحثہ شاہجہانپور	۶ر	ان چاروں رسائل میں وہ مباحث درج ہیں جو مولانا نے غیر مذہب والوں سے کئے جواب عقلی کو دلائل سے رد کیا تحریر فرماتے ہیں۔
میلہ خدا شناسی	۲ر	
انتصار الاسلام	۲ر	
قبلہ نما	۵ر	
تصفیۃ العقائد	۲ر	سید احمد خاں کی ایک تحریر کا جواب
توثیق الکلام	۱ر	بحث قرأت فاتحہ خلف الامام
دلیل محکم	۱ر	انسان بحیثیت فطرت گوشت خور بنایا گیا ہے۔
تحفہ لحمیہ	۲ر	

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب
قصائد قاسمی	۲ر	جمال قاسمی	۱ر	مناظرہ عجیبہ در جوابات شبہات تحذیر الناس ۴ر
لطائف قاسمی	۱ر	تحذیر الناس	۴ر	
حق صریح در اثبات تراویح	۱ر	اسرار قرآنی	۲ر	
ترغیب الخیرات	۱ر	گلستان مناقب	۱ر	حفظ الایمان [illegible]

تالیفات مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہم

کتاب	کیفیت	قیمت
امداد الفتاویٰ	یہ کتاب جامع ہے اُن تمام سوالات اور استفسارات کے جوابات کی جو حضرت مولانا کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔	۳ر
تعلیم الدین	ضروریات مسائل و نصائح و اشغال و مراقبات و مکاشفات	۴ر
صفائی معاملات	فقہ کی ضروری باتیں جنکی ہر فرد بشر کو ضرورت رہتی ہے مسائل بیع و شرا اجارہ وغیرہ میں	۱ر
فروع الایمان	مؤمن کے خصائل جو ہونا چاہئیں یعنی خصائل ایمانیہ	۲ر
مکتوبات امدادیہ	حضرت صاحب کے خطوط بنام مولوی [illegible] صاحب	۲ر
اصلاح ترجمہ نذیریہ دہلویہ	ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی کے ترجمہ قرآنی کی غلطیاں	۱ر
جزاء الاعمال	اس میں افعال حسنہ و قبیحہ کی جزا اور سزا کا لازمی طور پر مرتب ہونا بیان کیا گیا ہے	۱ر
تحقیق تعلیم انگریزی	[illegible] انگریزی کے پڑھنے کے نفع و نقصان کو مفصل بیان کیا گیا ہے	۱ر
حق السماع	راگ کے بارہ میں منصفانہ و محققانہ بحث	۱ر
خطبہ ماثورہ	اس میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو خطبے منقول ہوئے وہ جمع کئے ہیں۔	۱ر
اصلاح الخیال	نیچریت کے خیالات کی معقول تردید اور اصلاح [illegible] ہے جو بفضلہ تعالیٰ مفید و نافع ہوئی۔	۲ر
تجوید القرآن	قرآن شریف کی تلاوت کے ضروری ضروری قواعد اور ادائے حروف کے طریقے نظم کئے ہیں	۱ر
شجرہ مع تعلیم الطالب	شجرہ منظوم حضرت حاجی صاحب [illegible] سلسلہ [illegible]	۱ر
علاج القحط	[illegible] قحط کا روحانی علاج جو حسب ضرورت زمانہ [illegible]	۱ر
حقوق الاسلام	اہل دنیا کے باہمی حقوق کی تفصیل	۱ر
اصلاح الرسوم نو ترمیم	یہ کتاب نہایت مفید واقع ہوئی ہے جس میں رسوم بد کو دلائل سے باطل کیا ہے	۴ر
الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح	[illegible] کے متعلق سوالات کا جواب اور ان کی نسبت مختصر [illegible]	[illegible]

کتاب	کیفیت	قیمت
طریقہ مولد شریف	[illegible]	[illegible]
سبق الغایات فی نسق الآیات	آیات قرآنی کا باہمی ارتباط	[illegible]
مسامرہ فی شرح المسایرہ		۸ر

جملہ درخواستیں بنام محمد یحییٰ تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارنپور آنی چاہئیں